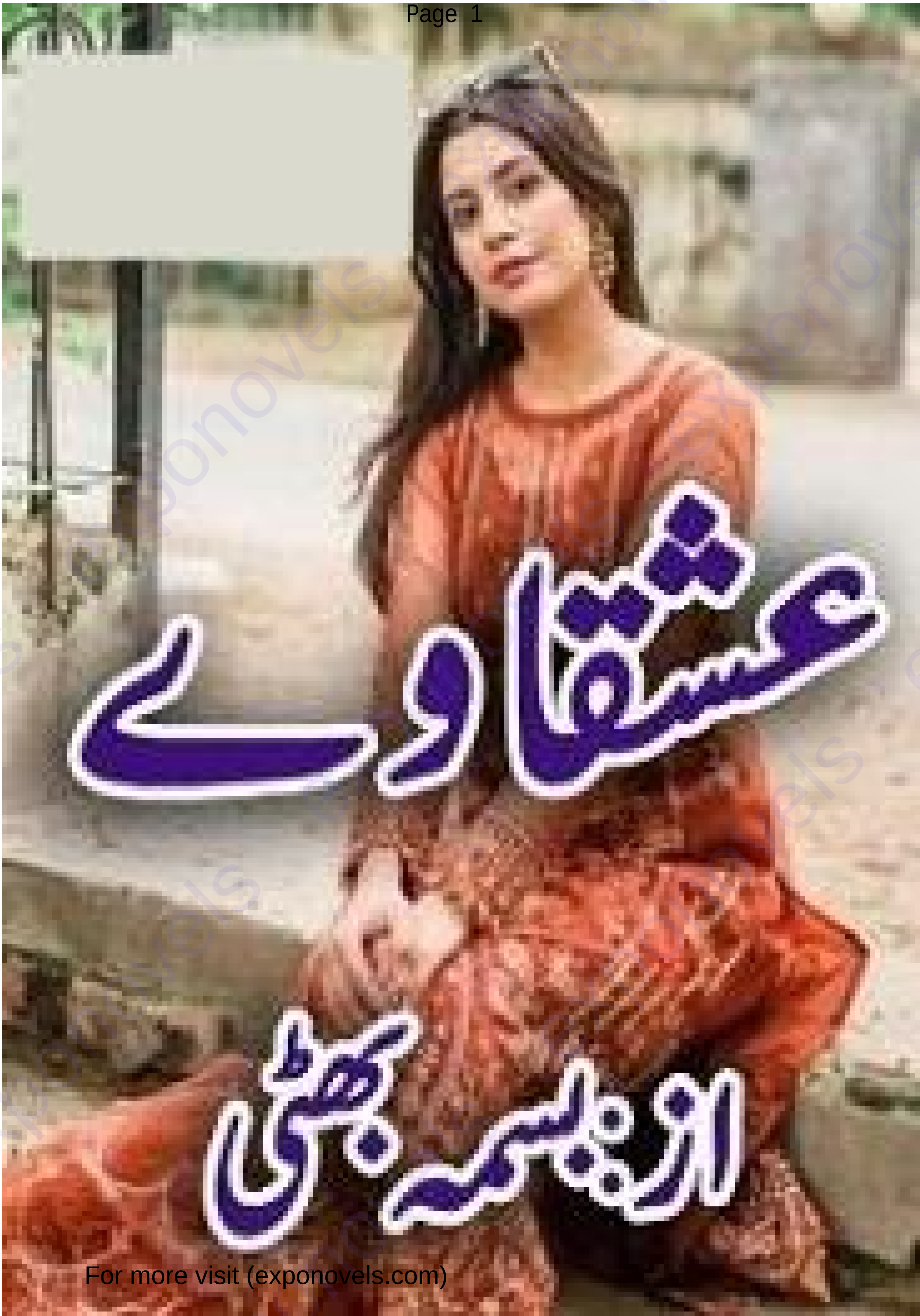

For more visit (exponovels.com)

عشقا وے

از قلم بسما بھٹی

مکمل ناول

*__**_____*****_______**__**

" میری بات کان کھول کر سن لو ، نکاح تو اسی سے ہو گا تمہارا ، اتنی چاہ سے بھیجا ہے رشتہ حیدر نے " فزا شکیل نے اس کی طرف دیکھتے کہا۔
زینیہ شکیل جو اپنی ماں کی بات بے دھیانی سے سن رہی تھی۔اس چاہ والی بات پر چونک کر انہیں دیکھا۔

For more visit (exponovels.com)

" نا کرو امی جی ، چاچی نے اپنی خواہش کا اظہار کیا ہو گا وہ کدو ایسا نہیں ہے " سنگترے کے چھلکے اتارتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔وہ فلحال نہیں مان سکتی تھی کہ حیدر اسے پسند کر سکتا تھا۔

اس کے کدو کہنے پر اس کی امی نے اس کے سر پر چپٹ لگائی۔زینیہ نے منہ بنایا۔

"ہزار دفعہ کہا ہے کہ زبان سنبھال کر بات کیا کرو۔۔۔یہ کدو کیا ہوتا ہے اور تمہیں کس نے کہا کہ تمہاری چاچی نے یہ خواہش کی ہے ؟" فزا شکیل نے آنکھیں سکیڑ کر کہا۔

"امی جی اگر اس کے دل میں ایسی ویسی بات ہوتی تو وہ مجھ سے کر دیتا ہم دونوں میں اتنی ہمت ہے کہ ایک دوسرے سے ہر بات کر سکیں" سکون سے سنگترے کے چھلکے اتارتے ہوئے سکون سے کہا

" شرم کرو زرا۔وہ تمہیں ایسی باتیں بے شرموں کی طرح آ کر کہے کہ وہ تمہیں پسند کرتا ہے ؟ ایسا نہیں ہوتا بیٹا جی اس نے باقاعدہ رشتہ بھجوایا ہے یہی سچے ہونے کی نشانی ہوتی ہے۔"فزا شکیل نے دوبارہ اس کے سر پر چپٹ لگاتے کہا۔

" اچھا امی۔۔۔۔۔دے دینا ڈریس کر لوں گی نکاح " کافی بیزار کن لہجے میں کہا اور سنگترے کی ایک پھاری منہ میں ڈالی۔

" بیٹا یہ نکاح ہے۔۔۔وہ بھی تمہارا۔۔۔کسی اور کا نہیں جو تم ایسے بول رہی ہو " فزا شکیل اپنی بیٹی کی لاپرواہ انداز پر حیران ہوتے بولیں۔

" امی جی۔۔۔مجھے بتا دینا کب ہے نکاح کر لوں گی۔۔بس میری پڑھائی پر کوئی اثر نا پڑے " یعنی ابھی بھی اسے نکاح جیسے نازک مرحلے کو کسی خاطر میں نہیں لایا جا رہا تھا۔

اس کی بے فکری اس کی طبیعت نہیں بلکہ اس کی اصل وجہ حیدر سے نکاح تھا۔جو اس کا بہترین دوست اور کزن تھا۔بچپن کا ساتھ تھا ہر کام میں دونوں کی رائے اور سوچ ایک ہوتی تھی۔اور دونوں میں اتنی بے تکلفی تھی کہ ہر بات آرام سے کر لیتے تھے۔اب ان کے نکاح کی بات پورے گھر میں پھیلی ہوئی تھی اور ایک یہ دونوں تھے جو سکون سے پھر رہے تھے۔

کچھ ساتھی ایسے ہوتے ہیں جن کا ساتھ اور نام خوبصورت تحفہ ہوتے ہیں۔

💖💖💖💖💖💖💖💖💖

" امی آپ نے۔۔تائی جان سے کہا ہے کہ میں نے۔۔۔زینیہ کیلیے رشتہ بھیجا ہے ! " لیپ ٹاپ پر ٹائیپنگ کرتے ہوئے مصروف سے انداز میں پوچھا۔نوین مجتبیٰ جو اس کے لیے جوس لے کر کمرے میں آئی تھیں اس کی بات پر اسے دیکھا۔ان کو تو لگ رہا تھا کہ یہ واویلا مچائے گا کہ کیوں یہ رشتہ کر رہے ہیں یا مجھسے پوچھا کیوں نہیں ! لیکن یہاں حساب ہی الٹا تھا۔حیدر جو بہت تنگ کرتا تھا زینیہ کو اس کی طرف سے اتنا سکون۔

"ہاں۔۔۔تو کیا کمی ہے میری زینیہ میں ؟؟ اتنی پیاری تو ہے میری بیٹی ! " نوین مجتبیٰ نے کن اکھیوں سے اسے دیکھتے کہا۔

" ویسے یہ بہت بڑا گپ تھا کہ میں۔۔یعنی حیدر مجتبیٰ زینیہ شکیل کو پسند کرتا ہے۔۔۔۔خیر اب جب آپ نے سب کہہ ہی دیا ہے تو۔۔۔۔بتا دینا کب ہے نکاح کر لوں گا " لیپ ٹاپ پر مسلسل ٹائپ کرتے ہوئے سکون سے کہا۔

نوین مجتبیٰ اس کی شاطرانہ انداز پر ہنس دی جو سارا مدعا ہی اپنی ماں پر ڈال رہا تھا۔

" یعنی کوئی مسئلہ نہیں تمہیں اس شادی سے ! " اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

" شادی ! ... یہ کہاں سے آ گئی؟ صرف نکاح کی بات ہوئی ہے امی " امی امی کی طرف دیکھتے کہا اقر پھر سے ٹائپ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

" کیا مطلب ! تم نے نکاح اس سے کر کے شادی کسی اور سے کرنی ہے ! " اس کی طرف تیوروں سے دیکھتے بولیں۔ کبھی کبھی ان کا بیٹا انکا دماغ گھمانے میں دیر نہیں لگاتا تھا۔

" امی یار۔۔۔وہ ابھی پڑھ رہی ہے۔۔اقر کیرا ابھی کسی رخصتی شخستی کا موڈ نہیں یے میں اپنا کمرہ فلحال کسی کے ساتھ شئیر نہیں کر سکتا " لاپرواہ انداز میں کہا۔

" یہ یار کیا ہوتا یے؟۔۔اور یہ رخصتی شخاتی کیا یے ! " انہوں نے غصے سے پوچھا۔

" اچھا نا۔۔۔میں رخصتی کے موڈ میں نہیں ہوں " نکاح کی نزاکت سے بے نیاز وہ بلکل زینیہ کی فطرت اپنائے ہوئے تھا۔

" ابھی تو صرف نکاح ہو رہا ہے بچے۔۔۔جب نکاح ہو جائے گا نا۔۔۔۔تو تب میں دیکھوں گی کہ رخصتی کی جلدی کا کو ہے " اس کے بالوں کو بگاڑتے ہنستے کہا۔

" ابھی ابھی تو کیپٹن بنا ہوں۔۔۔اور ابھی میں کچھ بھی شئیر نہیں کر سکتا " ہنوز سکون دہ انداز۔

" دیکھیں گے بیٹا۔۔میں نے ایسے ہی یہ رشتہ نہیں مانگا فزا سے " ہنستے ہوئے کہا اور کمرے سے چلی گئیں۔

حیدر نے اپنی امی کو جاتے ہوئے دیکھا اور مسکرا دیا۔

" آپ کی زینیہ بہت جھلی ہے۔۔۔محبت کرنا اسے نہیں آتی۔۔اور اسے کیا علم کہ وہ کتنی بری طرح سے میرے صبر کا امتحان لیتی ہے۔۔۔اسے سکھانے کیلیے مجھے مضبوط ہونا بے حد ضروری یے " وہ خود سے ہمکلام تھا۔ مسکراہٹ اسکے تخیل سے ہی لبوں پر ٹھہر گئ تھی۔

"حیدر یار میری بات سنو ! " ابھی وہ اسے ہی تصور کر رہا تھا کہ وہ تن فن کرتی اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔اور اس کی رائیٹنگ ٹیبل سے کرسی کھینچی اس کی طرف لا کر ٹھک سے رکھی اور بیٹھ گئی۔

" کیا تم ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتی ہو ! آرام سے بھی آ جایا کرو " اس کی طرف دیکھتے زرا غصے سے کہا۔

" یار دفعاں کرو اسے۔۔میری بات سنو " اس کے لیپ ٹاپ کی سکرین بند کرتے اپنی طرف توجہ دلاتے کہا۔حیدر نے گہرا سانس بھرا اور اس کی طرف متوجہ ہوا۔

" سنو۔۔نکاح تو ہو کر ہی رہے گا مجھے ایسا لگتا ہے کیونکہ میری امی اور آپ کی امی عرف میری چاچی بضد ہیں۔۔۔لیک یار دھیان رہے یہ رخصتی شخصتی کی طرف نہیں آنا ہے" اس کی طرف انگلی کر کے کہا اور اپنی طرف سے بہت اہم بات کہی تھی۔

" یا کتنی عجیب ہو تم۔۔۔میرا مطلب ہے کوئی شرم سے بات کرو کسی ادا سے کہو آخر تم اپنے ہونے والے شوہر سے مخاطب ہو" اس کو اپنی باتوں سے شرم دلانی چاہی تھی۔لیکن زینیہ شکیل اپنے نام کی ایک ہی تھی۔

" اوہ ہیلو۔۔۔واٹ از دس ! شرم ! اور تم سے ؟ اس سے زیادہ فضول مزاک نہیں ملا کرنے کو ! " آنکھیں سکیڑ کر اس کی طرف دیکھتے کہا۔

" مطلب میری حسرت رہے گی ! " اسی کی طرح آنکھیں سکیڑ کر کہا۔

" نا تم کہہ تو ایسے رہے ہو جیسے میں تم سے گھونگھٹ کی آڑ میں ملنے کا وعدہ کر چکی ہوں۔۔۔حد ہے بئ" نہایت کوفت زدہ لہجے میں کہا۔

" ہاں جیسے مجھے علم نہیں کہ زینیہ شکیل کتنی توپ چیز ہے " اس کی لاپرواہی پر کہا لیکن اسے ایسی ہی پسند تھی جو حیدر سے ہر بات آرام سے کر لیتی تھی۔

" حیدر صاحب آپ میرے مجازی خدا بن جائیں یا جس مرضی جگہ پر لے جائیں مجھسے یہ جی۔۔جناب ۔۔آپ سرکار جیسے الفاظ کی امید مت کیجیے گا۔۔۔میں جو ہوں وہ ہمیشہ رہوں گی " حیدر کو کسی خاطر میں نا لاتے ہوئے کہا۔

حیدر نے اس کو ایک نظر دیکھا اور دوبارہ لیپ ٹاپ کو آن کر کے اس میں مصروف ہو گیا۔

زینیہ نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

" ایک منٹ۔۔۔تم مجھے اگنور کر رہے ہو ! " اس کی بے توجہی پر اس کی طرف انگلی کرتے کہا۔

دل میں جو ہوتا وہ کہہ دینا یہ زینیہ کی فطرت میں شامل تھا۔محبت جیسے جزبے سے انجان اور جس شانِ بے نیزای سے وہ حیدر کے قریب آتی تھی وہ اس کا اچھا خاصہ صبر آزما لیتی تھی۔اس کی انہیں قربت والی حرکتوں پر حیدر نے نکاح کا سوچا تھا لیکن یہ لڑکی ابھی بھی نہیں اس کی نزاکت نہیں سمجھ رہی تھی۔

یہ نہیں تھا کہ حیدر کوئی عام انسان تھا جو اس کے حسن ہر بہک جاتا۔وہ دماغی طور پر ایک سنجیدہ مرد تھا لیکن اس کے باوجود وہ بری طرح سے زینیہ کی طرف کھچتا چکا گیا تھا۔وہ زینیہ کی اسی بے باکی

بہادری اور دوسری لڑکیوں کی طرح نزاکت ہونے کی وجہ سے اس کی طرف زیادہ کشش پا رہا تھا۔
اس بات کا وہ خود اعتراف کرتا تھا کہ وہ زینیہ شکیل سے محبت کرتا ہے۔
" او میڈم۔۔۔کام کرنے دو میں تمہاری اوٹ پٹانگ باتوں کا کیا جواب دوں ! ؟" اس کی انگلی کو دباتے کہا۔
" دیکھو حیدر تم۔۔۔"وہ اسے جواب دینے ہی لگی تھی کہ اس کے کانوں میں گانے کی آواز پڑی۔
* ہماری غزل ہے تصور تمہارا۔۔۔۔تمہارے بنا ہم کو نہ جینا گنوارا۔۔۔
تمہیں یونہی چاہیں گے جب تک ہے دم۔۔۔۔بہت پیار کرتے ہیں تم کو صنم *
اس گانے کی آخری لائن پر زینیہ نے مسکراتے مستی میں گانا گنگنایا۔یہ آواز کھڑکی سے آ رہی تھی کسی نے ساتھ ساتھ والے گھر میں لگایا تھا جس کی آواز اندر آ رہی تھی۔
حیدر جن خوبیوں کا دیوانہ تھا اس میں ایک نعمت زینیہ کی آواز تھی جس کا وہ دیوانہ تھا۔
وہ مستی میں آنکھیں بند کیے گا رہی تھی " بہت پیار کرتے ہیں تم کو صنم "
اس نے مسکراتے لیپ ٹاپ کو سائیڈ پر رکھا۔اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔وہ لہرا کر اس کے قریب ہوئی۔اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔
" میڈم۔۔۔آپ مجھ معصوم کو بہکا رہی ہیں " گھمگھیر لہجے میں مسکرا کر کہا۔
" اچھا جی۔۔۔معصوم بندے کو یہ پتہ ہے کہ بہکنا کیا ہوتا ہے ! " اس کے رومینس پر پانی پھیر دیا۔
" بہت ہی ان رومینٹک لڑکی ہو تم زینی " اس کے ہاتھ کو خفت سے چھوڑتے کہا۔

" جی شکر ہے مالک کا جگر ، دل گردے پھیپھڑے سب درست ہیں اور اسی لیے الٹی پھلٹی باتوں سے چرتی ہوں " حیدر کو ہاتھ ہلا ہلا کر جواب دیا اور اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔

" ایک دفعہ میری ہو جاؤ۔۔۔ پھر پوچھوں گا میں " اس کی طرف آنکھیں سکیڑ کر دیکھتے کہا۔لیکن اس وارننگ میں محبت تھی

" اچھا کیوں مسٹر۔۔ایسا لگتا یے کہ شادی کے بعد زینیہ شکیل بدل جائے گی ! یاد رکھنا جتنے بے بس آج ہو تم اس سے کئ زیادہ بے بس تم شادی کے بعد یو گے" ایک دفعہ پھر رومینس کا گلہ گھوٹا گیا۔

" مانتا ہوں کہ آج دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔۔۔ مگر۔۔شادی کے بعد۔۔۔ نہیں علم کہ کا وجہ سے بے بس ہو جاؤں اقر تمہیں بھی کر دوں۔۔ سنبھل کر ہاں " اس کی طرف مسکراتی آنکھوں سے دیکھتے ذو معنی بات کی۔

" خیر یے ؟ کہیں سے بھی کیپٹن نہیں لگ ریے ہو ایسے لگ رہا ہے کہ آٹھویں فیل کسی گلی محلے کی لڑکی پر فدا ہے " زینیہ نے اس کی بات کو سمجھتے ہوئے بھی اثر قبول نا کیا اور کوفتزدہ ہوئے کیا۔

" نکلو یہاں سے ہمیشہ سڑیاں پھینکتی ہو "حیدر نے اسے آنکھیں دکھائیں جو اس کے رومینٹک موڈ کو تباہ کر رہی تھی۔

" کبھی سکون کا سانس ملے گا اس گھر میں کیوں چیختے رہتے ہو تم دونوں ! " اس کے جواب دینے سے پہلے شیر گل اندر آتے بولا

شیر گل حیدر کا دوست اور کزن تھا خالا کا بیٹا تھا۔ایم بی بی ایس کر رہا تھا اس کے ساتھ حیدر کے اچھے تعلقات تھے اچھی دوستی تھی۔اور زینیہ کے ساتھ ایٹ کرکے کا ویر تھا۔اس کے سامنے آتے ہی زینیہ کا پارا ہائی ہو جاتا تھا۔اس کے اس طرح سے کھچ کھچ کے رہنا شیر گل کو غصہ دلاتا تھا۔وہ ہمیشہ لڑکیوں کو دیکھتا تھا جو اس پر فدا ہوتی تھیں اسے ہنڈسم کہتی تھیں ایک یہ زینیہ تھی جسے زرا تعریف نہیں کی تھی نا اہمیت دیتی تھی۔

حیدر کا اس سے محبت کرنے میں ایک ہاتھ اس کی اس سنجیدگی کی وجہ سے بھی تھا جو اہمیت اس نے حیدر کو دی تھی وہ اور کسی کو نہیں دی تھی۔خاندان کے لڑکوں کو جاتی کی نوک پر رکھتی تھی۔وہ تو اکثر کہتی تھی حیدر سے کہ اگر میں نرم لہجے اپنا لوں تو نجانے کتنے دل فدا ہو جائیں جو بلکل صحیح نہیں ۔یہ ایک وجہ تھی کہ وہ اسے اپنے نکاح میں لا رہا تھا تاکہ جتنی فرینکنس اسکی حیدر سے تھی وہ کسی اور مرد کو دینے کے لیے مجبور نا کی جائے۔

" کسی نے بلایا تمہیں ! " ایک دم میں چہرہ سپاٹ ہوا تھا۔ماتھے ہر بل پڑ گئے تھے۔دانتوں کو پیس کر بولا۔اس سے پہلے شیر گل اسے جواب دیتا زینیہ حیدر سے مخاطب ہوئی۔

" اگر آج فرصت مل جائے میرے ڈاکیومنٹس میل کر دینا نہیں تو بتا دینا میں خود کر دوں گی " اسکا اشارہ شیر گل کی طرف تھا کہ یہ آگیا ہے تو بھول نا جانا۔

" میں کر دیتا ہوں " حیدر نے سکون سے جواب دیا مطلب یہ تھا کہ ریلیکس رہو۔

زینیہ نے خود کو نارمل کیا اور باہر چلی گئی۔

شیر گل نے اس کے اکھڑے لہجے ہر دانت پیسے.

" کیسے گزارا کر لیتا ہے اس سڑیل کے ساتھ ؟" وہ کراہ ہر بیٹھتا حیدر سے بولا۔

" بس دیکھ لے " لیپ ٹاپ کو دوبارہ گود میں رکھتے کہا۔

" اتنی کڑوی ہے زہر خندہ جملے بولتی ہے۔۔زبان سے تیر چلاتی ہے ہمت ہے تیری " اس نے حیدر کو کہا

حیدر کا قہقہہ لگ گیا۔وہ اندر کی بات جانتا تھا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

" امی میری چھٹیاں ختم کر دی گئیں ہیں پرسو مجھے کاغان کیلیے نکلنا ہے۔۔آپ نکاح کل ہی رکھ دیں " کچن میں داخل ہوتے ہوئے امی سے کہا جو کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔

" مجھے نظر آ رہی ہیں تمہاری چالاکیاں" نوین مجتبیٰ مسکرا کر بولیں

" لو میں سچ کہہ رہا ہوں " پانی کا گلاس منہ سے لگاتے کہا۔

" کرتی ہوں بات میں فزا سے " نوین نے اپنے بیٹے کی شرارتی نظر پکڑتے جواب دیا تو وہ منہ نیچے کر کے ہنس دیا

" امی سچ میں پرسو نکلنا ہے۔۔کم سے کم مجھے یہ ڈر تو نہیں ہو گا نا کہ پیچھے سے اس کے کیے رشتہ وشتہ آ رہا ہے " اپنی امی کے گرد باہیں کرتے کہا۔

" وہ بہت اچھی ہے حیدر میرے بیٹے کی پسند بے حد پیاری ہے اسے باتوں میں تو لا ہی نہیں سکتے پختہ کردار کی مالک ہے میرے تو اندر سے باتیں نکال لیتی ہے اللہ خوش رکھے تم دونوں کو " حیدر کے گال پر پیار سے ہاتھ رکھتے مسکرا کر کہا۔

" جی امی کافی اچھی ہے باتوں میں نہیں آتی اور سب سے بڑھ کر اسی خوبی کی بنا پر آپ کے بیٹے کو ٹانگ کر رکھتی ہے"اپنا دکھ درد بھی واضح کیا۔کتنا معصوم بن رہا تھا۔اس کی اس بیچارگی پر نوین کا قہقہہ لگ گیا۔

" ہاں تو اب تمہیں سیدھا کر کے رکھنا ہے کیا مطلب تمہیں آزاد چھوڑ دیا جائے ؟" وہ جو ابھی اندر آ رہی تھی حیدر کی بات سن کر بولی۔

" یہ دیکھیں گز جتنی لمبی زبان ہے اور آپ کہتی ہیں کہ کچھ نا کہوں اسے ! " اس کے پیچھے ہی فزا شکیل اندر آتے بولیں۔

" کوئی نہیں تائی جان سدھر جائے گی" حیدر نے شرارتی انداز سے کہا۔

" اوہ خیر سے جاؤ اپنی ڈیوٹی پر زینیہ کو بدل کر تمہیں کچھ نہیں ملنا " ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھتے اس کی بات کو ہوا میں اڑایا۔

" فزا اور حیدر خبردار میری بیٹی کو اب کچھ کہا " نوین نے زینیہ کو کندھے سے تھامتے کہا۔زینیہ نے آئی برو اچکا کر حیدر کو دیکھا کہ اب بتاؤ بچو ! !

حیدر نے مسکرا کر اسے دیکھا اور نفی میں سر ہلاتا کچن سے باہر چلا گیا۔

" فزا۔۔حیدر نے پرسو چلے جانا ہے تم بھائی جان سے بات جرو کہ ہمیں کل کا دن دے دیں ہم نکاح کرنا چاہتے ہیں ان کا " نوین نے فزا سے کہا

" کوئی اعتراض نہیں نوین۔۔۔شکیل نے تو صاف کہا ہے جو دن مناگے نوین دے دینا۔۔۔اقر کل عصر کا وقت بہتر ہے " فزا شکیل نے خوش دلی سے قبول کیا

حسبِ معمول زینیہ کو فرق نہیں پڑ رہا تھا اس کے لیے یہی کافی تھا کہ اس کا نکاح حیدر سے ہو رہا تھا لیکن یہ بات بھی سب کو علم تھی کہ اگر حیدر کے علاوہ کسی اور کی بات کی جاتی تو زینیہ کنواری رہ لیتی مگر کسی اور کو حیدر کی جگہ نا دیتی۔وہ دواری لڑکیوں کی طرح پاکستانی فوجیوں پر مرتی تھی جہاں فوجی دیکھنے وہیں دل ہار بیٹھتی تھی اور حیدر کو اپنے لیے یہ خطرے کی بات لگتی تھی اسی کی خاطر وہ فوج میں گیا تھا۔تا کہ اگر زینیہ کا دل ہار بھی جائے تو صرف حیدر مجتبیٰ پر اور کسی پر نہیں۔اور سب سے اہم بات حیدر پوری طرح زینیہ کے بس میں تھا کیسے نا وہ حیدر کو قبول کرتی۔وہ الگ بات تھی کہ رومینس کے نام سے چڑتی تھی۔

" تمھیں کوئی اعتراض تو نہیں ! " فزا نے لاپرواہ سی بیٹھی زینیہ سے پوچھنا

زینیہ نے لاپرواہی اے کندھے اچکاے کہ مجھے کیا اعتراض ہونا۔

" بھائی جان کو یہ بہت سمجھدار لگتی ہے "فزا نے نفی میں سر ہلاتے کیا ان کے نزدیک بہت ہی لاپرواہ تھی انکی اکلوتی اولاد۔

" امی اب نکاح میں ایسا کیا ہوتا ہے کہ بندہ عجیب عجیب چہرے کے زاویے بنا کر جواب دے ؟" اپنی امی کی طرف دیکھ کر اہم سوال پوچھا۔

" بیٹا جی یہ ساری عمر کے معاملے ہیں ایسے لاپرواہی سے رشتے نہیں چلتے " فزا نے گھور کر کہا۔

" فکر نا کریں۔۔حیسر کے ساتھ آرام سے زندگی گزار لوں گی" زینیہ نے اپنی ماں کو زور سے گلے لگاتے کہا اور باہر چلی گئی

" فزا کیوں پریشان ہوتی ہو دونوں عقلمند ہیں نا پریشان ہو " نوین نے مسکرا کر کہا۔

" بس نوین اللہ انہیں ہمیشہ خوش رکھے " فزا نے آسودہ ای مسکراہٹ سے کہا۔

" آمین ان شاء اللہ " نوین نے مسکرا کر جواب دیا۔

_❤❤❤❤❤❤_

" جلدی کرو زینی لیٹ ہو رہا ہے " حیدر اس کے کمرے کے باہر کھڑا بول رہا تھا۔اس کے مسلسل بولنے کے بعد پانچ منٹس میں دروازہ کھلا۔زینیہ اپنے معمول کے مطابق حجاب اور نقاب میں بیر نکلی ۔

" بندہ کوئی آسان سا حجاب نقاب کر لیتا ہے" حیدر نے اسکی نقاب سے جھانکتی آنکھوں سے نظریں چراتے کہا۔

"حیدر اب چلو باتوں میں نا لگاؤ دیر کر رہے ہو " اس کی پرواہ کیے بنا گیٹ کی طرف بڑھتے کہا۔

حیدر نے مسکرا کر اسے دیکھا اور اس کے پیچھے چل دیا۔

" یہ ڈریس دیکھو حیدر " زینیہ نے ایک لائٹ پنک کلر کے فراک دکھاتے ہوئے کہا۔

" نہیں یار کچھ ڈیسنٹ سا پیارا سا دیکھو پتہ لگے حیدر کا نکاح ہے اس کی بیوی پیاری لگنی چاہیے" محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے کہا۔

" اچھا جی دکھاؤ زرا اپنی پسند پتہ لگے کہ کیا حیدر جی پسند کرتے ہیں" ڈریسنگ ٹول سے در قدم دور ہوتے کہا۔

حیدر کندھے اچکاتا خود آگے ہوا۔اور ڈریسز دیکھنے لگا۔

مختلف ڈریسز دیکھنے کے بعد اسے ایک ڈریس پسند آیا۔اوف وائٹ کلر کا شورٹ فراک جس کے گھیرے پر ملٹی کڑھائی اور نگینہ جڑا ہوا تھا۔حیدر نے مسکرا کر اسے دیکھا

" ہمم۔۔۔ناٹ بیڈ مسٹر حیدر " زینیہ نے مسکرا کر فراک کو دیکھا۔

" تو ہم یہ لے رہے ہیں " کاؤنٹر کی طرف بڑھتے حیدر نے کہا۔

ڈریس فائنلائز کر کے وہ لوگ جیولری شاپ کی طرف بڑھے۔زینیہ اور حیدر نے ڈریس کے حساب سے ہلکی پھلکی جیولری لی نکاح کو موقع تھا اسی لیے ہر چیز نفیس لے رہے تھے۔

سب خریداری کر کے جب وہ مال سے باہر نکلنے لگے تو حیدر نے اس سے کھانے کا پوچھا۔

" نہیں گھر لے جاتے ہیں سب کے ساتھ کھائیں گے" زینیہ نے کہا۔

اپنے لیے اور گھر والوں کیلیے کھانا پیک کیا اور گاڑی میں بیٹھ گئے۔

آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں گھر پہنچے۔

" ماشاءاللہ حیدر بہت پیاری خریداری کی تم دونوں نے۔۔۔مطلب پسند اچھی رکھتے ہو دونوں" نوین مجتبیٰ نے اب کچھ دیکھتے کہا۔

" یہ تو میں ساتھ تھی حیدر کے ورنہ نجانے کیا خرید لیتا " زینیہ نے شرارت سے کہا۔حیدر نے آئی برو اچکا کر اسے دیکھا جو شوخی ہو رہی تھی۔

" آیئے کھانا لگا دیا ہے کھا لیں آ کر " اتنے میں فزا کمرے میں آئی۔

اب ڈائننگ ٹیبل کے گرد بیٹھ گئے۔

" امی میں کھانا کمرے میں کھاؤں گی " زینیہ اپنی پلیٹ لے کر اٹھنے لگی تھی کہ حیدر نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔

" چپ کر کے کھانا کھاؤ " کافی حکمرانہ انداز میں کہا ۔

سب کے سامنے روب جمانے پر زینیہ نے کاٹدار نظروں سے دیکھا لیکن کہا کچھ نہیں خاموشی سے کھانا کھانے لگ گئی۔

سب بڑے جب کھانا کھا کر اٹھ کر چلے گئے تو زینیہ نے حیدر کو دیکھا جو چائے پی رہا تھا۔

" اب اجازت. ہے؟" طنزیہ انداز میں جواب دیا۔

" نہیں ابھی نے بیٹھا ہوا ہوں " حیدر نے ہنسی دباتے کہا۔

" یہ تک حکم کیسے دے رہے ہو ؟ " زینیہ نے اس کی طرف انگلی کرتے کہا

حیدر نے اسکی انگلی کو دیکھا پھر اچانک اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا وہ کٹی پتنگ کی طرح اس کے سینے سے آ لگی۔حیدر نے دوسرے بازو سے اس کی کمر پر گرفت کی۔

" حیدر اس وقت اپنی ہونے والی بیوی سے بات کر رہا ہے حکم تو نہیں دے رہا " مسکرا کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔

زینیہ اس حالت میں جھجھکنے کی بجائے آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھ رہی تھی۔لیکن یہ وہ جانتی تھی کہ اس قربت میں وہ خود کو کیسے سنبھال رہی تھی۔

" یہ مسٹر کون سے جزبات امنڈ امنڈ کر آ رہے ہیں ! " ہنوز اس کے سینے پر ہاتھ رکھے پوچھا۔

" سب چھوڑو۔۔۔یہ بتاؤ کوئی فیلنگز نہیں آ رہی ؟ دل نہیں دھڑک رہا میرے پاس آنے سے ! زرا شرماؤ مجھسے "محبت سے اس کے چہرے کو دیکھتے کہا۔

" کم سے کم شادی سے پہلے اس خواہش کی تکمیل نہیں ہو سکتی ہے " ایک مچھلی کی طرح اس کی گرفت سے پھسلنے کی مانند آزاد ہوئی۔

حیدر نے اسی پھرتی سے دوبارہ اس کی کمر پر گرفت کی۔

" مطلب شادی کے بعد۔۔۔ایسا ہو گا ! " اس کے چہرے سے دو انچ کے فاصلے پر پوچھا

" تب بھی نہیں ہو گا " اس کی کالر کو ہاتھ میں پکڑتے کہا۔

" میڈم۔۔ایسے کر کے آپ بہکا رہی ہیں ! " اس کی آوارہ لٹ کو کان کے پیچھے کرتے کہا

" کیسے لوگ محبوب کے ساتھ چپک چپک کر بیٹھتے ہیں۔۔تم اتنے رومینٹک تو نا تھے " حیرت سے حیدر سے پوچھا اور پھر خود کو آزاد کروایا۔

" ابھی تو آغاز ہے جانِ من" بالوں میں ہاتھ پھیرتے شوخی سے کہا

" اللہ بچائے آپ کی انتہا سے" اس سے دور ہوتی تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گئی۔

حیدر نے مسکرا کر اپنی متاعِ جان کو دیکھا جس کے براؤن بال آبشار کی طرح کمر پر جھول رہے تھے۔

💖💖💖💖💖💖💖💖

زینیہ اگلے دن سب چاہتوں سمیت زینیہ شکیل سے زینیہ حیدر کے عہدے پر براجمان ہو چکیں تھیں۔ زیادہ بڑا فنکشن نہیں تھا۔حیدر کے چند دوست اور نوین فزا کے چند رشتہ دار تھے۔زینیہ نے اپنی کسی

دوست کو نہیں بلایا تھا کیونکہ وہ ابھی یونیورسٹی میں تھی وہ کسی صورت یہ بات ابھی باہر نکالنا نہیں چاہتی تھی۔

وہ حسین تھی تبھی سارے خاندان کی اس پر نظر تھی مگر اب چونکہ نکاح ہو گیا تھا تو انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔وہ حسین تو تھی لیکن آج اس کا روپ الگ تھا۔حسنِ نکاح سے چمک رہی تھی۔اور حیدر صاحب کی گردن اور آنکھوں کو سکون نہیں تھا۔اس کی نظروں کا تعقب بس زینیہ ہی تھی۔اسے سچ میں نہیں علم تھا کہ نکاح میں اتنا سکون ہوتا ہے اتنی حفاظت ہوتی ہے۔اب اسے کوئی فکر نہیں تھی کہ زینیہ کا رشتہ آئے گا یا کچھ اور۔

لیکن وہ بھی ایک نمبر کی بے مروت تھی زرا جو ایک دفعہ نگاہِ التفات حیدر کی طرف کی ہوں۔بس دل میں یہ بات بھی تھی کہ وہ شادی سے پہلے کسی بھی قسم کے جزبات سے آشنائی نہیں دے سکتی ویسے بھی حیدر نے کل چلے ہی جانا تھا اسے اس بات کا بھی خیال تھا۔اسے فکر تھی کہ وہ جزبات کو خود پر حاوی نا کر لے۔اسے اس بات کا بھی علم تھا کہ اگر اس نے زرا سے بھی جزبات آشکار کیے تو حیدر اس کے خیال سے نکل نہیں پائے گا۔یہ حدود ضروری تھیں۔

🔥 کچھ یوں سمیٹ لو اپنے اندر میں دکھوں نا آسانی سے 🔥

🔥میری حفاظت کے ساتھ ساتھ تمہاری وفاداری چاہتی ہوں 🔥

سنبل نے دونوں کو چھیڑتے ہوے کہا۔جس پر زینیہ نے مسکرا کر سر جھکا لیا۔حیدر نے اس کے ہاتھ پر گرفت کی کتنا سکون تھا نا کہ اب زینیہ اس کی تھی۔

" ویسے آپی آپ کی بہن بہت سخت ہے دیکھو کیسے کیسے ظلم ڈھائے گی " حیدر نے ہنسی دباتے ہوئے سنبل سے کہا۔

زینیہ نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

" ارے تمہارے کیپٹن ہونے کا کیا فائدہ اگر تم اسے سدھار نا سکے ! " سنبل نے حیدر سے ہنستے کہا ۔

زینیہ کا ہلکہ سا قہقہہ لگا۔"آپی کیوں ڈرا رہی ہیں بیچارے کو ! مرد چاہے کیپٹن ہو ! میجر ہو یا پائلٹ ہو یا کچھ اور بیوی بیوی ہی ہوتی ہے" زینیہ نے مغرور ادا سے حیدر کو دیکھتے کہا۔

" ہاں جی دیکھیں گے۔۔۔بہت ہنسی آ رہی ہے نا " نا محسوس انداز میں اس کی کمر کے گرد بازوں کرتے مسکرا کر دانت پیستے کہا۔تپا دیا تھا سیکنڈز میں زینیہ نے۔

سنبل کا قہقہہ لگ گیا لیکن وہ حیدر کی اس حرکت سے ناواقف تھی جو وہ زینیہ کو اپنے حصار میں لیے بیٹھا تھا۔

" ماما۔۔۔یہ۔۔خالہ جان۔۔اتنی تیار کیوں ہوئی ہیں ! " وقار سٹیج پر آتا سنبل کے ساتھ لگتا بولا۔وہ فقط 4 سال کا تھا اور اپنی خالہ کا دیوانہ تھا اسے حیدر سے جیلسی ہو رہی تھی۔

" اب سے آپ کی خالہ میری ہو گئی ہیں اسی لیے تیار ہوئی ہیں " حیدر نے اسے اپنی گود میں بٹھاتے کہا۔

وقار نے گردن ترچھی کر کے حیدر کو دیکھا اور تیزی سے نیچے اترا اور زینیہ کے پاس چلا گیا۔

" کیا ہوا میرے وقار کو ! " زینیہ نے اس کے گال پر پیار کرتے پوچھا۔

" آپ صرف میری ہیں خالہ۔۔میری پری ہیں۔۔میں حادی چاچو کو نہیں لینے دوں گا " زور سے زینیہ کے گلے میں بازو کرتا بولا ایسے پکڑا تھا جیسے زینیہ بھاگنے لگی ہو۔

حیدر نے حیرت سے اسے دیکھا جو غصے سے حیدر کو دیکھتا زینیہ کو زور سے گلے لگائے ہوے تھا۔

سب کا قہقہہ لگا۔

"لیکن یار اب تو میں نے آپ کی خالہ لے لی ہے۔۔اب واپس نہیں ہو سکتی ہے " حیدر نے اسے تنگ کرتے ہوئے کہا۔

وقار کا اور منہ پھول گیا۔

" اب کیا کریں وقار ! حادی چاچو تو نہیں دیں گے اب آپ کی خالہ کو " نے اس سے پریشان لہجے میں پوچھا۔

" نو ماما۔۔۔میں فائٹ کروں گا " وقار نے زینیہ کے گرد حلقہ بناتے کہا۔

" سنبل آپی یہ وقار کا معاملہ خطرناک ہے میں کسی صورت اب نہیں چھوڑنے والا " حیدر نے مسکرا کر زینیہ کو دیکھتے کہا۔

" یہ تم دونوں کا معاملہ ہے خودی سولو کرنا " سنبل ہنس دی وقار کے پھولے منہ پر۔

زینیہ بھی ہنس دی اور حیدر کو دیکھا۔

" کیا پلین ہے مسٹر ہزبنڈ ! وقار کو دیں گے ؛" اس کی طرف سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔

" میں تو تمہیں ہوا کے سپرد نا کروں۔۔۔اسے تو کسی صورت نہیں " اس کی کمر پر گرفت سخت کرتے کان میں کہا۔

زینیہ نے اس کی طرف دیکھا جو جِزبات کا طوفان لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

" ہوا سے کیا دشمنی نکل آئی اب ! " حیرانی سے پوچھا۔

" وہ اس راستے سے تمہیں چھوتی ہے جہاں۔۔۔۔صدیوں سے فقط حیدر کا حق ہے " گھمگھیر آواز میں کہتے وہ زینیہ کی دھڑکن بری طرح سے تیز کر گیا تھا۔

" کیا مطلب ؛" آخر زینیہ تھی رومینٹک موڈ کا بیڑا غرق کرنا کوئی اس سے سیکھے۔

" دفعاں ہی ہو جاؤ زینی " حیدر بد مزا ہوتا بولا اور منہ سیدھا کر لیا۔۔

زینیہ کا قہقہہ لگا۔

دونوں تو من کر کے بات کر رہے تھے کسی کو علم نہیں تھا کہ کیا بات ہو رہی۔

" جاؤ زینیہ۔۔۔حیدر کی پیکنگ کروا دو جا کر " فزا خاص طور پر اسے کہنے آئی تھیں۔

" امی ہمیشہ میں ہی کرواتی ہوں۔۔آج آپ کیوں کہنے آ گئیں ؟" اپنے گلے سے ہار اتارتے ہوئے کہا
۔

" پہلے بات اور تھی اب اس کے نکاح میں ہو " اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔
" نہیں آپ نا ٹینشن لیں اسی کے کمرے میں جا رہی ہوں " دوپٹے سے پنز نکال کر سائیڈ پر رکھیں اور اسے کندھے پر لیا۔گلے سے ہار اتارا تھا جھمکے اور میک اپ اب بھی اس کے چہرے پر تھا۔
فزا نے سر ہاں میں پلایا اور باہر چلی گئیں۔

" سوری یار میں زرا ریلیکس ہو رہی تھی پیکنگ ہو گئی ! " زینیہ نے اندر آتے حیدر سے کہا جو بیگ میں کچھ رکھ رہا تھا۔پلٹ کر اسے دیکھا جو سجی سنوری سی اس سے جواب کی منتظر تھی۔
زینیہ اا کی ایکسرے نظروں سے بچتی اس کے وارڈروب کی طرف بڑھی۔
" ٹی شرٹس رکھو گے ؟" اس کی ٹی شرٹس کو دیکھتے پوچھا۔
حیدر مسکراتا ہوا اس کے پیچھے کھڑا ہوا۔

." دل تو کر رہا ہے تمہیں پیک کر کے اپنے بیگ میں رکھ لوں " گھمبیر آواز زینیہ کو اپنے کانوں سے ٹکراتی ہوئی محسوس کی جیسے کوئی بہت پاس کھڑا ہو۔اس کے ہاتھ وہیں رک گئے۔

رخ موڑا تو حیدر کو اپنے نزدیک پایا۔جو سینے پر ہاتھ باندھے محبت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔

" مگر میں سمارٹ ہونے کے باوجود تمہارے بیگ میں نہیں آ سکتی " اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے آنکھوں کو ٹمٹماتے کہا۔

" یہ۔۔۔تم۔۔۔مجھ پر چھوڑ دو " اس کے اطراف میں دونوں ہاتھوں کو رکھتے اسی جزبات سے چور آواز میں کہا۔۔

" مسٹر حیدر کنٹرول یور ایموشنز اینڈ مائینڈ " اس کے سینے پر زور دیتے کہا اور سائیڈ سے نکل کر بیگ کی طرف آئی۔

" ویسے سب کچھ تو رکھ لیا ہے۔۔پھر میں جاؤں ؟" بیگ دیکھتے ہوئے کہا۔
حیدر اس کے پاس آرام سے آیا۔

" ملو گی نہیں ! " اس سے پوچھا جو زرا جو ایک دفعہ دیکھ کے اسے آنکھ بھر کر۔

" کہہ تو ایسے رہے ہو جیسے میں تم سے گلے لگ لگ کر رو رو کر ملتی ہوں " ہلکی سی ہنسی سے حیدر کو دیکھتے کہا۔

" مسز حیدر۔۔اب آپ مجھ پر۔۔سارے حق رکھتی ہیں " اس کا ہاتھ پکڑ کر ہلکا سا بوسہ دیا۔
زینیہ نے اسے دیکھا جو بنا پلکیں جھپکائےاسے دیکھ رہا تھا۔

" کیا ابھی بھی میں تمہارے قابل نہیں ہوا ؟ " حیدر نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

زینیہ نے اسے دیکھا۔جہاں محبت یقین اعتماد کے علاوہ. کچھ نا تھا۔مسکرا کر اس کے سینے سے لگ گئی اس کی کر کے گرد بازو کر دیے۔
حیدر نے اسے دیکھا زور سے اس کے گرد بازو کر دیے۔پیار سے اس کے سر پر بوسہ دیا۔اس کے چہرے پر محبت بھری مسکان نے بسیرا کیا۔

" بات کبھی قابلیت کی نہیں حیدر۔۔بس حدود میں رہنا چاہتی ہوں اور میری تو ساری حدیں تمہارے پر آ کر آج سے ختم ہوتی ہیں " اس کے سینے سے ہنوز سر ٹکائے کہا۔

حیدر نے مسکرا کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔نا چاہتے ہوئے بھی زینیہ کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

"مسز حیدر مجھے پتہ ہوتا نا۔۔۔کہ میرے ایسے پاس آنے سے ایسے حق جتانے سے۔۔آپ کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوتی ہیں۔۔تو خدا قسم۔۔بچپن میں ہی نکاح کر لیتا آپ سے " اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر شرارت سے کہا۔ساتھ ہی اسے خود میں زور سے بھینچ لیا۔
زینیہ کا قہقہہ لگ گیا اور اسے دور کیا۔حیدر بھی ہنس دیا۔۔

۔"کتنے بجے نکلنا ہے ! " فوراََ سے بات کو بدلا اس سے پہلے کہ حیدر کے ارادے خطرناک ہوتے۔

" صبح پانچ بجے " بیگ بند کرتے ہوئے جواب دیا۔

" اور۔۔آنا کب ہے ؟۔۔تم نے کپڑے بہت تھوڑے رکھے ہیں نا " الماری کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

" ڈونٹ وری مسز۔۔آپ کو نہیں بھولتا " حیدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

" آپ میں اتنی ہمت بھی نہیں کہ زینیہ شکیل کو بھولے یا اگنور کریں " سینے پر ہاتھ باندھ کر آنکھیں چھوٹی کرتے کہا۔

" زینیہ حیدر۔۔۔ناٹ زینیہ شکیل " اس کی کمر سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے کہا۔

زینیہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا اور اسے دیکھا جو پھر سے نظروں کے انداز بدل چکا تھا۔

" حیدر " وہ بولنے لگی تھی کہ اسس نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔

" شششش۔۔ڈونٹ سے انیتھنگ۔۔ڈونٹ موو " اس کے چہرے کے قریب اپنا چہرہ کرتے نہایت گھمبیر آواز میں کہا۔

زینیہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی ہوئی۔دل بری طرح سے دھڑک اٹھا۔بے اختیار پلکیں جھک گئیں۔

حیدر نے اس کے گال پر ہاتھ کی پشت رگڑی۔

دھیرے سے اس کے رخسار سے اپنا گال مس کیا۔

اس کا لمس جھلسا رہا تھا۔اتنی تپش وہ اپنے اندر رکھتا تھا اس کا اندازہ زینیہ کو نہیں تھا۔

حیدر نے اس کی تھوڑی سے چہرہ پکڑ کر اوپر کیا۔

زینیہ نے اسے دیکھا۔

" یو۔۔۔آر بیوٹیفل " اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔
پیار سے اس کے گال پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔یہی عمل دوسرے گال پر کیا۔
زینیہ تو شرم سے لال ہوگئی۔اپنی بے ترتیب دھڑکنوں کو سنبھالتے حیدر کے سینے پر ہاتھ رکھ کر زور لگایا اور دور کیا۔
" ہزار دفعہ کہ ہے ایسی چیپ حرکتیں نا کیا کرو " دھک دھک کرتے دل سے اس نے کہا اور تقریباً بھاگتے ہوئے کمرے سے باہر گئی۔
پیچھے حیدر کا جاندار قہقہہ لگا۔

وہ تو خوش بو ہے ہواؤں میں بکھر جائے گا
مسئلہ پھول کا ہے پھول کدھر جائے گا

ہم تو سمجھے تھے کہ اک زخم ہے بھر جائے گا
کیا خبر تھی کہ رگ جاں میں اتر جائے گا

وہ ہواؤں کی طرح خانہ بجاں پھرتا ہے

🔥ایک جھونکا ہے جو آئے گا گزر جائے گا 🔥

🔥وہ جب آئے گا تو پھر اس کی رفاقت کے لیے 🔥

🔥موسم گل مرے آنگن میں ٹھہر جائے گا 🔥

💖💖💖💖💖💖💖💖

" امی حیدر چلا گیا ! " ڈائننگ ٹیبل کے گرد کرسی پر بیٹھتے زینیہ نے پوچھا۔

" شرم کرو زینیہ۔۔۔اچھی لڑکیاں اپنے شوہروں کو ایسے ناموں سے نہیں بلاتی ہیں عزت سے بلاؤ " فزا نے اسے ڈانٹا۔

" امی ویسے کیا تھا جو میں آپ کے کہنے پر نکاح نا کرتی۔۔آپ کی نصیحتیں ہی ختم نہیں ہو رہی۔۔۔ مطلب یہ کہاں لکھا ہوا ہے جو بیویاں آپ نہیں کہتی وہ عزت نہیں کرتی ؛" زینیہ نے تنگ آ کر کہا۔

" زینی۔۔زبان کو لگام دو۔۔۔نا تم سے چھوٹا ہے حیدر نا ہی کزن ہے۔۔۔اب تمہارا شوہر ہے " فزا نے اسے غصے سے ڈانٹا۔

" ہائے۔۔۔گناہ ہو گیا " زینیہ نے ماتھے پر ہاتھ مارتے کہا۔

" کیا کہا تم نے ! " فزا کچن سے چمٹا لے کر باہر آئیں

"کچھ نہیں۔۔۔خدا حافظ دیر ہو جائے گی مجھے" اپنی شامت آنے سے پہلے تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی۔

🔥🔥🔥🔥🔥🔥🔥🔥

" گڈ مارننگ سٹوڈنٹس " سر نوید نے کلاس میں سب کو بٹھاتے ہوئے کہا۔
" سب سے پہلے میں آپ سب کو بتا دوں کہ مجھے کل اسائمنٹ کے ٹاپکس فائنل چاہیے۔۔گروپنگ لسٹ میرے آفا کے باہر آج لگ جائے گی سب نوٹ کر لیں " انھوں نے سب کو سنجیدگی سے کہا۔
ان کی بات ختم کرتے ہی کلاس میں کھسر پھسر شروع ہو گئی جیسے ہر کلاس میں ہوتا ہے۔
"
مے آئی کم ان سر ! " دروازے کے پاس لڑکے کی آواز آئی۔
ساری کلاس اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔سب کا ایسے دیکھنے پر وہ نروس ہو گیا۔
" یس کم ان " سر نوید نے گلاسز اتارتے کہا۔

" ہائے سر مائی سیلف زولقرنین آفندی میں مائیگریٹءڈ سٹوڈنٹ ھوں " اس لڑکے نے اپنا تعارف کروایا۔

" اوکے۔مجھے پرنسپل نے بتا دیا تھا ، لیکچر کے بعد آپ سمیع سے نوٹس اور تمام انفارمیشن لے لیں، ناؤ گو ٹو سءٹ ڈئیر " سنجیدگی سے جواب دیا۔
سمیع جو کلاس کا ٹوپر تھا اپنے نام پر چوکنا ہوا اور مسکرا کر زولقرنین کو دیکھا۔اس لڑکے نے اس کی مسکراہٹ سے اندازہ لگا لیا کہ یہی سمیع ہے۔سمیع نے اپنے ڈیسک پر اسے بیٹھنے کو جگہ دی۔
ساری کلاس زولقرنین کو دیکھ رہی تھی جیسے کوئی نئ عجیب شے کلاس میں آ گئی ہو۔

" کلاس پہلی بار کسی لڑکے کو دیکھا ہے " سر نوید نے سنجیدگی سے کلاس سے کہا جو اسے دیکھ رہی تھی بس۔
" اینڈ یو گرلز۔۔۔بکس اوپن کریں " سر نوید نے لڑکیوں کو ڈانٹا جو اس کو دیکھنے میں مصروف تھیں ۔ان کی سخت آواز ہر اب نے کتابوں میں منہ دے دیا۔
زولقرنین کو ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی بہت سنجیدگی سے دیکھ رہا ہے۔دائیں طرف گردن گھمائی تو زینیہ اسے پرسوچ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔اس نے ناگواری کے زاویے بنائے۔اسے پسند نہیں آیا تھا ایسے لڑکی کا گھورنا۔
زولقرنین کے اس بیزار شکل بنانے پر خود کیسے نا ری ایکشن دیتی زینیہ نے فوراً سے آئی برو اچکائین اور نوٹس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

زولقرنین کو اس لڑکی اے چڑ سی ہوئی۔لیکن اس کی توقع کے خلاف بات کوئی کہ زینیہ نے ایک دفعہ بھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔
اتفاق کی بات تھی زولقرنین کافی زہین تھا۔سمیع اور یہ بار بار لیکچر کے دوران سواک اٹھا رہے تھے۔
اور زینیہ خلافِ معمول چپ چاہ نوٹ کر رہی تھی۔

" یہ نئے لڑکے کو دیکھا ہے تم نے کیسے سوال کر رہا ہے پکا ہائی گریڈز ہیں اس کے۔۔۔اور اس کتابی کیڑے کو دیکھا ہے اسے تو رائٹ ہینڈ مل گیا یے " فلک نے سمیع کو خونخوار بیزار نظروں سے دیکھتے کہا۔حد سے زیادہ اسے جیلسی محسوس کر رہی تھی۔ایک تو پہلے ہی سمیع اور فلک کی لگتی تھی اوپر سے ایک اور زہین لڑکے کا سمیع سے مل جانا حد سے زیادہ غصہ دلا رہا تھا۔

" جو بھی ہے سوال اچھے کر رہے ہیں نوٹ کرو سر نے آج کل کے ہی ٹاپک دینے ہیں آئی نیو اٹ " زینیہ نے نوٹ پیڈ پر جلدی جلدی لکھتے کہا۔
" تم کیوں نہیں سوال کر رہی آج ! " فلک نے اس کی طرف حیرت سے دیکھتے پوچھا۔
" جو سوال دماغ میں ہو وہ یہ نیا لڑکا کر دیتا یے " زینیہ نے ک دھے اچکا کر کہا۔

" زینیہ " سر نوید نے زینیہ کو پوائنٹ آوٹ کیا۔
زینیہ ادباً اپنی جگہ کھڑی ہو گئی۔اب کلاس اسی کی طرف متوجہ تھی۔

" سب ٹھیک ہے بچے ! " انہوں نے پیار سے پوچھا

" جی سر " سپاٹ لہجے میں جواب دیا اس کی عادت میں شمار تھا ایسے بولنا۔

"کوئی سوال نہیں کیا آپ نے " انہوں نے حیرت سے پوچھا۔

" سر یہ نیو ٹاپک ہے ابھی میں نوٹ کر رہی ہوں۔۔اس پر ورک کرنے کے بعد میں سوال کروں گی

" اسی لہجے میں جواب دیا۔

" گڈ مجھے امید ہے ہر بار کی طرح آپ کی پریزینٹیشن بہترین ہو گی " انہوں نے مسکرا کر کہا۔

" جی سر " ہلکی مسکان سے کہا اور واپس سیٹ پر بیٹھ گئ۔

بیٹھتے ہی نظر زولقرنین پر گئ جو آنکھیں سکیڑے اسے دیکھ رہا تھا زینیہ نے اسے ایسے اگنور کیا جیسے دیکھا ہی نہیں۔

زولقرنین نے بھی اسے اگنور کیا اور سمیع سے بات کرنے لگ گیا۔

" دل تو کر رہا ہے سر پھوڑ دوں دونوں کا " فلک جو ایویں غصہ آئی جا رہا تھا۔

" کیوں خون جلا رہی ہو ادھر دھیان دو " زینیہ اا کا دھیان کتاب کی طرف کیا۔

" او ہائے میرا نام زینب ہے یو کین کال می زینی یا پھر زینو " زینب جو کلاس کی امیر لڑکی تھی نئے ہنڈسم لڑکے کو دیکھ کر اس کی طرف لپکی۔

" ہائے میرا نام زولقرنین ہے۔۔۔آئی ول کال یو زینب مجھے نیک نیمز دینا پسند نہیں " چہرے پر بلا کہ سنجیدگی لاتے کہا۔

" نو ایشو اب تو ہم ملتے رہیں گے " اس نے بے باکی سے زولقرنین کے گال پر انگلی پھیری اور چلی گئ زولقرنین کا غصہ سے خون کھول اُٹھا۔

" کول ڈاؤن یہ ایسی ہی ہے " سمیع نے کہا۔

یہ سب زینیہ نے بھی دیکھا تھا اور وہ ناچاہتے ہوئے بھی غصے میں آ گئ تھی کتنی بے باک تھی وہ۔

" میں جا رہی ہوں لسٹ لگے تو بتا دینا " زینیہ کتابیں سنبھالتی باہر کی طرف بڑھتے بولی۔

" میں بھی آ رہی " فلک بھی تیزی سے اس کے پیچھے گئ۔زینیہ کے قدموں کو بریک لگی۔

" لسٹ کس نے دیکھنی ؟" اس کی طرف تیوروں سے دیکھا۔

" تم جاؤ میں آ کر بتا دوں گا " تبھی ارحم فٹافٹ اہنیجگہ سے اٹھتا اس تک پہنچتے بولا۔ج کہ سمیع کے پیچھے بیٹھا تھا۔ارحم کی شوخ آواز نے زینیہ کق غصہ دلا دیا۔زولقرنین اور سمیع بھی متوجہ ہو چکے تھے

۔

" who are you? " زینیہ نے ترخ کر پوچھا۔

اس سوال کی توقع کسی کو بھی نہیں تھی یہ سیدھی سادھی بے عزتی تھی. احمر سنجیدگی اے چپ ہو گیا

۔۔

" کماّون زینی میں۔۔"

" how dare to call me zeni?" زینیہ مزید غصے سے بولی۔

" سوری زینیہ " ارحم اپنی بے عزتی محسوس کر رہا تھا۔

زولقرنین خاموشی سے زینیہ کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔

اور ارحم کی درگت پر سمیع کو ہنسی آ رہی تھی۔

" زینیہ کہنے کی بھی ضرورت نہیں وی آر نتھنگ " اس کی طرف انگلی کرتے کیا۔

" سمیع ول یو پلیز وٹس ایپ دا لسٹ ! " زینیہ نے سمیع کو مخاطب کرتے کہا۔وہ مزید یہاں رک نہیں سکتی تھی۔

" نو ایشو ضرور " سمیع نے ہنسی ضبط کرتے سنجیدگی سے کہا۔

زینیہ جواب پاتے ہی کلاس سے چلی گئ۔

" پڑ گئی کلیجے میں ٹھنڈ۔۔باز کیوں نہیں رہتے ہم سے ؟" فلک ارحم کے پاس آتے بولی اور تن فن کرتی نکل گئ۔

ارحم جکا احساسِ توہین سے بڑا حال تھا۔پوری کلاس اس کی بے عزتی ہوتا دیکھ رہی تھی۔

" میں اس کا بدلہ ضرور لوں گا زینیہ شکیل " ارحم نے دانت پیستے خود سے کہا اور کلاس سے باہر چلا گیا۔

_*_______**_*_**___

" اس سے زیادہ بھی کوئی مغرور ہے اس یونیورسٹی میں لڑکی ! " زولقرنین نے زینیہ کو بے زار نظروں سے جاتا دیکھتے کہا۔

سمیع کا قہقہہ لگا۔زولقرنین نے اسے بےزار نظروں سے دیکھا بھلا اس میں دانت دکھانے کی کیا ضرورت تھی۔

" نہیں بلکل بھی نہیں وہ مغرور نہیں ہے وہ بہت نائس ہے بس فرق یہ ہے کہ وہ ہر ایک کو اس کی جگہ پر رکھنا جانتی ہے۔لڑکوں کو وہ ویسے بھی منہ نہیں لگاتی کافی کڑک ہے لڑکوں کے معاملے میں اس کو ایسے دیکھ کر لگتا ہے جیسسے ٹرین کیا گیا ہو " سمیع نے کہا کافی تفصیلی بات تھی جو زینیہ شکیل پر کی گئ تھی۔

زولقرنین نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

" کیا ! " سمیع نے اس کے ایسے دیکھنے پر کہا۔
" تجھے بڑا پتہ ہے اس کے بارے میں ! " زولقرنین نے اسے دیکھتے کہا۔

" ہاں گریجویشن سے ساتھ ہیں اب ماسٹرز میں ساتھ ہیں اب۔۔تب بھی اور اب بھی میں کافی لحاظ سے بات کرتا ہوں" سمیع نے سنجیدگی سے کہا۔

" تمہیں کیسے منہ لگا لیا اس نے پھر ! "

زولقرنین نے اس کی طرف دیکھ کر کہا پسند جو نہیں آیا تھا کہ سمیع اس لڑکی کی تعریف کر رہا تھا۔

" ہاں تو تم مجھے کیا بدتمیز سمجھ رہے ! " سمیع نے اس کے بازو پر ہٹ کیا۔زولقرنین کا قہقہہ لگا۔

" ویسے اس نے کھڑے کھڑے تین لوگوں کو پانچ طرح کے تاثرات سے ڈیل کیا " زولقرنین سی سوچ کے تحت بولا۔

" کیا مطلب ؟" سمیع کو سمجھ نہیں آئی۔

" پہلے مجھے پر سوچ نگاہوں سے دیکھا پھر ایسا اگنور کیا جیسے میں ہوں ہی نہیں " زولقرنین نے ایک انگلی سمیع کے سامنے کرتے کہا۔

" پھر جو اس کے ساتھ لڑکی تھی اس کے ساتھ کافی بے زار لہجے میں بولی " اس نے فلک کا حوالہ دیا۔

" وہ تو ہے ہی اس قابل " سمیع فلک کا تصور کرتے بولا۔دونوں کی لگتی جو تھی۔

" پھر اس لڑکے لی اچھی خاصی غصے میں بے عزتی کی۔۔پھر تم سے اچھے انداز میں بات کرنا اور آخر میں بنا کسی تاثر کے باہر چلی گئی " بہت مزے سے سمیع کو بتایا جا رہا تھا۔

" پاگل ہے کیا اتنا غور کر لیا ! " سمیع نے حیرت سے اسے دیکھتے کہا۔

" نہیں یہ عام سی بات تھی تو بھی غور کر سکتا تھا " زولقرنین نے کندھے اچکاتے کہا۔

" چلو بورڈ دیکھ آئیں سر نے لسٹ لگا دی ہو گی " سمیع اپنا بیگ اٹھاتے بولا۔زولقرنین بھی اس کے ساتھ چل دیا۔

" گھر کیوں کیفے جا رہی ہے نا ! " فلک نے اس کے پیچھے آتے کہا۔

" گھر جا کر بات کرتے ابھی سر میں درد ہے " اس سے گلے ملتے کہا اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھی۔ فلک اس سے مل کر واپس چلی گئی۔

زینیہ گاڑی میں بیٹھ تو گئی تھی لیکن اس کی سوچ کا مرکز زولقرنین تھا۔وہ اسی سوچ میں محو تھی کہ سامنے سے زولقرنین آتا دکھائی دیا۔
زولقرنین کی بائیک زینیہ کی کار کی سائیڈ پر پارک تھی۔نا چاہتے ہوئے بھی اس کا دھیان اس کے ہر عمل پر چلا گیا۔یہاں تک کہ اس نے یہ بھی نوٹ کیا کہ زولقرنین کے دائیں ہاتھ پر گول سا بھورے رنگ کا نشان تھا۔وہ دماغ پر زور ڈال رہی تھی کہ یہ نشان اس نے کہاں دیکھا تھا۔

" حیدر " یہ نام اس کے دماغ میں گونجا۔آنکھیں فٹ سے کھلیں۔

" لیکن وہ۔۔نہیں نہیں۔۔۔اس. کے ہاتھ پر زیادہ ڈارک نشان ہے۔۔ضروری تو نہیں کہ وہ ہو " وہ اپنی سوچوں اور خدشوں کو جھٹلا ری تھی۔

اسی دوران ہیلمٹ پہنتے ہوئے زولقرنین نے اسے دیکھا۔

زینیہ نے بھی اسے دیکھا

زولقرنین نے اس پر زیادہ فوکس نا دیا اور بائیک سٹارٹ کی اور چلا گیا۔

" اتنی اکڑ ! میں اسے گھور رہی تھی کچھ بولا کیوں نہیں۔۔کم سے کم مجھے ٹوکتا۔۔میری طرح اگنور کر کے گیا۔۔اسے تو میں دیکھ لوں گی " زینیہ نے دانت پیستے خود سے کہا۔وہ اسی کے انداز میں اگنور کر کے گیا تھا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

کہتے ہیں نا کہ اپنی راج نیتی میں اپنے جیسا اگر کوئی آ جائے جو آپ کے تیوروں کو ٹکر دینا جانتا ہو تو نیندیں کیا چین بھی فرررر ہو جاتا ہے۔وہی حال زینیہ کا ہو گیا تھا۔

" زولقرنین آفندی ،۔۔۔جینز سنیکرز۔۔۔۔۔پولو کی وائٹ ٹی شرٹ۔۔۔آئی گلاسز۔۔۔۔۔ماتھے پر جیل سے سیٹ کیا ہوا پف۔۔۔۔دائیں ہاتھ پر نشان۔۔۔لیکن حیدر نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔۔وہ تو کاغان گیا ہوا ہے نا۔۔۔۔۔وہ یہاں کیسے ! ۔۔۔اور اگر وہ ہی زولقرنین ہوا بھی۔۔۔تو کم سے کم مجھے ایسے اگنور نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔نہیں زینیہ وہ نہیں ہے حیدر۔۔۔۔وہ زولقرنین ہے۔۔۔۔"کمرے میں ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر مسلسل چکر کاٹتے وہ صرف ایک ہی شخص کو سوچتے خود سے بول رہی تھی اور وہ تھا زولقرنین جو اسے بری طرح سے کھٹک رہا تھا۔

" زینی اس نے ماسک بھی تو پہنا ہو سکتا ہے۔۔۔لیکن شکل تو کہیں سے حیدرر جیسی نہیں۔۔۔۔اور اس نے مجھے اگنور بھی کیا۔۔۔مجھے برا کیوں لگا۔۔۔۔۔۔اوففففف۔۔۔میں سوچ ہی کیوں رہی ہوں اسے ! ! ! ۔۔زینیہ تو پاگل ہو جائے گی " اپنے سر کے بال پکڑتی وہ جھنجھلا کر بولی اور رائیٹنگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھ گئ۔

وٹس ایپ کی رنگ ہوئی۔
موبائل اٹھایا تو سمیع کا میسج تھا اس نے کسٹ شئیر کی تھی۔بے سختہاس کا دل کیا کہ دیکھے کہ سر نے اس زولقرنین کا نام کس گروپ میں شامل کیا ہے۔

چار گروپس تھے چھ چھ میمبرز کے ساتھ۔زینیہ کا تیارا گروپ تھا جس میں فلک سمیع زینیہ زینب علی اور زولقرنین تھے۔آخری نام پڑھتے چار سو چالیس کا جھٹکا لگا تھا۔پوری آنکھیں کھولے دو سے تین بار نام پڑھے۔

" اس کو کیوں ایڈ کیا سر نے ؟ دانتوں کو کچکچاتے کہا۔

اس نے فون اٹھایا اور سمیع کو کال ملائی۔

سمیع اور زولقرنین دو گھنٹے سے نوٹس ڈسکس کر رہے تھے تبھی سمیع کے موبائل پر * مس فائر z * جگمگا اٹھا۔

سمیع نے حیرانی سے فون اٹھا کر دیکھا پھر پلٹا پھر سیدھا کیا کہ یہ اس کا ہی فون ہے نا اسے کافی حیرانی ہوئی کہ زینیہ نے اسے فون کیا تھا۔

" اسلام علیکم " نہایت تمیز سے سلام کیا گیا۔

" وسلام سوری ٹو ڈسٹرب بٹ ائی ہیو ٹو آسک سمتھنگ " زینیہ نے سنجیدگی سے مگر نرم لہجے میں جواب دیا۔

سمیع نے زولقرنین کو دیکھا جو دھیان سے کان لگائے سن رہا تھا کیونکہ سمیع نے کال کو سپیکر پر ڈال دیا تھا۔

" جی کہیے زینیہ " سمیع نے کہا۔

" آپ جانتے ہیں کہ سر نے گروپنگ کی ہے چلیں یہ بھی میں ایکسپٹ کر لوں گی کہ زولقرنین کو ہم گروپ میں رکھ لیں مگر زینب۔۔۔میں اس کے ساتھ کام نہیں کرنا چاہتی یا تو اسے کسی اور گروپ میں کر دیتے ہیں یا میں ایکسچینج کر لیتی ہوں " زینیہ نے اسی لہجے میں کہا کہنا تو وہ زولقرنین کے خلاف چاہتی تھی لیکن بول وہ زینب کے خلاف گئ یہ فطری طور پر ہوا تھا۔

"نہیں آپ کیوں جائیں گی میں نے سر سے بات کرنا چاہی تھی مگر سر نہیں مانے " سمیع نے فوراً سے جواب دیا۔کافی تہزیب سے جواب دیا گیا تھا۔زولقرنین تو اس کے ادب پر حیران ہو رہا تھا۔اور ہضم بھی نہیں ہو رہا تھا تبھی اس کے ہاتھ سے موبائل لیا۔

" لسن مس وٹ ایور یو آر ، گروپنگ کا مطلب آپ کی پرسنل رائے نہیں ہوتی ، یہ ہو۔۔۔ وہ نا ہو۔۔ آپ کو اپنے پارٹ پر دھیان دینا ہوتا ہے۔۔۔آپ کی رائے پر سب چلیں تو ڈگری تو کوئی حاصل نا کر سکے ، گروپنگ کیلیے ہم سے نہیں پوچھا گیا۔۔۔اور آپ کو بھی مسئلہ نہیں ہونا چاہیے۔۔سو جسٹ

فوکس آن یور ورک ڈونٹ ٹرائے اینی فولش " دانتوں کو پیستے ہر لفظ کو چبا چبا کر کہا جیسے کوئی بھڑاس نکال رہا ہو۔لہجہ بے حد بیزار تھا۔

مگر آگے سے جواب نا ملا۔

زولقرنین نے آئی برو اچکا کر سمیع کو دیکھا۔

" ز۔۔زینیہ " سمیع نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

" بیت شکریہ سمیع یہ بتانے کیلیے کہ میں نے آپ کو کال ملا کر غلطی کی امید ہے کہ آپ اب جس پاٹنر کے ساتھ کام کریں گے وہ کافی چیلنجنگ ہیں گڈ لک اللّٰہ حافظ " نرم لہجے مگر سنجیدگی سے جواب دیا اور کال کٹ گئی۔

" کتنی اکڑ ہے اس میں " زولقرنین کو حیرت ہوئی کہ جوابی کاروائی کیوں نہیں کی۔اتنی تو انسلٹ کی تھی اس نے۔

سمیع نے اپنا سر پکڑ لیا اسے امید نہیں تھی کہ زولقرنین ایسا کچھ کرے گا۔

" یہ کیا کیا تم نے ! " وہ زولقرنین پر دھاڑا۔

" بس کرو۔۔کتنا سر چڑھایا ہوا ہے تم نے اسے ! ۔۔اور دیکھ لینا اسی گروپ میں رہے گی اکڑ دیکھو زرا اوپر سے دبنگ بنتی ہیں ایسی لڑکیاں مگر اندر سے گیدر جیسی ڈرپوک ہوتی ہیں " زولقرنین نے غصے سے کہا اور نوٹس پر دھیان دیا۔

" تو۔۔تو پاگل ہے ؟؟؟ اس سے جتنی عزت سے بات کی جائے کم ہے۔۔۔چار سالوں سے ساتھ ہے ہمارا ہر بار ہماری گروپنگ ہوتی ہے۔۔۔اور تو نے کیا کیا ! ! اس کے کلوز۔۔۔اس کے کی پوائنٹس لیول کے ہوتے ہیں۔۔۔وہ وہ پوائنٹس پک کرتی ہے جو ہم نہیں کر پاتے۔۔۔۔اس کی نظروں میں مجھے تم نے گرا دیا بیوقوف " اس نے زولقرنین کو خونخوار آنکھوں سے دیکھتے چیختے کہا۔

" دوست تو میرا ہے ڈر لڑکی سے رہا ہے بس کر " زولقرنین کو وہ اوور ری ایکٹر لگ رہا تھا۔

" تجھے نہیں پتہ کچھ " سمیع نے سر جھٹکا۔

"اگر اس نے گروپ لیو کیا تو پھر دیکھنا میں تجھے نہیں چھوڑوں گا " سمیع نے اسے وارن کرتے کہا۔

" اچھا بس کر۔۔۔ڈرمہ ایکٹر کیوں نہیں بن جاتا " زولقرنین اسے ٹوکتے بولا۔

سمیع نے اسے گھورا جو اسے ایکٹر بنا رہا تھا اس کے سچے تاثرات کو ایکٹنگ کہہ رہا تھا۔

" یہ لڑکیاں صرف لمبی لمبی پھینکنا جانتی ہیں ہوتا کچھ بھی نہیں ان سے ٹینشن فری رہ " زولقرنین نے سر جھٹکتے کہا۔زولقرنین کا یہ انداز تھا کیسے اٹ کڑ کے کا ویر زینیہ سے پال لیا ہو۔

" سر مجھے اس گروپ میں نہیں کام کرنا " زینیہ نے تقریباً پوری کلاس پر ہی بمب پھوڑا تھا۔ سمیع نے حیرت سے زینیہ کو اور غصے سے زولقرنین کو دیکھا۔
" لیکن کیوں ! " انہوں نے اس سے پوچھا۔

" سر مجھے مسئلہ اس گروپ کے میمبرز سے " بنا کسی لحاظ کے صاف وجہ بتائی۔

اتنی صاف گو تھی یہ زولقرنین کو علم ہو گیا تھا کہ محترمہ اصل بات کھولنے میں دیر نہیں لگائے گی اور دماغ کے کسی کونے میں یہ ڈر بھی آ گیا کہ کل رات کی گئی بدتمیزی نا سر کے سامنے رکھ دے۔
" جیسے کہ کیا مسئلہ ہے ؟" سر نے گلاسز اتارتے وجہ دریافت کی ان کے لیے شاکنگ بات تھی کہ زینیہ نے انکار کیا ہے

" سر مجھے فلک کے علاوہ سب سے مسئلہ ہے۔۔۔زینب مجھے کسی صورت قبول نہیں۔۔۔علی ٹھیک ہے لیکن میں ان کی رائے سے متفق نہیں ہوتی۔۔۔ سمیع سے مزید کوئی گروپنگ نہیں چاہتی اور رہے زولقرنین۔۔۔یہ کافی سمجھدار ہیں یہ بنا کسی گروپ کے بھی ایکٹولی کام کریں گے " سنجیدگی سے بات کرتے سب کے چہرے ہر ہوائیاں چھوڑ دی تھیں۔زولقرنین تو بس اس کی دیدہ دلیری کو دیکھتا رہ گیا۔ اس نے اس بات کو بھی تسلیم کیا کہ وہ اکڑو کے ساتھ زبان کی تیز بھی ہے۔

" زینیہ بچے۔۔۔ سمیع اور علی آپ کے بہت پرانے میمبرز ہیں اب آپ لاسٹ سیمیسٹر میں اتنے سٹرونگ میمبرز چھوڑ رہی ہیں ایسا کیوں ! " سر نے مسکرا کر نرمی سے دریافت کیا۔پوری کلاس زینیہ کو دیکھ رہی تھی۔

" سر اس کی وجہ زولقرنین ہے " زینیہ نے انتہائی صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

زولقرنین نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسد شمن صفت لڑکی کو دیکھا جو بنا ڈرے بول گئی تھی یعنی اس نے عزت بھی نہیں رکھی۔

سر نے زولقرنین کی طرف دیکھا جو خونخوار نگاہوں سے زینیہ کو دیکھ رہا تھا انہیں ایک پل لگا یہ سمجھنے میں کہ غلطی کس طرف سے ہوئی ہے۔

" آپ بتائیں کیا رائے ہے آپ کی ؟" سر نے بات جو ختم کرتے زینیہ سے پوچھا۔

سمیع کا چہرا مرجھا سا گیا کیونکہ وہ جان گیا تھا کہ سر نے اگر پوچھا ہے تو زینیہ یقیناً کسی اور گروہ کا انتخاب کرے گی۔

" سر میں ماہین اور فیصل کے ساتھ گروپنگ کرنا چاہوں گی " زینیہ نے ماہین کی طرف دیکھتے کہا۔جس پر ماہین کا چہرہ ایک دم خوشی سے چمک اٹھا۔

" سر وی آر آنرڈ اگر زینیہ ہمارے ساتھ گروپنگ کریں گی " فیصل نے خوشدلی سے کہا۔انہیں علم تھا کہ زینیہ جیسی زہین لڑکی کا گروپ میں میمبر ہونے کا کیا مطلب ہے۔

سب کچھ سامنے رکھتے ہوے ماہین اور فیصل کے گروپ سے دو میمبرز نکال کر زولقرنین کے گروپ میں کر دیے گئے۔اور اسی طرح زینیہ اور فلک کو ماہین اور فیصل کے گروپ میں کر دیا گیا تھا۔فلک اس لیے کہ وہ ہتھے سے اکھر گئ تھی کہ جہاں زینی وہیں وہ۔
سمیع کو بے حد افسوس ہوا تھا چار سال کا ساتھ تھا۔ہمیشہ ان کا گروپ جیتتا آیا تھا۔فیصل وغیرہ نے کافی ہاتھ پیر مارے تھے کہ کسی طرح زینیہ ان کی طرف ہو جائے مگر زینیہ نے سمیع کا گروپ نہیں چھوڑا تھا۔اب وہ پارٹنرشپ نہیں رہی تھی۔زینیہ کا فیصل کے گروپ میں شامل ہونا یعنی کھلے عام سمیع کو چیلنج کیا گیا تھا۔

زینیہ کے کی پوائنٹس ہمیشہ حیدر بنا کر دیتا تھا وہ فوجی دماغ کا بندہ تھا اور زینیہ کو اسی طرح سے ٹرین کرتا تھا چھوٹے چھوٹے طریقے بتاتا تھا کہ کیسے کسی چیز کی تحقیق کرتے ہیں۔اور یہی تو اصل راز تھا زینیہ کے زہین ہونے کا۔

زولقرنین کا جبڑا تن گیا تھا۔سمیع کا منہ خنک گیا تھا اور فیصل ماہین خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔

سر نے لیکچر دیا اور چلے گئے۔

سمیع ڈھیکے سے انداز میں اس کے پاس آیا۔

" چھوٹی سی غلطی کی اتنی بڑی سزا دے دی زینیہ ، پارٹنرشپ توڑ دی مجھے بات کرنے کا موقع تو دیا ہوتا " وہ کافی مایوسی سے بولا۔زولقرنین کن اکھیوں سے سب دیکھ رہا تھا۔

" جو تم نے اور تمہارے دوست نے زبان چلائی تھی اس کے بعد بھی تمہیں بات کرنے کا موقع دیتے ؟" فلک تڑخ کر بولی۔

" تم میرے منہ نا لگو چپ رہو " بہت تحمک سے بہت ضبط سے فلک کی تیز زبان کو برداشت کیا تھا ورنہ فلک کچھ کہے اور سمیع جواب نا دے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔

" زینیہ " سمیع نے اس مخاطب کیا جو بیگ میں نوٹس ڈال رہی تھی۔

زینیہ نے بیگ کندھے پر پہنا اور اس کے سامنے آئی

" میرے کردار میں ایک بات بہت کوٹ کر بھری ہے اور وہ ہے میری سیلف ریسپیکٹ کی ریسپیکٹ اگر کوئی تمہیں زیرو سمجھے اور خود کو کوئی توپ چیز تو بہتر اور تسلی بخش حل یہی ہے کہ اسے عمل اور محنت سے جواب دیا جائے۔۔۔مجھے چیلنج کیا گیا ہے سو آئی ایکسپیکٹڈ۔۔ملتے ہیں پریزینٹیشن والے دن فل فارم میں " زولقرنین پر ایک نگاہِ غلط ڈال کر وہ تیزی سے کلاس روم سے باہر چلی گئی۔

سمیع نے افسردگی سے اسے جاتے دیکھا۔پھر پاس کھری فلک پر نظر گئی جو آنکھیں تیکھی کر کے اسے دیکھ رہی تھی۔

" تمہیں کچھ کہنا ہے ! " اس نے ترخ کر فلک سے کہا۔

" اپنی آنکھوں کو کنٹرول رکھا کرو اور خبردار جو آئندہ سے ہائی ڈریسنگ کی۔۔۔لگنا تو ویسے بھی بونگے ہی ہوتا ہے تو بہتر نہیں کہ گندے مندے کپڑے پہن لیے جائیں " اس کی طرف زرا جھک کر دانتوں کو پیس کر کہا۔اس کے لہجے میں صاف غصہ جیلسی نمایا تھی۔اس کی طرف آنکھیں سکیڑتی کلاس سے باہر چلی گئی۔

مگر سمیع بوندو اس بات کو سمجھ نہیں پایا۔اس کو اس کی غصے والی آواز پر ہی غصہ آ گیا۔

جیسے ہی وہ مڑا تو سامنے زرمین کو دیکھا جو اپنی دوست کے کان میں سمیع کو دیکھتے کچھ کہہ رہی تھی اور اس کے چہرے پر حیا شرم کی سرخی واضح تھی۔اور سمیع کو اب سمجھ آئی تھی کہ فلک جی کیا بول رہی تھیں۔

" کیا کہا تھا میں نے وہ اس گروپ سے نکلنی نہیں چاہیے" زولقرنین کو آکر غصے سے کیا۔

" ڈونٹ وری دیکھ لوں گا " بنا سمیع کے غصے کی پرواہ کیے وہ بولا۔اور اٹھ کر کلاس سے چلا گیا۔اسکا غصہ ابھی تک ہائی تھا۔ایک لڑکی نے ٹکڑ دی تھی۔

💖💖💖💖💖💖💖💖💖💖

" اچھا تم اس کے ہانچ ہارٹ بناؤ اور گھنٹے کے اندر اندر میل کرو " زینیہ کال پر بولی اور فون کاٹ دیا

۔

دوبارہ سے کام کی طرف دھیان دیا۔

اچانک اسے کچھ گرنے کی آواز آئی۔وہ فوراً سے آواز کی سمت پلٹی۔مگر کچھ نا تھا کمرے میں۔

اپنا وہم سمجھ کر وہ دوبارہ لکھنے لگ گئی. ایک منٹ بھی نہیں گزرا تھا کہ اس بار زرا زور سے آواز آئی۔

اب تو اسے یقین ہو گیا کہ یہ معاملہ خراب ہے کوئی اس کے کمرے میں موجود ہے۔

اس نے لیپ ٹاپ بند کیا اور کمرے کا جائزہ لینے لگی۔

لمبے بالوں کا ڈھیلا جوڑا کیا ہوا تھا اور چند آوازہ لٹیں اس کے رخسار پر جھول رہی تھیں۔ڈھیلا سا کالے رنگ کا کرتا پہنے ہم رنگ ٹراوزرز وہ دبے دبے انداز میں پورے کمرے کو دیکھ رہی تھی۔یہ شاطر عادت حیدر نے ڈالی تھی بلکہ اسے ٹریننگ دی تھی۔کمرے کی ہر چیز چیک کرنے کے بعد وہ کھڑکی کی طرف آئی۔دروازہ کھولا تو سردی کی خنک ہوا اس سے ٹکڑائی۔سردیوں کی خنکتی ہوا تو زینیہ

کو بے حد پسند تھی۔ یہ ایک انمول تحفہ تھا۔ سرد ہوا اس کے رخسار سے ٹکرائی تو وہ گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔

ایک جانی پہچانی مہک اسے اس ہوا میں محسوس ہوئی۔ لیکن وہ اپنا وہم سمجھ کر دوبارہ کھڑکی بند کر گئی۔

۔

جیسے ہی مڑی اسے اپنے پیچھے کھڑاک ہوتی محسوس ہوئی جیسے کوئی پیچھے آ کر کھڑا ہوا ہو۔ قدموں کی چاپ سنائی دی۔

وہ بلکل الرٹ ہو گئی۔ آنکھیں چاروں طرف گھوم رہی تھیں۔

جیسے ی قدم قریب ہوئے وہی ایک مخصوص خوشبو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی۔ وہ وہیں پر ٹھٹھکی۔

" یہ۔۔۔ خوشبو۔۔۔۔ تو۔۔۔ حیدر ! " اس نے دل میں سوچا۔

اس سے پہلے وہ پلٹتی اس نے کسی کے ہاتھوں کو اپنی کمر کے گرد آتے دیکھا۔

وہ ان لڑکیوں میں سے نا تھی جو چیخیں مار کر آسمان سر پر اٹھا لیتی تھیں اسے بہادر تو حیدر نے بنایا تھا ورنہ وہ آج ایک معمولی ڈرپوک لڑکی ہوتی۔

جیسے ہی ان ہاتھوں نے زینیہ کی کمر کھینچ کر اپنے چوڑے سینے سے لگائی وہ ایک سیکنڈ میں سمجھ گئی کہ وہ کس کے حصار میں ہے۔ گرم سانسیں اس اپنی گردن پر محسوس ہوئیں۔

" حیدر ! " اس کے دل نے سرگوشی کی۔

" کیسی ہو جانِ من ؛" اس کے کانوں میں سرگوشی کی اور بڑے استحقاق سے اس کی گردن ہر اپنے تشنہ لب رکھے۔وہ پوری طرح سے لرز گئی تھی۔اس کی دھڑکن اتھل پتھل ہو چکی تھی۔اب بھی وہ خود کو سنبھالتی جھٹکے سے مڑی اور دور ہوئی۔

" ہزار دفعہ کہا ہے میرے ساتھ ایسی چیپ حرکتیں نا کیا کرو ، چیپ رومینس " اس کی طرف گھورتی دبی دبی آواز میں چیخی۔حیدر کا زندگی سے بھرپور قہقہ لگا۔

" مائی ڈیئر وائفی تو کیا کسی اور سے کروں چیپ رومینس ! " حیدر نے آنکھ دبا کر شرارت سے کہا۔

" کیا کہا ! ہمت کیسے ہوئی کہنے کی ! " وہ تن رگوں سے اس تک پہنچی اور اس کے کالرز سے پکڑ جر غرا کر بولی۔اب اس کا ارادہ وار کرنے کا تھا مگر آگے بھی حیدر مجتبیٰ تھا اسنے کمال مہارت سے اس کی کمر کر گرفت میں لے کر بیڈ پر گرا دیا۔اور جلدی سے اپنی گرفت اس کے وجود پر بھاری کر دی۔

" چھوڑو حیدر میں تمہارا قتل کر دوں گی " زینیہ دانت پیس کر بولی۔

" ہائے ! تمہارے ہاتھ سے سب قبول لیکن میری کچھ شرائط ہیں " اس کی ناک پر لب رکھتے مسکرا کر کہا۔

" کیس شرائط ؟" زینیہ نے اسے دیکھتے کہا۔اور یہاں زینیہ حیدر غلطی کر گئیں

" مجھے اپنا بنا کر۔۔۔کچھ گستاخیاں کرنے دینا " اس کے کان کے پاس ہونٹ لا کر نہایت فداوانہ انداز میں کہا۔وہ اس بات پر بری طرح سے لا ہو گئ تھی۔بے ساختہ آنکھیں بند ہو گئ تھیں۔وہ کیا کر سکتی تھی اسا کی گرفت نے اسے بے بسبکر دیا تھا۔
دھیرے سے اس کی گردن پر اپنا لمس چھوڑا۔اس کا کمس اسے اپنے اندر تک سکون کی مانند محسوس ہوا۔لیکن وہ بھی زینیہ کیا زینیہ جو حیدر جو اپنا شرمایا سا روپ دکھا دے۔اپنے خول میں آتے پوری جان لگا کر دور کرتے آزاد کیا اور بیڈ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ڈھیلا جوڑا کھل کر کمر پر بکھر گیا۔
بنا دوپٹے کہ وہ ایک آئیڈیل جسامت کی مالک حیدر کا صبر آزما رہی تھی۔حیدر بیڈ پر کہنی ٹکائے اسے دیکھنے لگا۔جو پرفیوم زینیہ نے اھنی باڈی پر لگایا تھا وہ تب ہی محسوس ہوتا تھا جب کوئی پاس جائے یا ہگ کرے اور حیدر کی تو گرفت میں تھی۔اسے پاگل کرنے کیلیے زینیہ کی خوشبو کافی تھی۔
." تم اندر کیسے آئے ؟ چوروں کی طرح کھڑکی سے کیوں آئے دروازوں ہر قفل لگائے ہوے ہم نے جو تمہیں نظر نہیں آئے ! " اس کی طرف تینھے چتونوں سے کہا۔
حیدر ہنس دیا اس کی تپی حالت پر۔

اس نے کرسی کھینچی اور بیٹھ گئ

For more visit (exponovels.com)

" بیگ 20 منٹس ہیں میرے پاس اتنی دوری کیوں ہے" اس کی کرسی کو اپنی طرف کھینچتے مسکرا کر کہا وہ کرسی سمیت ہی اس کے قریب ہو گئ۔

حیدر نے اسکے ستے ہوئے چہرے کو مسکراتے دیکھ کر بھرے پیار سے اس کے رخسار پر بوسہ دیا۔

" میری جان کس کا غصہ مجھ معصوم پر نکال رہی ہے ! " اس کی ٹانگوں کے ارد گعد اپنیٹکا گیں رکھتے وہ ایک طرح سے اپنے حصار میں کر گیا تھا۔

" اس زولقرنین کی وجہ سے غصہ چڑھا مجھے " بے اختیار ہی وہ دانتوں کو کچکچاتے بولی ایسے جیسے اس کے دانتوں میں زولقرنین ہو۔

" اچھا۔۔کیوں میری جانم تنگ کیا اس نے ! " اس کی آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے کرتے پوچھا۔

" تو اور کیا۔اس نے یہ کمپیٹیشن پرسنل کر دیا ہے میں بھی بتاؤں گی کنہ کس سے پنگا لیا ہے " وہ غصے سے بول رہی تھی۔

" دکھاؤ کہاں مسئلہ " اس کا ہاتھ پکڑ کر رائیٹنگ ٹیبل پر لایا

کم سے کم 15 منٹس تک اس نے زینیہ کو سارا جام سمجھا دیا۔

" ایسے ہی سر ہر سوار نا کیا کرو۔۔۔میرے علاوہ آپ کی زبان کیا آپ کی سوچ میں بھی کوئی نہیں ہونا چاہیے ! " اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بڑھتے کہا۔۔

" اچھا۔۔۔ورنہ کیا کرو گے ! " اس کی کالرز کو اپنی گرفت میں لیتے پوچھا۔۔

" حیدر عمل کر کے بتاتا ہے۔۔۔۔بول کر نہیں " اس کے ہونٹوں پر اپنی انگلی رکھے جزبات سے چور لہجے میں کہا.

زینیہ اس کی بات پر مسکرا دی۔

" ڈونٹ موو۔۔۔5 منٹ ہیں۔۔اور تمنا کوئی روک تھام کرو گی ناا ہی ہلو گی یہ 5 منٹس میرے ہیں ۔۔"اس کے کان میں کہا

زینیہ نے اسے حیرت سے دیکھا جو آج اسے اس نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ آج تو اس کے سارے حواس سلب کر دے گا۔

" حید۔۔"

" ششششش.۔۔۔۔کہا نا چپ۔۔۔بلکل چپ ! " اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھتے کہا۔

اس کی خمار بھری آواز نے زینیہ کو اپنی جگہ بے اختیار جامد کر دیا۔وہ سانس روکے بس اسے اپنے بے حد پاس دیکھ رہی تھی۔

" تم بہت حسین ہو" اس کے ہاتھ کو اپنے لبوں کے پاس لاتے کہا اور بوسہ دیا۔

" مجھے پتہ ہے کوئی اور بات کرو ! " اس چہرے پر انگلی سے لکیر کھینچتے وہ مسکرا کر بولی۔

" یہاں تمہیں شرمانا چاہیے نا ! " اسی خمار سے بھری آواز میں پوچھا۔
زینیہ کا قہقہہ لگ گیا.

" ڈونٹ ٹیل م۔۔۔"وہ کچھ کہنے ہی لگی تھی۔وہ لمس جو حیدر نے اس کی گردن پر چھوڑا تھا وہ اسے پاگل بنا رہا تھا۔بے اختیار اس کے سر کے بالوں پر زینیہ کا ہاتھ چلا گیا آنکھیں سکون سے بند ہو گئیں ۔وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس کی منمانیوں میں سکون محسوس کر رہی تھی۔

زینیہ نے مسکراتی نگاہوں سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔
" یہ میری قربت میں سرخ آنکھیں ہو گئیں ! نشہ تو نہیں ہوں میں ویسے " اس کی کالرز پر انگلی سے ڈیزائین بناتے اک ادا سے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھتے کہا۔
وہ ہنس دیا۔

" تم حیدر کا نشہ ہو۔۔۔۔تمہاری خوشبو۔۔حیدر کا نشہ ہے " اس کے چہرے سے ایک انچ کے فاصلے پر چہرہ کرتے کہا۔

" آہاں۔۔۔فوجی صاحب۔۔۔بہک رہے ہیں آپ کیا ! " اس کی کالرز پر گرفت کرتے اسی کے ڈائلاگ کو دہرایا۔

" تو بہک آپ ہی رہی ہیں"۔

" اچھا۔۔چلو۔۔ہو گئے پانچ منٹ " اس کے سینے پر زور دے کر دور کرتے کہا۔اس کی دھڑکن ایک سو بیس کی سپیڈ پر تھی اس سے پہلے حیدر اس کی دھڑکنوں کو سن کر بے خود ہوتا اس نے خود سے دور کر دیا

" تم سے بڑے بدلے لینے ہیں تم جو مجھ سے شرماتی نہیں ہو نا ! " حیدر اس سے خفا نظروں سے دیکھتا بولا۔اتنا جلدی دور جو کر دیا تھا۔یہ وقت کی قلت بھی بڑی بری دشمن ہوتی ہے کبھی کبھی۔ زینیہ نے لاپرواہی سے آئی برو اچکائیں اور ہنس دی۔

" خیال رکھنا اللہ حافظ " آگے بڑھ کر اس کے گرد حصار بنا کر سینے سے لگایا۔زینیہ نے بھی مسکرا کر اس کے گرد باہیں کی۔

" جب میں آؤں۔۔۔تو اور حسین بن کر میرے سامے آنا۔۔۔اور بتاؤں۔۔۔یو آر رئیلی ہوٹ گرل " اس کے کان میں سرگوشی کرتے کہا تو وہ ہنس دی۔
پیار سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔اور کھڑکی کی طرف بڑھا۔

" خیال رکھنا مسٹر فوجی " جیسے ہی وہ کھڑکی سے دوسری طرف ہوا تو زینیہ نے کہا۔

" اب تو رکھنا پڑے گا " اس کی طرف محبت سے دیکھتے کہا اور فوراً سے جمپ لگا کر وہ اس خنکتی رات کی تاریکی میں گھم ہو گیا۔

سرد ہوا کا گہرا سانس لیا۔لیکن اس سرد ہوا میں صرف حیدر کی خوشبو اور اس کے لمس کا جنون تھا۔
کھڑکی بند کرتی وہ بیڈ پر لیٹ گئی اس کی ٹانگیں نیچے لٹک رہی تھیں۔

پہلی بار وہ اس کے اتنے پاس آیا تھا اتنے قریب کے سانس بھی جدا نہیں ہو رہی تھی۔اس کا لمس اب بھی اسے اپنے ماتھے اور گردن گال پر محسوس ہو رہا تھا۔

" یقین نہیں آ رہا یہ وہی حیدر ہے۔۔جو مجھسے لڑتا تھا جھگڑتا تھا" اس کا تصور کرتے وہ خود سے بولی۔
حیا کے رنگ اس کے چہرے پر بکھر گئے تھے۔

فوراً سے چہرہ تکیے میں دے دیا۔
کیسے حیدر کہہ سکتا تھا کہ وہ شرماتی نہیں ہے۔

- کچھ اس ادا سے آج وہ پہلو نشیں رہے
- جب تک ہمارے پاس رہے ہم نہیں رہے

- میری زباں پہ شکوہ درد آفریں رہے
- شاید مرے حواس ٹھکانے نہیں رہے

- جب تک الٰہی جسم میں جان حزیں رہے
- نظریں مری جوان رہیں دل حسیں رہے

- جا اور کوئی ضبط کی دنیا تلاش کر
- اے عشق ہم تو اب ترے قابل نہیں رہے

- اے عشق نالہ کش تری غیرت کو کیا ہوا
- ہے ہے عرق عرق وہ تن نازنیں رہے

"چلیں وقت ضائع کیے بنا سب اپنی اپنی پریزنٹیشن دیں" پروفیسر نے سنجیدگی سے کہا۔

سب ہی الرٹ ہو چکے تھے۔وہ روسٹرم سے دور ہوئت اور بیک ڈیسک پر بیٹھ گئے جا کر۔
ہر گروپ آ کر اپنی اپنی پریزنٹیشن دینے لگ گیا۔سب اپنی اپنی محنت کے مطابق اپنی کارکردگی دکھا رہے تھے۔

زولقرنین کی بار بار نظریں زینیہ پر جاتی تھیں کہ اس کے تاثرات میں کوئی تو تبدیلی آئی ہو گی مگر وہ سب سے زیادہ پرسکون اور بنا کسی تاثر کے بیٹھی تھی۔ سمیع کو تو یہ خاموشی اور سکون کافی ڈرا رہی تھی آخر چار سال سے ساتھ تھا اسے تو علم ہی ہو گا کہ کیسے زینیہ کام کرتی تھی لیکن یہ بات زولقرنین کو نہیں پتا تھا۔وہ خوش فہم ہو رہا تھا کہ جس طرح وہ بیٹھی ہے پکا اس کے پوائنٹس کم ہوں گے یا کمزور ہوں گے۔

اب سمیع اور زولقرنین کے گروپ کی باری تھی۔اپنی زہانت کے بلبوتے پر ان کی پریزنٹیشن سب سے اعلیٰ تھی جس کی تعریف پروفیسر نے بھی کی تھی۔زولقرنین تو چوڑا ہو کر بیٹھ چکا تھا۔فتحمند مسکراہٹ کے ساتھ وہ زینیہ کو دیکھ رہا تھا جو اسے بلکل نہیں دیکھ رہی تھی۔

اب فیصل کے گروپ کی باری تھی۔ اس گروپ کے سب میمبرز نے اپنی پریزنٹیشن دی۔اور اتفاق تھا کہ پہلی بار فیصل اور اس کے گروپ کی پریزنٹیشن بہت اچھی تھی کیونکہ ان کو لیڈ زینیہ نے کیا تھا۔
آخر میں باری زینیہ کی تھی۔

جب زینیہ روسٹرم پر آئی تو زولقرنین کو ہنسی آ رہی تھی اسے لگ رہا تھا کہ زینیہ صرف ہانکنے والوں میں سے ہے کر کچھ نہیں سکتی۔
جب زینیہ نے پریزنٹیشن شروع کی تو زولقرنین کی ہنسی کو بریک لگی۔ اس کی انگلش بولنے کا ایکسنٹ بے حد اچھا تھا اور اس کے کی پوائنٹس اتنی امیزنگ تھے کہ وہ نا چاہتے ہوئے بھی دل میں داد دیے بنا نہیں رہ سکا۔ سمیع کو رہ رہ کر زولقرنین پر غصہ آ رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ زینیہ کیسے پریزنٹ کرتی ہے۔ سمیع جانتا تھا کہ زینیہ کی محنت کا راز کیا تھا اس کا کزن حیدر تھا جو اسے چھوٹے سے چھوٹا پوائنٹ پک کرواتا تھا۔
ہمیشہ کی طرح پروفیسر کو اس کی پریزنٹیشن سب سے اچھی لگی۔پوری کلاس نے تعریف کی ۔

" ویلڈن زینیہ مجھے آپ سے ایسی ہی امید تھی لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آپ کیسے اتنا اچھا پریزنٹ کرتی ہیں ! " پروفیسر نے حیرانی سے پوچھا ہر بار تو وہ انہیں الگ طرح سے امپریس کرتی تھی

" سر میرے کزن کیپٹن ہیں میں ہمیشہ انہی سے ٹپس لیتی ہوں مجھے پریزنٹیشن کے پوائنٹس کیسے بنانے ہیں وہ سکھاتے ہیں" ہلکی مسکان سے پروفیسر کو دیکھتے کہا۔

زولقرنین اسے یک ٹک دیکھ رہا تھا۔اس کی آنکھوں کی تپش زینیہ کو اپنے چہرے پر بخوبی محسوس ہو رہی تھی۔لیکن مجال ہے کہ زینیہ نے پلٹ کر اسے دیکھا ہو۔

پروفیسر اگلی لیکچر کے نوٹس دے کر چلے گئے۔
کلاس آہست آہستہ خالی ہونے لگی۔بس فیصک کا گروہ اور سمیع زولقرنین موجود تھے

" یو آر امیزنگ زینیہ " ماہین اس کے گلے لگتے بولی زینیہ مسکرا دی۔
" ہم سب نے کام کیا " خوش دلے سے جواب دیا۔

" زینیہ۔۔مبارک ہو یار " سمیع نے افسردگی سے پاس آ کر کہا۔
" بس کرو سمیع ایسے مرجھائے ہوئے چہرے سے کیوں بات کر رہے ہو اب تو تمہارے پاس اتنے زہین پاٹنرز بھی تھے " زینیہ نے زولقرنین پر ہلیا سا طنز کرتے کہا۔
اس کے لہجے کی کاٹ زولقرنین کو بخوبی محسوس ہو رہی تھی۔بے اختیار وہ ہنس دیا۔اسے اچھا لگا تھا اس کے منہ سے ایسا طنز کرنا۔نجانے کیوں۔۔

" کاش ہماری پارٹنرشپ نا ٹوٹتی " سمیع نے افسردگی سے کہا۔

" اٹس اوکے۔۔۔بس کرو " زینیہ نے مسکرا کر جواب دیا۔اب رونے دھونے کا کیا فائدہ تھا جب سب کچھ ہو ہی گیا۔

زولقرنین اٹھ کر ان کے قریب آیا۔سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

" آئی ام سوری " سنجیدگی سے زینیہ کو دیکھتے کہا۔

" کس لیے ! " زینیہ سے پہلے فلک غصے سے بولی۔

ایک دم سے ماحول بدل گیا تھا۔زولقرنین نے اسے دیکھا جو کڑے تیوروں سے گھور رہی تھی۔

" اس بات کیلیے کہ تمہاری مہارت سے چار سال کی پارٹنرشپ ٹوٹ گئی ! " اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔زولقرنین نے نظروں کا رخ بدلہ۔پشیمانی تو ہو رہی تھی۔

" یا اس لیے کہ تمہارے زہر خندہ باتوں کا وار زینیہ پر نا چل سکا۔"فلک کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔

سمیع کو کافی حیرانی ہوئی کہ فلک نے اس کی حمایت کی حیرت کی بات تھی۔

" آئی ام سوری میں غلط تھا سمجھ رہا تھا کہ تم بھی عام لڑکیوں کی طرح بس عام سی ہو۔۔۔لیکن تم نے مجھے غلط ثابت کر دیا. " زولقرنین نے سنجیدگی سے زینیہ کو دیکھتے کہا۔

" اٹس اوکے۔۔تم معافی مانگ رہے ہو تو اب کوئی مسئلہ نہیں " زینیہ نے ہلکی مسکان سے جواب دیا۔
" کیا ہم اب بھی پاٹنرز ہیں ! " سمیع نے ایک آس سے پوچھا۔
" بلکل " زینیہ نے خوش دلی سے کہا۔

" کین وی بی فرینڈز ! " زولقرنین نے زینیہ سے پوچھا۔کم سے کم وہ اب یہ ناراضگی نہیں رکھنا چاہتا تھا۔
" ہمم۔۔۔نو ایشوز " زینیہ نے کہا اور بیگ اپنے کندھوں پر پہنا۔

" تم تو بس کرو سمیع ویسے ہی بہت سڑیل تھے تم۔۔۔۔میں بہت خوش ہوں تم نکلے ہمارے گروپ سے " فلک نے سمیع کو چڑاتے کہا۔اور یقیناً وہ اس کی بات پر تپ چکا تھا
" تم نا چپ رہو میرے منہ نا لگو " سمیع نے اسے گھورتے کہا

" بس کرو تم دونوں ہر وقت کیوں موقع ڈھونڈتے ہو لڑنے کا" زینیہ دونوں کو ٹوکتے بولی۔

For more visit (exponovels.com)

فلک نے آنکھیں گھمائی کہ بئ یہی الجھتا مجھسے۔اور سمیع نے منہ ہی دوسری طرف کر لیا۔

" ہے گائز ایک گڈ نیوز ہے ہمارا ٹرپ جا رہا ہے " تبھی عمر اندر آتے بولا۔سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

" ہو گیا مزاک ! " سویرا اس کے پیچھے سے آتی بولی عمر ہنس دیا۔

" ہمارا ٹرپ نہیں سروے جا رہا ہے کاغان کیلاش اور سوات سر نعیم اور سر وجدان ہمیں لے کر جا رہے ہیں اور مزے کی بات بلکل فری جا رہے ہیں ہم " سویرا نے انہیں بتایا۔

" یہ تو بہت اچھا ہے ہم چلیں گے تم چلو گے زولقرنین ! " سمیع نے خوشی سے کہا۔

" نہیں بابا آرہے ہیں اس ہفتے پوسبل نہیں جانا " وہ مسکرا کر بولا۔

" تم چلتے تو اچھا لگتا نین " زینیہ نے مسکرا کر کہا۔اس پر زولقرنین نے اسے چونک کر دیکھا۔یہ نیا انداز ! سمجھ سے باہر تھا پھر پورے نام کی بجائے نین کہنا۔۔دل میں انجانی سے خوشی پیدا کر گیا تھا۔

For more visit (exponovels.com)

" میں ضرور جاتا اگر بابا نے نا آنا ہوتا " وہ مسکرا کر بولا۔

" جیسے صحیح لگے " زینیہ نے کہا اور باہر کو چل دی۔

" آپ بھی آئیں گی نا فلک " عمر نے بڑے پیار سے فلک کو مخاطب کیا۔

اس اچانک سوال پر سب کی بے اختیار نظر فلک پر گئی۔وہ سٹپٹا گئی ان نظروں سے۔اس نے سمیع کو دیکھا جو قہر برساتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔پاگل نا ہو تو ایک سیکنڈ میں لال پیلا ہو جاتا تھا۔

"جیی " ہلکی مسکان سے عمر کو دیکھ کر کہا۔اتنا شیریں جی جیسے اسی پر پریکٹس کرتی رہی ہو۔

عمر مسکراتا باہر چلا گیا۔ باقی سب بھی ایک ایک کر کے نکل گئے۔

جیسے ہی فلک جانے لگی سمیع نے اس کے بازو سے پکڑ کر سامنے کرتے اسے دیوار سے پن کیا۔

وہ اس اچانک حملے پر کملا گئی۔بے ساختہ اس کے منہ سے کراہ نکلی جتنی زور سے اس نے دیوار میں پن کیا تھا جیسے دیوار میں دھنسا دے گا۔

" لیو۔۔۔می آر یو کریزی " اس کے ہاتھوں کی سخت گرفت پر وہ دبی دبی آواز میں چیخی۔

" کیوں مسکرا رہا تھا تمہیں دیکھ کر ! " اس کی آنکھوں میں اپنی سرخ غصے سے بھری آنکھیں ڈالتے بولا۔

" اس کا طریقہ ہے بات کرنے کا ہر کوئی تمہاری طرح آگ نہیں برساتا" اس کی طرف دیکھتی دانتوں کو پیس کر کہا.

" جانتی ہو نا کون ہو تم ! ! ! جانتی ہو نا۔۔کس کی ہو تم ! ! " اس کی طرف دیکھتے انتہائی سرد لہجے میں پوچھا کہ فلک کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی ہو گئ. اس سے خوف سا آ رہا تھا۔اتنا جلالی تو کبھی نہیں ہوا تھا اب کیا ہو گیا تھا۔

" جانتی ہوں۔۔اچھے سے۔۔کون ہوں" پوری جان لگا کر اس کے بازو خود سے ہٹائے۔

سمیع نے غصیلی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

" بڑوں سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔۔۔اسی غلطی کا خمیازہ بھگتنے کیلیے مجھے اور تمہیں بھلی چڑھایا گیا ہے۔۔۔میرے سے دس فیٹ دور رہا کرو " اس کی طرف انگلی کرتی اسی سرد لہجے میں بولی جس لہجے میں وہ بول رہا تھا۔

" زبان سنبھال لیا کرو میرے سامنے فلک " اس کو وارن کرنے کے انداز میں کہا۔

" تم میرے منہ نا لگا کرو۔۔۔یہ نا ہو۔۔۔تمہاری ان جیلس ہوتی آنکھوں کو میں ناخن مار کر نکال دوں۔۔۔بھولو مت۔۔۔راجپوت ہوں۔۔۔باتیں ہانکنا ہمارا کام نہیں سمجھے " اس کے سینے ہر زور لگا کر دور دھکا دیتے کہا۔

سمیع نے مٹھیاں بھینچ لیں آنکھوں میں واضح سرخ کرچیاں تھیں جو اس کی طرف عمر کو مسکراتا دیکھ کر ابھری تھیں۔

فلک نے اس کی حالت کو دیکھا جو سیخ پا ہو چکا تھا اس سے پہلے حملہ کرتا وہ تیزی سے کلاس سے باہر چلی گئی۔

" آہہ ہ ہ ہ۔۔۔۔ڈیمٹ" زور سے دروازے پر ہاتھ مارا۔غصے سے سانس پھول گیا تھا. اس وقت کوئی اسے دیکھ لیتا تو کوئی مان ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ وہی سمیع ہے جو سب کے ساتھ حسنِ اخلاق سے میٹھے انداز سے بات کرتا ہے۔

" جان نا ہوتی نا۔۔۔۔تو جان نکال دیتا " اس کے ہیولے سے ہمکلام ہوتے کہا۔

کوئی اسے اتنا دیوانہ دیکھ لیتا تو کوئی اس بات پر بھی یقین نہیں کر سکتا تھا کہ سمیع جہانگیر راجپوت جس سے اتنا لڑتے ہیں یعنی فلک عالمگیر راجپوت پر پاگل ہے دیوانہ ہے۔اس سے بے پناہ عشق کرتا یے۔جس سے فلک انجان ہے۔

" کیا رپورٹ ہے کیپٹن ذی ! " ووکی ٹوکی پر جنرل وحید سکندر کی آواز ابھری۔

" سر میں اپنے ٹارگٹ پر آنکھیں رکھے ہوئے ہوں ابھی تک وہ تین دفعہ یونیورسٹی آیا ہے اور میں اسی تاک میں ہوں " آگے سے بھاری آواز میں کیپٹن نے جواب دیا۔

" گڈ یاد رکھنا پروفز کے ساتھ ٹارگٹ پر پہنچنا مجھے تم سے بہت امیدیں ہیں کیپٹن " جنرل وحید سکندر نے آگے سے کہا۔

" آپ کی امیدوں پر پورا اتروں گا سر" پورے جوش سے جواب دیا۔

" ہمم۔۔۔اور میری بیٹی کیسی ہے ! " انہوں نے مسکرا کر پوچھا۔

" آپ کی بیٹی بہت حسین ہے بابا " وہ اس کا تصور کرتے ہنس دیا۔

" خیال رکھنا۔۔۔"وہ اس کی مسکراہٹ بھانپ گئے تھے۔

" جی میری اس پر بھی نظر ہے بابا۔۔۔آپ کی بیٹی پر۔۔۔خیال رکھ رہا ہوں " شوخ انداز سے جنرل وحیدر سکندر کو کہا۔

" میں نے تمہیں اپنا خیال رکھنے کا کہا۔۔۔میری بھانجی کو کسی صورت تنگ نہیں کرنا۔۔اپنے ٹارگٹ پر فوکس کرو " وہ شروع میں مسکرا کر کہتے آخر میں تنبیہ کرتے بولے۔

" یس سر " سلیوٹ کرتے کہا۔اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

" آپ کی بیٹی۔۔۔۔اوف۔۔۔توپ چیز ہے " ووکی ٹوکی کو گھورتے کیپٹن ذی نے کہا۔پھر سر جھٹکتے کر لیپ ٹاپ کی سکرین کی طعف متوجہ ہوا جہاں سی سی ٹی وی کیمراز کی لائیو فوٹوج چل رہی تھی جس میں یونیورسٹی کی مختلف جگہیں سکرین پر تھیں۔

" یہ بھی رکھ لیتی ہوں۔۔ویسے کیا پتہ امی۔۔وہاں کاغان میں حیدر سے ملاقات ہو جائے ! " الماری سے گرم سویٹر نکالتی زینیہ نے کہا۔

." ہاں کیا پتہ۔۔۔ملے تو میرا پیار دینا " انہوں نے اس کے ہاتھ سے سویٹر لیتے کہا۔

" ہو ہائے۔۔۔امی جی۔۔۔شرم نہیں آ رہی آپ کو مجھے کیسی باتی سکھا رہی ہیں آپ میں۔۔۔جا کر سب کے سامنے اسے پیار دوں ! " زینیہ شرارتی انداز میں انہیں دیکھتی بولی۔

فزا شکیل نے جوتا اٹھا کر اسے مارا وہ جو الماری کے پاس کھڑی تھی اڑتا ہوا جوتا ٹھیک اس کے بازو پر لگا جس پر وہ ہنستی اپنا بازو ملنے لگی۔

" جوتا واپس لے کر آو میں تمہیں ایک اور لگاؤں " فزا شکیل نے اسے آنکھیں نکالتے کہا۔

" اچھا سوری سوری " زینیہ ہنستے ہوئے بولی۔

" کتنے مہینے رہ گئے ہیں تمہارے سیمسٹر ختم ہونے میں " اس کے بیگ میں کپڑے رکھتے پوچھا۔

زینیہ نے الماری سے منہ نکال کر انہیں دیکھا۔

" ابھی تین ماہ پڑے ہیں فائینلز ہیں۔۔کیوں پوچھ رہی ہیں ؟" نا سمجھی سے انہیں دیکھتے پوچھا۔

" سوچ رہی ہوں بس رخصتی کر دوں تمہاری " انہوں نے جواب دیا۔

" کیا جلدی ہے امی ؟ ایسے کہہ رہی ہیں رخصتی کی جیسے شہر سے دور بھیجنا مجھے۔۔۔میں نے تو خیر سے ایک کمرے سے نکل کر نیچے سیڑھیاں اتر نیچے حیدر کمرے میں بدھارنا ہے " زینیہ نے ہنستے ہوئے نقشہ کھینچا۔

فزا نے اس کی طرف گھور کر دیکھا تو اس کی ہنسی رکی۔

" بیٹیاں رخصت کرنے کیلیے ہی ہوتی ہیں۔۔۔ان کا اصل گھر ان کے شوہر کا ہی ہوتا ہے " فزا شکیل نے مسکرا کر پیار سے کہا۔

" تو ماتا جی میں اپنے شوہر کے گھر میں ہی ہوں وہ بھی بچپن سے " اپنی آنکھوں کو ٹمٹماتے کہا۔

" تمہارا نہیں کچھ ہو سکتا ہے بہت لاپرواہ ہو " فزا شکیل نے اس کے سر پر چپٹ لگاتے کہا۔

" بہت ظالم ہیں آپ" منہ بگاڑتے جواب دیا۔

" ہر آپ ٹینشن نا لیں " اپنی ماں کے گرد حلقہ بناتے کہا۔

" میری بیٹی کے اللہ نصیب پیارے کرے آمین " فزا نے پیار سے اپنی بیٹی کا ماتھا چوما۔

" پھر سے آنکھیں بگھو لیں ! " نوین مجتبیٰ اندر آتے پیر سے بولیں تو فزا ہنس دی۔

"امی ساری زندگی آپ کے پاس رہنا ہے پھر کیوں رونے لگ جاتی ہیں " ان کی آنکھوں کو صاف کرتے زینیہ نے پیار سے کہا۔

نوین مجتبیٰ نے فزا شکیل کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

" میری بیٹی ہے فکر نا کرو " نوین نے مسکرا کر کہا۔
فزا شکیل بھی مسکرا دیں۔

جمعرات کی صبح وہ یونیورسٹی کی پارکنگ میں موجود تھے۔بس بلکل تیار تھی سب سٹوڈینٹس بھی تیار کھڑے تھے۔فلک بھی زینیہ کے ساتھ کیمرے سیٹ کر رہی تھی۔سمیع ابھی تک نہیں آیا تھا اور نا محسوس انداز میں فلک کو اسی کا انتظار تھا۔

" ہائے ! " احمر نے زینیہ کے پاس آ کر کہا۔

زینیہ نے ناگواری سے دیکھا۔

" جناب اتنے غصے میں کیوں رہتے ہو ؟" شیطانی مسکراہٹ سے زینیہ کو دیکھتے کہا۔

" فلک چلو ہم سر وجدان سے مل آئیں " اس کی بات کا جواب دیے بنا وہ فلک سے بولی کہ اس کے راستے میں احمر آ گیا۔

" پیار سے بات کرنے پر اتنا غصہ۔۔ہائے کہیں گستاخی کر دی تو۔۔آپ تو قتل ہی کر دیں گی ! " احمر نے اپنے ہونٹوں کو کاٹتے خباثت سے کہا۔

" مائینڈ یور لینگویج احمر۔۔۔ورنہ منی توڑ دوں گی اور تمہیں پتہ بھی نہیں لگے گا کہ کتنی ہڈیاں ٹوٹی ہی اور زبان کے کتنے ٹکڑے ہوئے ہیں" اس ی طرف انگلی کرتے و ہ کڑے تیوروں سے بولی۔فلک کا

ہاتھ پکڑا اور اس کی سائیڈ سے گزر کر دوسری طرف چلی گئی۔انہی حرکتوں کی وجہ سے اسے احمر زہر لگتا تھا۔

" تمہیں تمہاری اوقات نا یاد دلا دی تو میرا نام احمر ملک نہیں " اس کی پشت کو انتقامی نگاہوں سے دیکھتے کہا۔

" ویسے تو بہت چہک رہا تھا کہ میں آؤں گا اب دیکھو سب سے زیادہ لیٹ ہے " سامنے سے آتے سمیع کو دیکھ کر فلک نے دانت پیستے کہا۔

" اٹس اوکے۔۔کیا ہوا وہ لیٹ ہو گیا تو کہیں بزی ہو گا وہ ! " زینیہ نے فلک کو دیکھ کر کہا۔

" کہیں بزی نہیں تھا۔۔ صبح سے تائی جان نے اتنی بار دروازہ ناک کیا تھا کہ جلدی اٹھ جائے اور مجھے ساتھ لے کر آنا تھا۔۔یہ سویا ہی نہیں اٹھا مجھے تایا جان چھوڑ کر گئے یہاں۔۔۔نکما نا ہو تو " فلک صبح جا غصہ اب نکال ری تھی آنکھوں میں غصے سے شرارے ھوٹ رہے تھے۔

" اچھا چلو بس میں بیٹھو لڑتے نا رہا کرو " زینیہ نے اس کا غصہ زائل کرنے کیلیے ہاتھ کھینچا اور بس کی طرف لائی۔

اوپر چڑھتے ہوئے فلک نے ایک بار پھر اسے دیکھا جو فون پر نجانے کس سے بات کر رہا تھا۔سر جھٹک جر اوپر چڑھ گئ۔
سب بس میں بیٹھ چکے تھے.

" تو کہاں رہ گیا تھا ؟" زولقرنین کو بس کی طرف آتے دیکھ کر سمیع نے پوچھا

" سوری یار صبح ہی تو پلین بنا میرا " جلدی جلدی اتے وہ بس کی طرف بڑھے۔

بس کی اخر سیٹس بچی تھیں وہ دونوں وہاں چلے گئے۔

زولقرنین نے سیٹ پر چلتے ہوئے زینیہ کو دیکھا جو بیگ میں منہ دیے نجانے کیا ڈھونڈ رہی تھی۔ہلکے میک اپ اور حجاب میں وہ زولقرنین کے دل کی تاریں چھیڑ چکی تھی۔

" ہائے ! نین " زینب جو ابھی بس پر چڑھی تھی اس کی طرف ہاتھ ہلاتے بولی۔

زولقرنین نے بس مسکرانا مناسب سمجھا۔

زینب کی آواز پر سر اٹھا کر بس میں دیکھا تو اسے زولقرنین کہیں نا دکھا۔

" ہم یہاں ہیں زینیہ" سمیع نے پیچھے سے مسکرا کر کہا اور ایک نظر فلک پر ڈالی جو اپنے موبائل میں مصروف تھی۔ظالم حسینہ۔

" آپ دونوں کب آئے ؟" زینیہ خوشگوار موڈ میں بولی۔

" جب آپ اپنے بیگ میں گھسی ہوئی تھیں۔"زولقرنین نے نسکرا کر کہا تو زینیہ ہنس دی۔

اس کی ہنسی بھی بیت دلچسپ تھی پہلی بار وہ ہنسی تھی۔

" آپ دونوں کب آئے ؟" زینیہ نے دونوں کو دیکھ کر پوچھا۔

" تبھی میڈم جب آپ اپنے بیگ میں سر دیے ہوئے تھیں " زولقرنین نے شرارتی انداز میں کہا۔

" وہ میں ہینڈزفری ڈھونڈھ رہی تھی " وہ ہنستے اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

"چلیں اب تو مجھے اگنور نہیں کریں گی نا ! " اس کی طرف دیکھ کر شرارت سے کہا۔

For more visit (exponovels.com)

" نہیں بلکل کروں گی لازمی کروں گی " زینیہ اس کے جواب میں ہنستے ہوئے بولی کہ زولقرنین بھی ہنس دیا اس کے جواب پر۔

" ویسے زینیہ ہم دوبارہ پارٹنرشپ میں آ سکتے ہیں ؟" سمیع اس کے خوشگوار موڈ کا فائدہ اٹھاتے بولا۔

" تمہارا روگ ابھی تک ختم نہیں ہوا ؟ " فلک گردن موڑتی بولی۔

" تم میرے منہ نا لگا کرو سمجھی " سمیع نے بھی اسے تیزی سے جواب دیا۔

"بس کرو کیا لڑنے لگ جاتے ہو ہر جگہ تم دونوں ! کہیں سے بھی کزنز نہیں لگ رہے ہو " زینیہ نے دونوں کو ٹوکہ جو موقع نہیں جانے دیتے تھے۔

" وووٹ۔۔۔کزنز ! ! ! " زولقرنین حیرت سے بولا۔

" یس۔۔۔ڈونٹ یو نو ! انفیکٹ ان کا نکاح ہوا ہے " زینیہ نے ایک اور انکشاف کیا۔
زولقرنین نے چونک کر سمیع کو دیکھا جو برا سا منہ بناتا اپنے موبائل کو گھور رہا تھا۔

" نو وے۔۔۔جب بھی دیکھا ہے جنگلیوں کی طرح لڑتے دیکھا ہے نکاح ! یہ کیسے ! مجھے تو بھنک بھی نہیں پڑنے دی " اس نے سمیع کو کہنی ماری جو گھنہ میسنا تھا اندر کھاتے کی بات بتائی ہی نہیں۔

" بھلا موصوف کیوں بتائیں گے شان میں کمی جو آتی ہے" فلک نے بنا رخ موڑے جل کر کہا۔

" بلکل مجھے اپنی عزت بہت پیاری ہے " سمیع بھی کہاں پیچھے ہٹنے والا تھا۔

" واٹ عزت ! اتنے تم رہ گئے پاکستان کے پرائم منسٹر " فلک نے ترخ جواب دیا۔

" منسٹر نا صحیح تمہاری سوچ سے بھی زیادہ میری پرسنلٹی ہے " سمیع نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔

" تم.. "
" بس کرو " فلک جواب دینے لگی تھی کہ زینیہ نے تنگ آ کر روکا۔

" ہاں چپ کر کے بیٹھو۔۔۔لڑکیوں کی زبان بند ہی اچھی لگتی ہے " سمیع نے موبائل کی طرف دیکھتے کہا۔

" دیکھا تم نے۔۔۔اور تم کہتی ہو۔۔۔میں اس کدو سے پیار سے بات کروں ؟" فلک اس کی طرف دیکھ کر غصے سے بولی۔یقیناً وہ فلک کو تپانے میں کامیاب یو گیا تھا

" ویسے مزے کی بات پتہ کیا میں بھی اکثر حیدر کو کدو کہتی ہوں۔۔اس کے سامنے نہیں۔.امی کے سامنے اکثر " زینیہ ہنستے ہوئے بولی۔

" کون حیدر ! " زولقرنین نے چونک کر پوچھا۔
" میرے کزن حیدر " زینیہ نے مسکرا کر کہا۔
زولقرنین نے محض سر ہلایا وہ اس پر کیا جواب دیتا۔

" ویسے اتنا لڑتے ہو تم دونوں شادی کے بعد کیا کرو گے دونوں ! " زینیہ دونوں کو دیکھ کر مستی میں بولی۔

" میں تو پہلی فرصت میں اس کی لاش ٹھکانے لگاؤں گی اس کا قتل کر دوں گی اور اپنے کمرے کا فرش کھود کو اس میں اس کی لاش چھپا کر پھر سے فرش کو پلین کر کے سکون سے سو جاؤں گی " فلک نے بڑے مزے سے اپنے ہاتھوں کی اشارے سے نقشہ کھینچتے کہا۔
زینیہ اور زولقرنین کا قہقہہ لگا۔ سمیع کا حیرت سے منہ کھل گیا.

" او میڈم۔۔تم جسے میرا کمرہ کہہ رہی ہو نا وہ میرا کمرہ ہے۔۔اور تم ہو کمزور مخلوق جب تک تم نے ہمت کرنی ہے یا ارادہ کرنا ہے میرے قتل کا تب تک میں جمر بوائے میں اپنی نیند پوری کر کے سکون سے اپنے کاموں میں مصروف ہو جانا ہے " سمیع نے بھی اس کی طرف دیکھتے بڑے مزے سے جواب دیا۔ بئی ہم کیوں پیچھے ہٹیں۔

" او۔۔تو آپ پہلے نیند پوری کریں گے۔۔اوکے " زولقرنین نے زومعنی بات کہہ کر چھیڑا اسے۔
زینیہ کو سمجھ لگی تو وہ قہقہہ لگا گئ۔ فلک سرخ چہرے سے شیشے سے باہر دیکھنے لگ گئ۔
جبکہ سمیع نا سمجھی سے زولقرنین کو دیکھ رہا تھا۔
جب فلک کا چہرہ سرخ دیکھا اور یہ کہ وہ دوسری طرف منہ کر گئ ہے تو زولقرنین کی بات پر زور دیا ۔
جب سمجھ آئی تو اس نے زولقرنین کی گردن کو دبوچ لیا۔زینیہ کا پھر سے قہقہہ لگا

" میں نے کبھی ایسا نہیں سوچا بیغیرت " وہ دبے دبے غصے سے زولقرنین کو گھورتے بولا۔

" اچھا۔۔تو کیا نہیں سوچا آپ نے؟؟" زینیہ نے ہنستے سمیع کو چھیڑا۔

" کچھ نہیں۔۔اس سے بھی زیادہ۔۔۔اہم کام ہیں میرے " سمیع خجل ہوتا سرخ چہرے سے باہر دیکھنے لگ گیا۔

زینیہ اور زولقرنین کا پھر سے قہقہہ لگا۔

" کچھ لوگ زرا آہستہ بولیں گے ! " فلک نے زینیہ کو دیکھتے زرا بلند آواز سے کہا اشارہ سمیع کی طرف تھا۔

"تجھے لگتا ہے اس تیکھی مرچ کے بارے میں میں ایسا سوچ بھی سکتا ہوں ؟" سمیع نے زولقرنین کی طرف جھکتے ہنسی دباتے کہا۔تو زولقرنین ہنس دیا اس کی بات پر

" ہائے فلک " تبھی عمر جو ابھی بس پر چڑھا تھا اس کی طرف آتے مسکرا کر بولا۔
سمیع کی سماعت کیا وہ پورا کا پورا اس کی طرف متوجہ ہوا۔ماتھے پر بے تحاشہ شکنیں نمودار ہو گئیں۔

" او۔۔ہائے۔۔۔آپ لیٹ ہو گئے عمر ؟" فلک نے بہت پیار سے پوچھا. جانتی تھی کہ پیچھے سمیع جل بھن رہا ہو گا۔

سمیع نے دانت پیسے۔اسے تو کبھی آپ نہیں کہا اور عمر سے اتنا پیار ! .

" جی وہ بس میں لیٹ ہو گیا ٹریفک بہت تھی۔۔۔بائے داوے اچھی لگ رہی ہیں " عمر نے اپنے ازلی حسنِ اخلاق سے جواب دیا۔

" او شکریہ " فلک نے مسکرا کر کہا۔

سمیع کا غصے سے چہرہ لال ہو گیا تھا

" ہو گیا۔۔جاؤ یہاں سے۔۔بات کر رہے تھے ہم۔۔۔"سمیع کی بس ہو گئی تھی تبھی فلک کا بازو پکڑ کر اپنی طرف گھماتے کہا۔

زینیہ اور زولقرنین اس کے ایک دم غصے والے ری ایکشن پر حیرانی سے دیکھنے لگے۔

عمر اس کے سخت تیور دیکھ کر چپ چاپ چلا گیا۔

سمیع نے اس کا رخ اپنی طرف کیا اور اس کی طرف غصے سے دیکھنے لگا۔

بس کی سیٹس اس طرح سے تھیں کہ ہر سیٹ کے درمیان گزرنے کیلیے جگہ تھی۔اس طرح فلک کا ہاتھ پکڑ لینا کوئی مشکل کام نا تھا۔

فلک اندر سے سہم سسی گئ اپنی کلائی کو دیکھا۔جہاں اس کی گرفت بہت سخت تھی۔وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ سب کے سامنے خود پر کنٹرول نہیں کر پائے گا۔

" اٹس اوکے سمیع۔۔۔۔سب دیکھ رہے ہیں " زینیہ نے نرمی سے سمیع کو کہا کیونکہ سب سٹوڈنٹس انہیں دیکھ رہے تھے۔
فلک کی آنکھ میں نمی تیر گئ کیا وہ اس کی کلائی ہی توڑ دینا چاہتا تھا۔
زینیہ کی بات پر اس نے جھٹکے سے ہاتھ چھوڑا اور چہرہ کھڑکی کی طرف کر لیا۔

زولقرنین اور زینیہ نے ایک دوسرے کو دیکھا اتنا شدید ری ایکشن ہو گا یہ وہ بھی نہیں جانتے تھے۔
فلک درد برداشت کرتی تعیش بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی اور فوراً چہرا کھڑکی سے باہر کر لیا۔
آنکھوں سے آنسو لڑھک کر باہر آ ہی گیا۔

" wipe your tears and remove your lipstick."
وہ ابھی باہر دیکھ رہی تھی کہ اس کے نمبر ہر میسج آیا۔اس نے دیکھا تو سمیع کا تھا۔میسج پڑھ کر اس کے لب بھینچ گئے غصے سے۔

" go to hell " فلک نے بس یہی لکھا.

سمیع نے قہر برساتی نگاہوں سے اس کے سر کو گھورا مگر کہا کچھ نہیں۔

💖💖💖💖💖💖💖💖

رات کا وقت آ گیا تھا جب یہ کاغان پہنچے۔

" سر آگے چوکی پے فوجی کھڑے ہوئے ہیں شائد سیاحوں کی جانچ پرتال کے لیے " ڈرائیور نے سر وحدان کی طرف دیکھتے کہا۔

فوجیوں کے نام پر زینیہ کی تھکاوٹ بھک سے ختم ہوئی وہ چوکنی ہو چکی تھی آخر کو کاغان میں تھے اس کا حیدر بھی یہیں ہو سکتا ہے۔وہ دھڑکتے دل سے دعا کرنے لگی کہ اس کا چہرہ ہی بے شک دیکھ لے۔
فوجی سب اس طرف منہ کیے کھڑے تھے بس ابھی کچھ قدم پر تھی.
نجانے کیوں جب سے نکاح ہوا تھا وہ اس کی دوری اور کمی بہت محسوس کر رہی تھی۔

" ویلکم ٹو کاغان " بس جب چوکی کے پاس پہنچی تو سر وجدان باہر آئے انہیں دیکھ کر ایک فوجی نے پلٹ کر کہا۔

اس کی آواز تھی کہ جادو زینیہ کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔اللہ نے اس کی سن لی تھی وہ اس کا حیدر ہی تھا۔لیکن اس کی نظر بس میں بیٹھے مسافروں کی طرف نہیں تھی۔وہ صرف سر وجدان سے مخاطب تھا۔

" تھینک یو سر " سر وجدان نے مسکرا کر جواب دیا۔

" ابھی ہماری یہاں پر ڈیوٹی ہے آپ کی سیفٹی کیلیے۔۔اور صبح ہماری ڈیوٹیز تبدیل ہو جائیں گی۔۔۔تب تک کیلیے آپ کو کسی بھی قسم کی ضرورت ہو ہم یہاں موجود ہیں " اس نے حسنِ اخلاق سے سر وجدان سے کہا۔

" یار۔۔۔یہ فوجی کتنا ہینڈسم ہے ! " یہ آوازیں بس میں لڑکیوں کی گونجی تھیں۔زینیہ نے خونخوار نظروں سے سب کو دیکھا۔کوئی اور فوجی ہوتا تو وہ تائید کرتی لیکن یہ اس کا فوجی تھا کسی کی اتنی ہمت کہ اس کے فوجی کو ایسے دیکھے۔

" ہم یہاں ویزیٹرز کی طرح ہیں۔۔۔اپنے کمنٹس پاس رکھیں تا کہ عزت بنی رہے " زینیہ نے سنجیدہ لہجے سے کہا تو ان لڑکیوں کو چپ ہونا پڑا.

" تمہیں تو میں بتاؤں گی حیدر کے بچے۔۔۔"زینیہ نے دانت پیسے۔وہ جو سوچ رہی تھی اس کے سامنے جا کر اسے شاکڈ کر دے اب اس کا موڈ خراب ہو چکا تھا.

سر وجدان سے بات چیت ہوئی اور بس میں وہ واپس آ گئے اب ان کا سفر ہوٹل کی طرف جہاں ان کے لے رومز بک تھے۔

بس جیسے ہی آگے بڑھی حیدر نے بس کو دیکھا جس پر یونیورسٹی کا نام لکھا ہوا تھا۔وہ مسکرا دیا جانتا تھا کہ یہ بس کس یونیورسٹی کی ہے اور یہ بھی جان گیا تھا کہ اس کی زینی کا اس سروے پر آنے کا اصل مقصد کیا ہے۔

" ام کمنگ۔۔۔وائفی " بس کو جاتے دکھ کر وہ مسکرایا۔کم سے کم صبح نکلنے سے پہلے وہ ملنا چاہتا تھا۔ اگر یہ بس نا آتی تو وہ کبھی پلٹ کر زینیہ کو نا ملنے جاتا کیونکہ اس کا مشن زیادہ ضروری تھا اور اب اس کا مشن ہی تھا جو شہروں اور علاقوں میں گھما رہا تھا۔

سر وجدان کی پیروی کرتے ہوئے یہ ہوٹل کی طرف بڑھے جہاں ان کیرہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔ جگہ پتھریلی تھی۔ہر طرف تو پہاڑ ہی پہاڑ تھے۔یہ بات تو مشہور ہے کہ پیاڑوں کے رہنے والے ہی پتھروں پر چل لیتے ہیں۔

سب سنبھل سنبھل کر چل رہے تھے۔زینیہ نے سنیکرز پہنے ہوئے تھے لیکن پھر بھی اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔خود کو مضبوط کرتے وہ اونچائی کی طرف بڑھ رہی تھی کہ اس کے قدم لڑکھڑا گئے. اس سے پہلے وہ پیچھے کی طرف گرتی کسی مضبوط ہاتھوں نے اسے سنبھال لیا۔

" حیدر ! " شناسائی خوشبو پر اس کے لب پھرپھرائے۔

" آر یو اوکے ؟" زولقرنین کی بھاری آواز اس کے کانوں سے ٹکڑائی۔اور اسے سیدھا کیا۔

زینیہ نے اسے دیکھا اس کا وہم غلط ثابت ہوا

" ہمم " اس کو بس یہی جواب دیا اور آگے بڑھ گئ۔جب سے چوکی سے حیدر کو دیکھا تھا اس کی سوچوں کا محور بس وہی تھا۔بے اختیار اس سرد ہوا میں اس کی کمی اس کی یاد نے زینیہ کو اداس کر دیا۔

زولقرنین نے اسے جاتے دیکھا وہ خاموش ہو گئ تھی یا اسے لگا۔یا اداس تھی۔

" نائس پرفیوم زینی " اس کی خوشبو جو اس کو سنبھالتے ہوئے محسوس کرتے کہا۔

😎😎😎😎😎😎😎😎

" آپ سب ریسٹ کریں صبح سے کا شروع ہو گا "پروفیسر نے سب کو ان کے رومز کی چابیاں دیں۔

دو سٹوڈینٹس کے لیے ایک روم تھا۔

" تم ٹھیک ہو ؟" فلک کمرے میں آتے ہی اسے دیکھ کر بولی

" ہاں بس تھک گئ میں " اپنے بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بناتے کہا۔

" تم ایسا کرو دروازہ بند کرو میں کوفی لے کر آتی ہوں " فلک نے کہا اور کمرے سے چلی گئ۔

زینیہ نے دروازہ بند کیا۔ایک سرد ہوا کا جھونکا اسے اندر آتا محسوس ہوا۔ جھر جھری لے کر کھڑکی کی طرف بڑھی۔ لیکن جب کھڑکی کے پاس آئی تو مہکتی سرد ہوا نے استقبال کیا۔وہ آنکھیں بند کر کے ایسے ہی اس سرد ہوا کو اپنے اندر اتارنے لگی۔

تبھی اسے لگا جیسے ہوا میں خوشبو گلی ہے اور نرم نرم گرم لمس س نے اس کے گال کو چھوا۔

اس نے فوراََ سے آنکھیں کھولیں۔سامنے ہی مسکراتا حیدر تھا جو ایک ہاتھ سے کھڑکی کا پٹ پکڑے دوسرے سے اس کا گال چھو رہا تھا. زینیہ کو اپنا وہم لگا کیونکہ وہ کونسا حیدر کے سامنے گئ تھی جو اسے علم ہوتا کہ زینیہ یہاں ہے۔

" تو پاگل ہو گئی ہے ایسا کچھ نہیں ہے " اپنا وہم سمجھتی وہ بیڈ کے پاس چل کر رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی۔

حیدر مسکراتا ہوا اندر آیا۔چلتا ہوا اس کے پیچھے آیا اپنی کمر پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

اس کی خوشبو کو پھر پاس محسوس کرتے وہ دھڑکتے دل سے پلٹی کہ سامنے اسے ہی پایا۔

فوجی پینٹ ، جیکٹ ،شوز، بازووں کی آستینیں و کہنی تک فولڈ تھیں ، اپنی بھرپور وجاہت سے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

" یو آر مسنگ می ڈیئر وائفی ؟" اس کی طرف مسکرا کر پوچھا۔
اس کی موجودگی کو مانتے اس کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرا جسے حیدر نے جلدی سے اپنے پوروں سے چن لیا۔

" گو می آ ہگ وائفی ؟" اس کے سامنے باہیں پھیلائیں کہ وہ بے اختیار اس کے سینے سے لگ گئی اور سختی سے اس کے گرد حصار کیا۔
حیدر نے حیرانی سے اس کے سر کو دیکھا جو اسے اتنی ٹائٹلی ہگ کیے کھڑی تھی۔

" کیا ہو گیا یار ! سب ٹھیک ! " اس نے پیار سے اس کے سر پر لب رکھتے پوچھا۔

" میں نے بہت مس کیا۔۔پتہ نہیں کیوں۔دل کر رہا تھا تم آ جاؤ۔۔۔کہیں سے۔۔۔دعا کر رہی تھی کہ تم آ جاؤ اور میں تمہارے گلے لگ جاؤں تا کہ بے چینی دور ہو " اس کے سینے لگے وہ پر سکون ہوتے بولی۔

" اللہ لڑکی شرم کرو کیسے میرے سینے سے لگنے کی دعائیں کر رہی تھی شرم کرو زرا " اس کے سر کی طرف دیکھتے مصنوعی رعب سے کہا۔

" بھول جاؤ کہ زینیہ کبھی تم سے شرمائے گی " اس کی طرف دیکھتے شرارت سے کہا۔

" تو پھر میڈم آپ ہمیں بہکا رہی ہیں " اس آنکھوں میں جھانکتے گھمگھیر آواز سے کہا۔

" ایسے کیسے بہکنے دوں گی " اس کے سینے پر زور ڈال کر پیچھے کیا۔حیدر نے کمر پر بازو ٹکا کر اس کی طرف مصنوعی غصے سے دیکھا۔

" چلو جاؤ فلک آنے والی ہے " ہنستے ہوئے حیدر کو کھڑکی کی طرف دھکیلا۔

" میں یہاں تمہارے لیے آیا ہوں اور تم مجھے بھگا رہی ہو وہ بھی خالی ہاتھ ؟" اس کا ہاتھ سختی سے پکڑتے کہا۔

" اب کیا کروں ؟" زینیہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھتے کہا۔

تو حیدر نے مسکراتے اپنا گال پیش کیا۔

" بلکل بھی نہیں۔۔فلک آ جائے گی تمہارا رومینس ہی ختم نہیں ہو رہا " زینیہ نے خفگی سے کہا۔

". دے رہی ہو یا میں خود لوں ؟" حیدر ے تیوری چڑھائی۔
زینیہ نے نفی میں سر ہلایا۔

حیدر نے اس کو کھینچ کر اپنی گرفت میں کیا۔گرفت بھی ایسی کہ وہ جکڑ چکی تھی اس کے آہنی بازووں میں۔حیدر نے مسکرا کر اس کے رخسار پر لب رکھے۔اس کے لمس سے بے اختیار اس کی آنکھیں بند ہوں اور اس سے پہلے وہ اس کی حیا کی لالی دیکھتا وہ اپنے خول میں واپس آ گئ۔

" ہو گیا۔۔جاؤ اب ! چھوڑو مجھے " مصنوعی بےزاریت سے کہا۔حیدر نے بامشکل اس کی شکل دیکھ کر قہقہہ روکا۔

" جانِ حیدر آپ میری کمزوری نہیں طاقت ہیں اتنی سی شرارت ہر بگڑ رہی ہو۔۔۔جب میں نے۔۔ کبھی۔۔بڑی گستاخی۔۔۔۔۔کر دی تو ؟" گستاخی ہر زور دے کر اس کے لبوں کو دیکھا۔

" حیدر چھوڑو مجھے " زینیہ نے پاؤں اٹھایا تا کہ اٹیک کر سکے کہ حیدر نے بڑی مہارت سے اپنے ٹانگوں کے درمیان اس کی ٹانگ لاک کر دی اب تو اور وہ ہل نہیں پا رہی تھی۔

" اچھا جی ہمارے گُر ہم پر ہی آزمائے جا رہے ہیں ؟" اس نے شرارتی انداز میں دیکھتے کہا۔

" زینی۔۔اوپن دا ڈور " تبھی فلک کی جھنجھلائی ہوئی آواز دروازے سے ابھری۔

" لو وہ آ گئی۔۔۔چھوڑو اور جاؤ حیدر " زینیہ نے جلدی سے کہا۔

" گیو می آ کس اون مائی چِک بے بی " اس کی طرف آئی برو اچکاتے کہا۔زینیہ نے فٹاک سے اس کے گال پر بوسہ دیا کہ حیدر نے حیرانی و شاکڈ ہوتے اسے دیکھا۔

" تمہارے اندر نزاکتیں دیکھنے کی چاہ رہ گئی میری " حیدر نے اس کے گال کو دوبارہ شدت سے چوما اور چھوڑ دیا۔

" کیونکہ مجھے تمہیں کھونے کا ڈر نہیں اور تم سے کیوں کروں میں شرم ! " کھڑکی کی طرف دھکیلتے بولی۔

For more visit (exponovels.com)

" کیسا زمانہ آگیا ہے بیویاں ایسے شوہروں کو کھڑکی سے دھکا دیتی ہیں " حیدر نے اس کی طرف دیکھتے معصوم انداز سے کہا۔

" شکر کرو میں نے دھکا نہیں دے دیا" ہلکی ہنسی میں اسے دیکھ کر بولی۔

حیدر نے پیار سے اس کا ماتھا چوما اور باہر چلا گیا۔

زینیہ نے مسکرا کر کھڑکی بند کی اور دروازے کی طرف آئی جہاں فلک مسلسل آواز دے رہی تھی۔

دروازہ کھولنے ہر وہ جھنجھلائی سی سرخ چہرے سے اندر آئی ہاتھوں میں کافی کے کپس تھے۔سانس تک بے ترتیب تھی جیسے بھاگ کر آئی ہو۔

"کب سے کہہ رہی تھی دروازہ کھولو تم کہاں تھی" اندر آتے بولی۔

" کیا ہوا تمہیں چہرا لال کیوں ہے " زینیہ نے اس سے کافی کا کپ لیا تو پوچھا۔

" وہ۔۔۔سردی زیادہ ہے نا باہر " دوبارہ گال تپ کر گلنار ہو گئے تھے۔جو خیال اس کے دماغ میں آیا تھا وہ اسے مزید سرخ کر رہا تھا۔

جب فلک کافی لینے باہر گئ تو بجائے اس کے کہ فون کر کے آرڈر کر دے نیچے پہلے فلور پر گئ۔
کافی لینے جب کیفے گئ تو وہاں اتفاق سے سمیع بھی کھڑا تھا۔جو کچھ خرید رہا تھا۔

" ایکسکیوز می دو کپ کافی " فلک نے ماکرا کر کہا.
سمیع نے اس کی رخ موڑ کر اسے دیکھا۔وہ اتنی حسین کیوں لگی اسے ؟ بس میں تو نہیں دیکھ سکا تھا کہ وہ کس حلیے میں ہے لیکن اب اس کا سراپا قیامت خیز کیوں لگ رہا تھا۔اس کی مسکان تو جیسے سمیع کی آنکھوں میں رہ گئی۔بلیک کھلا سا ٹراؤزرز بلیک ہی شارٹ کرتا کندھوں کے گرد شال ہائی ٹیل آنکھوں کو حسین بناتا آئی لائنر لبوں پر ریڈ لپسٹک اور مخروطی انگلیوں میں انگوٹھیاں جو بہت سوٹ کر رہی تھیں۔وہ یونیورسٹی میں جب بھی اسے دیکھا تو ویل ڈرءس میں دیکھا گھر میں بھی سامنا کم ہی ہوتا تھا لیکن اب اس کا عام سا حلیہ اتنا ہاند کیوں آ رہا تھا۔اس کی نگاہیں جیسے فلک کے سراپے میں الجھ گئ تھیں. اس کی پر حدت نگاہیں فلک کو خود پر محسوس ہو رہی تھیں لیکن وہ ظاہر نہیں کر رہی تھی

" سر ! " کاؤنٹر پر کھڑے شخص نے سمیع کو بلایا تو وہ ہوش میں آیا۔اپنی چیزوں کو پکڑا اور لفٹ کی طرف بڑھا۔
فلک نے دیکھا کہ یہ اگر لفٹ میں جا رہا ہے تو لفٹ کو نیچے آنے میں کافی ٹائم لگے گا اور انتظار اس سردی میں نا ممکن۔وہ بھی اپنے کپس جو ہیکڈ تھے انہیں سنبھالتی تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھی۔

لفٹ بند ہونے لگی تھی کہ اس نے ہاتھ دے دیا. لفٹ پھر سے کھل گئی. سمیع نے اسے دیکھا مگر کہا کچھ نہیں

جب اندر آنے لگی تو پاؤں اٹک گیا وہ منہ کے بل گر جاتی اگر سمیع اسے کندھوں سے پکڑ کر نا سنبھالتا۔اسی وقت دونوں کے دل نے بیٹ مس کی۔

" اور پہنو تنبو کناتوں جیسا کھلا ٹراوزر " اس کو سیدھا کرتے سمیع نے تیوروں سے کہا۔

فلک تو اپنی حالت سنبھال رہی تھی کہ سمیع کی بات سے آگ بگولی ہو گئی تیزی سے خود کو دور کیا اور رخ پلٹ کر کھڑی ہو گئی لڑنے کا موڈ نہیں تھا۔

دوسرے فلور پر لفٹ رکی تو سامنے پانچ چھے لڑکے کھڑے تھے۔ سمیع نے فلک کا بازو کھینچ کر دائیں طرف کیا اور خود کو تھوڑا آگے کر لیا۔

فلک ہلکا سا مسکرائی۔موقعے پر چھکا مارنے کیلیے فلک نے اس کے بازو میں سے بازو گزارا۔ سمیع نے پلٹ کر اسے دیکھا لیکن وہ بے نیازی سے سامنے دیکھنے لگی۔اس نے کچھ نا کیا۔

وہ سب لڑکے اندر آ چکے تھے۔ان میں سے ایکوائٹ جینز اور بلیک جیکٹ میں ہینڈسم سا لڑکا تھا جو پلٹا اور فلک کو دیکھا۔

" آر یو سنگل ؟" اس نے مسکرا کر فلک سے پوچھا.

فلک نے اس کی جرأت ہر حیرت سے دیکھا۔ سمیع کا جبڑا تن گیا تھا.

For more visit (exponovels.com)

" شی از مائی وائف " اس نے کڑے تیوروں سے لڑکے کو دیکھتے کہا۔

" اوہ۔۔سو سیڈ۔۔۔بٹ۔۔ شی از بیوٹیفل " وہ لڑکا پھر بھی کمنٹ کرنے سے باز نا آیا۔
" مائنڈ یور اون بزنس " سمیع نے دانت پیسے۔فلک اس کی جیلسی محسوس کرتی اپنی ہنسی دبا گئ۔
تیسرے فلور پر لفٹ رکی تو وہ لڑکے چلے گئے دروازہ بند ہو گیا۔
فلک نے اس کا بازو چھوڑا اور فاصلہ بنایا سمیع کے بل ابھی بھی قائم تھے۔

" آئندہ یہ لپسٹک اور لائنر لگا ہوا نا دیکھوں " اس کی طرف انگلی کرتے کہا۔

" ایک منٹ وجہ ؟" فلک نے آنکھیں نکالتے پوچھا۔

" جو کہا وہ سنو۔۔۔صاف کرو اسے " اس کے ہونٹوں سے نظریں چراتے کر خنگی سے کہا.

" نو۔۔میں تو نہیں کر رہی اب لوگوں کو میں ہاند آ گئ تو میں کچھ نہیں کر سکتی " فلک نے کندھے اچکائے۔

وہ تو پہلے ہی غصے کا تیز تھا تیزی سے اس لی طرف رخ کیا اور سختی سے اس کا چہرہ اپنے انگلیوں میں دبایا۔

" یہ پسندیدگی کا حق صرف اور صرف میرا ہے۔۔۔تم صاف نہیں کر سکتی تو میں ہم تو یوں نا " اس کی آنکھوں میں غصے سے دیکھتے کہا۔اس سے پہلے وہ جواب دے ہوتی وہ اس کے لبوں کو جکڑ چکا تھا۔ وہ ایک دم مچل اٹھی۔اس کے ہوتے جسم نے سنسناہٹ سی پھیل گئی. کافی کے کپس پر گرفت سخر ہو گئی۔مگر سمیع کی گرفت کم نا ہوئی۔وہ پوری شدت سے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھے. ایک ہاتھ اس کے اطراف میں تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے سر کے پیچھے دباؤ تھا۔
جب سے نکاح ہوا تھا فلک اور سمیع کے درمیان صرف کشیدگی ہی رہی تھی. کوئی پسند کی بات نہیں کی. لیکن آج سمیع کا ری ایکشن اور ایکشن دونوں ہی فلک کو حیران کر گئے تھے
اس پر ایک بھرپور شدت دکھاتے اس کے لبوں کو چھوڑا۔اس کے بھیگے لبوں پر خون کی ننھی بوندیں واضح تھیں۔اس کی لپسٹک کافی حد تک مٹ چکی تھی۔فلک نے نمی لیے آنکھوں سے اسے دیکھا

" یو بیٹر نو کہ مرد اپنی بیوی کو شئیر نہیں کر سکتا اور اگر اس کی بیوی محبت ہو اس کی تو کسی غیر کی آنکھ بھی اٹھ جائے نا تو خون خول اٹھتا ہے۔۔۔خیال کرنا آئیندہ " اس کی آنکھوں میں جنونیت سے دیکھتے وہ اسے ساکت کر گیا تھا۔
لفٹ جا دروازہ کھلا تو وہ دور ہوا۔

"۔۔ سمیع۔۔۔یہ۔۔کیا تھا " پھولی سانسوں کو وہ سنبھالتے فک نے اس سے پوچھا۔
وہ لفٹ سے جاتے رکا اور پلٹ کر دیکھا

" تمہارا جواب دہ نہیں ہوں میں " اس کی طرف سختی سے دیکھتے کہا اور چلا گیا۔
وہ کھا جانے والی نظروں سے اس کی پشت دیکھنے لگی. ہمت کی خود کو کمپوز کیا ہونٹوں پر لگے ہلکی خون کی بوندوں کو زبان پھیر کر صاف کیا۔اور کمرے کی طرف بڑھی۔اسے ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں پھر سے نا آ جائے۔

" کیوں مسکرا رہی ہو ؟" زینیہ اس کی مسکراہٹ اور گالوں کی سرخی کو دیکھتے بولی۔

" نتھنگ " کافی کا سپ لیتے کہا

" لپسٹک تو صحیح لگا لیتی ! " زینیہ نے اس کے ہونٹوں کو دیکھتے کہا جہاں ہلکی لپسٹک تھی جیسے خراب ہو گئی ہو.

For more visit (exponovels.com)

" ہاں وہ۔۔چاکلیٹ ٹیسٹ کی تھی شائد تب ہونٹوں سے اتر گئ ہو " سمیع کو سوچتے وہ ہلکی مسکان سے بولی۔

"کیوں سمیع نے دی تھی ! " زینیہ نے زو معنی انداز میں ہوچھا کہ فلک نے چونک کر اسے دیکھا بے اختیار شرم سے اس کے گال سرخ ہو گئے۔

" اوہووو۔۔تو میڈم سمیع کی چاکلیٹ کی دیوانی ہو گئی ہیں " زینیہ نے آنکھ دبا کر کہا۔
فلک نے شرم سے پاس پڑے تکیے میں منہ دے دیا۔زینیہ کا قہقہہ لگا۔

"تم دونوں جیسے لڑتے ہو لگتا نہیں کہ رومینس نام کے لفظ سے بھی واقف ہو گے " زینیہ نے خالی کپ ڈسٹبین میں ڈالتے کہا۔

" یو نو۔۔اس نے کہا کہ میں اس کی محبت ہوں "وہ زینیہ کو شرمگی مسکان سے بتاتی دوبارہ تکیے میں منہ دے گئ۔زینیہ کا پھر سے قہقہہ لگا۔

" لیکن ایک منٹ۔۔تمہیں کیسے پتہ لگا کیا تم کمیٹڈ ہو ! " فلک فوراً سے اٹھتی اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

For more visit (exponovels.com)

زینیہ فوراً سے سٹپٹا گئی۔

" دیکھو۔۔میں نے ابھی تک ڈسکس نہیں کیا۔۔۔میں۔۔ کمیٹڈ نہیں ہوں۔۔۔میرا نکاح ہوا ہے" ڈرتے ڈرتے زینیہ نے فلک کو بتایا.

" واٹٹٹٹ ! " فلک چیخ اٹھی۔

" آہستہ " زینیہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا

"تم نے مجھے نہیں بتایا۔۔کب ہوا ؟" فلک کی حیرانی کم نہیں ہو رہی تھی۔

" حیدر " لبوں کو کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

" کیا۔۔۔حیدر بھائی۔۔ تمہارا کزن؟؟۔۔کیپٹن ہیں جو ؟ او مائی گاڈ "فلک پر تو حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔

اب زینیہ پر ایک قسم کا بوجھ آ گیا تھا. فلک کو منانا جو تقریباً تین چار گھنٹے بعد ہی ماننے والی تھی۔
💖💖💖💖💖💖💖💖💖

" احمر تیرا کیا ارادہ ہے تو زینیہ کو بھی ان لڑکیوں کی طرح سمگل کرے گا ؟" زبیر نے پوچھا۔جو اس کا دوست تھا اس کے اچھے کم اور برے کاموں میں ہمیشہ آگے رہنے والا دوست تھا۔

" نہیں اوئے۔۔پہلے یہ ہاتھ تو آئے میرے۔۔۔اس نے احمر کو کچھ زیادہ ہی ہلکہ لیا ہوا ہے ایک دفعہ میرے ہاتھ میں آ جائے اس کو تو اچھا خاصہ سبق سکھاؤں گا " سامنے زینیہ پر نظریں ٹکائے وہ دانت پیس کر بول رہا تھا۔

زبیر نے اس کی نظروں کے تعقب میں دیکھا۔

" جو بھی ہے۔۔ہے بہت کمال کی چیز۔۔۔سن نا احمر۔۔جب تیرے شکنجے میں چڑیا آیے تو کچھ۔۔۔پل ہمیں بھی دل بہلانے کیلیے دے دینا " اس کے کندھے پر کہنی رکھتے وہ ہوس زدہ انداز میں بولا۔

" تو ہے کمی*۔۔پہلے میرے ہاتھ تو آئے " اپنا کندھا پیچھے کو کھینچتا بولا اور اس کی طرف بڑھا۔

زبیر نے اس کی پشت کو گھورا۔

" یار میرے تو دس فارمز ہیں۔۔اور تمہارے ! " فلک نے سارے فارمز کو کلپ لگاتے زینیہ سے پوچھا۔

" میں دیکھ رہی ہوں۔۔۔میرے " وہ فارمز کو گنتے ہوئے بولی۔سر فارمز میں جھکا ہوا تھا۔

" ہائے لیڈیز۔۔۔" تبھی احمر کی آواز نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔
دونوں کے ماتھے پر بل پڑ چکے تھے۔

" کوئی کام تھا تمہیں ! " فلک نے سرد لہجے میں پوچھا۔

" تمہیں اور زینب کو سر وجدان بلا رہے تھے " زینیہ پر شوخ نظر رکھتے بولا

" کیوں۔۔۔کیا کام انہیں ؟" فلک نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔اور حیرت ہوئی کہ احمر کے ہاتھ کیوں پیغام بھجوانے لگے ابھی تو وہ ان سے فارمز لے کر آئیں ہیں۔

" دیکھ لو جا کر " کندھے اچکاے جواب دیا۔

" میں آتی ہوں زینی " زینیہ کو اپنے فارمز پکراتی بولی۔ایک کاٹ دار نگاہ احمر پر ڈالی اور چلی گئی۔

" اب میرے سر پر کیوں کھڑے ہو ! " اس کو مسلسل اپنے سر پر کھڑا دیکھ کر وہ کوفت ہوتے بولی۔

" مجھے تم سے بات کرنی ہے " احمر کا لہجہ سنجیدہ تھا۔

" پر مجھے بلکل نہیں کرنی " اس کی طرف دیکھتے جواب دیا۔

" میں نے کہا ہے بات کرنی ہے تو تمہیں سننا ہو گا " احمر نے پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالتے کہا۔

" جلدی بات کرو " نہایت بیزاریت سے جواب دیا۔

" یہاں نہیں کہیں اور " احمر نے ایک نظر ادھر ادھر دیکھتے کہا۔
زینیہ کا پارا ہائی ہو گیا۔

" لگتا ہے کافی فالتو کا وقت ہے تمہارے پاس لیکن میں کافی مصروف ہوں " اس کی طرف سرد نگاہوں سے دیکھتی سائیڈ سے گزرنے لگی کہ احمر نے درشتی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا.

زینیہ نے کاٹدار نظروں سے اسے دیکھا۔
" جب میں نے کہا ہے کہ بات کرنی ہے تو کرنی ہے بات سمجھ نہیں آتی ؟" اس کے ہاتھ پر دباؤ دیتے وہ غصے سے بولا. ایک پل کو زینیہ اس غصے کی زد میں آئی تھی لیکن فوراً سنبھال گئ۔

" تمہاری ہمت کیسے ہوئ مجھسے ایسے بات کرنے کی اور میرا ایسے ہاتھ پکڑنے کی ؟" پوری جان سے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالتے وہ ترش انداز میں بولی۔

" شام 4 بجے ، ہوٹیل کی لائبریری میں آ جانا۔۔۔ورنہ مجھے لانا آتا ہے ، سمجھی ! " اس کی طرف انگلی کرتے کہا۔زینیہ اسے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

وہ زرا قریب ہوا اس کے۔زینیہ کے ماتھے ہر بل گہرے ہوئے۔

" بے بی۔۔۔وی ریئلی نیڈ ٹو ٹاک۔۔۔ہمم؛" اس کی طرف شوخ مسکراہٹ اچھالتے کہا۔اس کی غصے سے بھری آنکھوں میں تمسخر سے دیکھتا پلٹ گیا۔

" تم سے ملتی میری جوتی " اس کی پشت کو گھورتے دانت پیستے کہا۔لیکن وہ حیران ضرور ہوئی تھی اس کے انداز سے وہ احمر تو اسے لگا ہی نہیں جو اس کی کلاس میں ہوتا تھا۔یہ تو عجیب وحشی فطرت والا لگ رہا تھا جس کے اندر جنون ہو۔

" کیا خبر ہے کیپٹن زی ؛" ووکی ٹوکی سے جنرل وحید سکندر کی آواز ابھری۔

" سر احمر ملک کے تین اڈے ہیں۔دو اڈے ایسے ہیں جہاں لڑکیوں کو سمگل کیا جاتا ہے میٹنگز ہوتی ہیں جبکہ ایک اڈہ ایسا ہے جہاں ڈرگز کا کام ہے۔ڈرگز والے اڈے کو ہم اپنی حراست میں لے چکے ہیں باقی پر اٹیک کی تیاری کر رہے ہیں۔۔۔اور احمر ملک پر میری نظریں ٹکی ہوئی ہیں " آگے سے تفصیلی جواب دیا گیا۔

" گڈ کیپٹن زی۔۔۔یاد رہے کہ تمہیں اس مشن کو ہر حال میں مکمل کرنا ہے۔۔۔اور جہاں تک بات ہے احمر ملک کی ! جہاں موقع ملے پورے پروفس کے ساتھ گرفتار کرو۔۔۔پروفس ویلڈ ہوں چاہے اس کے لیے تمہیں کوئی جال بچھانا ہو " جنرل وحید سکندر نے اسے وارن کیا۔

" وہ جلد سلاخوں کے پیچھے ہو گا " جوشیلی آواز میں جواب دیا۔

" مجھے یقین ہے کہ تم کر لو گے " جنرل وحید نے اپنے بیٹے کو پیار سے مان سے کہا۔

" ان شاء اللہ بابا " مسکرا کر جواب دیا۔
رابطہ منقطع ہو گیا۔

" احمر ملک۔۔۔انتظار کرو۔۔۔جلد میں تمہارا کام تمام کر دوں گا " اس کی نوٹس بورڈ پر لگی تصویر کو گھورتے کہا

😎😎😎😎😎😎😎😎😎

" کیا کہہ رہا تھا وہ ! " فلک نے زینیہ سے پوچھا۔

" 4 بجے مجھسے ملنے آو۔۔۔۔یہ کہہ رہا تھا " زینیہ نے منہ بگاڑ کر کہا۔

" ایک نمبر کا لفنگا ہے اور جھوٹا بھی۔۔۔مجھے سر نے نہیں بلایا تھا اور پتہ ہے سر نے مجھے واپس بھیجنے کی بجائے کتنے بنڈلز دے. دیے کہ انہیں ارینج کر دوں۔۔۔میں ہی نظر آئی تھی انہیں " فلک منہ بگاڑتی بولی اس کا بس نہیں چل رہا تھا سر وجدان کو ہی اچھی خاصی سنا دے جا کر۔

" اچھا چلو کوئی نہیں " زینیہ نے بات رفع دفع کی۔

" ویسے یار یہ تو ہے احمر تجھے پسند کرتا ہے " فلک نے شرارتی آنکھوں سے اسے دیکھتے کہا۔

" بس کرو فلک خبردار ایسی بات منہ سے نکالی تمہی پتہ مجھے ایسی باتیں نہیں پسند " اس کی طرف دیکھتے کہا۔لہجے میں وارننگ تھی کہ اب کہا کچھ ایسا تو تمہاری خیر نہیں۔

" ہائے بیوٹیفل گرلز کیا بات کر رہے ہو ! " تبھی زولقرنین کرسی پر بیٹھتا بولا۔سمیع بھی ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔فلک پر نظر ڈالی جو اسے اچھا خاصہ اگنور کر گئ تھی۔اور یہ سمیع کا پارا ہائی کرنے کیلیے کافی تھا۔جب وہ کنفس کر چکا تھا کہ وہ اسے پسند کرتا ہے تووہ کس بات کے نخرے دکھا رہی تھی ۔

" کچھ نہیں بس فارمز کی بات کر رہے تھے " زینیہ نے سرسری سا کہا۔

" ویسے کافی تھا دینے والا دن تھا ہم صبح کے 6 بجے کے گئے ہیں اور اب 2 بج گئے۔۔۔"زولقرنین نے گہری سانس لیتے کہا۔

" ویسے یہاں کے لوگ بہت حسین ہیں " زولقرنین مسکرا کر ساری وادی کی طرف دیکھتے بولا۔وہ اس وقت اونچی چوٹی پر بیٹھے تھے۔

" بلکل بہت حسین " زینیہ نے بھی تائید کی۔
سمیع مسلسل فلک کو دیکھ رہا تھا جو اسے بلکل نہیں دیکھ رہی تھی۔

" کیا بات ہے فلک اتنی گم صم سی کیوں ہو ؟" زولقرنین نے اس کی خاموشی پر مخاطب کیا۔

" نہیں وہ میں وڈیو دیکھ رہی تھی " فلک نے صاف جھوٹ بولا۔ا اصل میں اس کا دل نہیں کر رہا تھا کہ سمیع سے بات کرے اگر وہ ان کی باتوں میں شامل ہو گی تو اس طرح وہ اپنا غصہ ظاہر نہیں کر پائے گی جو اسے سمیع پر بے حد تھا۔کتنا لڑتا تھا اس سے کیسے ہرٹ کرتا تھا۔وہ اس کے محبت نامے کا اچار ڈالے اب۔

" کون سی ؟ " اس کے جھوٹ بولنے پر امیع نے ارد لہجے میں دریافت کیا۔

" کیوں بتاؤں ؟" کاٹ ڈار لہجے میں حواب دیا۔

" ڈیم اٹ ! " ٹیبل پر زور سے ہاتھ مارتے وہ اٹھ کر چلا گیا۔

" کیا مسئلہ ہے ؟ لڑے ہو تم دونوں پھر سے ! " زینیہ نے پریشانی سے فلک سے پوچھا۔ایسا رویہ اس نے کبھی سمیع کا نہیں دیکھا تھا۔

" اس کی تو عادت ہے ایسے ہی منہ بنانا اور سڑیل رہنا اتنا ٹینشن نا لو " فلک نے لاپرواہی سے کہا مگر ایک ترچھی نگاہ دور جاتے سمیع پر بھی ڈال لی۔

" فلک یار حد ہے کیسے بول رہی ہو " زینیہ نے اسے ٹوکا۔جس پر وہ کندھے اچکا گئ۔

زینیہ اور زولقرنین نے ایک دوسرے کو دیکھا۔دونوں کی سمجھ میں یہ دونوں ہی نہیں تھے۔

4 بج چکے تھے لیکن وہ نہیں آئی تھی۔اس کا دماغ گھوم رہا تھا۔اس کی بات کو لائٹ لیا تھا زینیہ شکیل نے۔

" زینیہ شکیل۔۔۔میں تمہاری اکڑ توڑ کر رکھ دوں گا " وہ غیض و غضب انداز میں بولا اور ٹیبل سے چابیاں اٹھاتا باہر کی طرف بڑھا تا کہ اس کا دماغ ٹھکانے لگا سکے۔

وہ اس وقت کاغان کی اس چوٹی پر کھڑی تھی جہاں سے ساری وادی نظر آ رہی تھی. وہ مسمرائز ہوتے سب دیکھ رہی تھی. اس کے زہن میں حیدر کا تصور تھا اور خیال یہ تھا کہ وہ کبھی اس کے ساتھ یہاں آئے گی اور اسے اس دلکش نظارے میں کھو جانے کو کہے گی .

" یہاں کا منظر کافی خوبصورت ہے " اس کی نحویت ٹوٹی جب اپنے عقب سے آواز آئی۔پلٹ کر دیکھا تو زولقرنین تھا جو جیب میں ہاتھ ڈالے مسکرا کر دیکھ رہا تھا.

وہ سر ہلا کر وہیں بیٹھ گئ. وہ بھی چلتا ہوا اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا لیکن فاصلہ کافی تھا دونوں میں۔

" ایک بات پوچھوں ؟" اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔

"پوچھو" زینیہ نے ہوا کو اپنی سانس میں کھینچتے کہا.

" زرا پرسنل سوال ہے۔۔مگر میں ہوچھنا چاہتا ہوں " وہ سامنے وادی کو دیکھتا مسرور لہجے میں بولا۔

زینیہ نے اسے دیکھا۔
" اگر اس قابل ہوا کہ جواب دوں تو دے دوں گی" کندھوں کو اچکتی وہ بھی سامنے دیکھنے لگی

"تمہیں لڑکے کس طرح کے پسند ہیں ! " اس کے خوبصورت چہرے پر نظریں ٹکاتے پوچھا۔اس کا دل گواہ تھا کہ زینیہ شکیل بے حد خوبصورت تھی۔اور اس کی آنکھیں اسے دیکھتے نا تھکتی تھیں۔

"مجھے لڑکے پسند ہی نہیں" پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہوتے دلفریب انداز میں کہا۔

"کوئی تو ہو گا۔۔کوئی آئیڈیل ! " اسے اشتیاق تھا جاننے کا کہ شائد زینیہ کے دل میں وہ ہی ہو۔

"کہا نا۔۔۔مجھے لڑکے نہیں پسند" اس کی طرف دیکھ کر کہا اور چوٹی سے نیچے اترنے لگی۔وہ چوٹی پر کھڑا اس بات سے بلکل انجان تھا کہ زینیہ شکیل اس وقت اپنے دل میں جس کا نام لے رہی تھی اسے پسند کرنے سے پہلے اور اسے پسند کرنے کے بعد کوئی لڑکا اور کوئی حسین منظر اس کی نظروں میں سمایا نہیں تھا۔

ہر طرف اس کے حیدر کا راج تھا۔

"حیدر۔۔۔تمہارے علاوہ مجھے بھلا کون بھائے گا ! " اپنے دل میں کہتی وہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے واپس ہوٹل کی طرف بڑھنے لگی

وہ چوٹی پر کھڑا اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔اسے تو زینیہ کی چال بھی حسین لگی۔

" تم مجھے کس کس طرح مات دو گی۔۔لیکن مجھے یقین ہے میرا دل تمہارا دل میری طرف کر سے گا "
اس کو دیکھے وہ خماری سے بولا۔

اس کی آنکھوں میں محبت کا ستارہ ہو گا
ایک دن آئے گا وہ شخص ہمارا ہو گا

زندگی اب کے مرا نام نہ شامل کرنا
گر یہ طے ہے کہ یہی کھیل دوبارہ ہو گا

جس کے ہونے سے مری سانس چلا کرتی تھی
کس طرح اس کے بغیر اپنا گزارہ ہو گا

عشق کرنا ہے تو دن رات اسے سوچنا ہے
اور کچھ ذہن میں آیا تو خسارہ ہو گا

کون روتا ہے یہاں رات کے سناٹوں میں

میرے جیسا ہی کوئی ہجر کا مارا ہو گا

جو مری روح میں بادل سے گرجتے ہیں وصیؔ
اس نے سینے میں کوئی درد اتارا ہو گا

کام مشکل ہے مگر جیت ہی لوں گا اس کو
میرے مولا کا وصیؔ جوں ہی اشارہ ہو گا

" زینیہ یہ ف " سمیع جو دروازہ ناک کرتا اندر آیا تھا سامنے فلک کو بیٹھے پا کر خاموش ہو گیا۔کمرے میں زینیہ تو تھی نہیں۔

فلک نے اسے دیکھا اور دوبارہ کتاب میں منہ دے دیا۔
سمیع اس کی حرکت پھر یاد آ گئی۔اس کا میٹر پھر گھوم گیا۔زور سے دروازہ بند کر کے اپنی موجودگی ظاہر کی۔

فلک نے اسے دیکھا جو دروازہ بند کیے قہر برساتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

" جی ! کیا کام ہے ! کیوں دروازہ بند کیا ؟" اس ہی طرف غصے سے دیکھتی بولی۔ آگے بھی سمیع تھا جو اس کے غصے پر تپ ہی جاتا تھا۔

دانتوں کو کچکچاتے وہ فلک کی طرف تیزی سے بڑھا۔اور سختی سے اسکے بازووں پر گرفت کی۔اس کے غصے کا پتا اس کی گرفت سے لگ رہا تھا۔

" مجھے اگنور کیوں کیا " اس سے سرد لہجے میں پوچھا۔

"بازو چھوڑو۔۔درد ہو رہا ہے " وہ اس کی گرفت میں مچلی۔

" میرے سوال کا جواب دو " اس کو جھنجھوڑ کر قریب کیا۔

" میں ہمیشہ سے ایسے رہی ہوں۔۔اب کیوں تکلیف ہو رہی ہے ! " فلک نے ڈھکے چھپے لفظوں میں اسے دیکھتے کہا۔

"وہ یونیورسٹی ہے ایک سٹوڈنٹ کی طرح ہیمل سکتا ہوں۔۔لیکن یہاں مسئلہ نہیں۔۔۔لیکن اپنی نفرت کا راز تو بتاؤ " اس کی بازووں پر مزید گرفت کرتے کہا۔ آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی۔

" نفرت ! ۔۔۔سچ میں مسٹر سمیع ! تمہیں یہ لگتا ہے میں تم سے نفرت کرتی ہوں ! " فلک کی آواز میں نمی گھل گئی۔وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتے بولی۔

سمیع کی گرفت ہلکی ہوئی۔وہ زرا نارمل بھی ہوا۔کیونکہ وہ اسے سننا چاہتا تھا سب مسئلے جو ان کے درمیان تھے مٹانا چاہتا تھا۔اس کے بازووں کو چھوڑ دیا۔

"میں وہ لڑکی ہوں جو اپنے لیے سٹینڈ لے سکتی ہے۔۔اگر تم سے نفرت ہوتی تو آج تمہارے نکاح میں نا ہوتی " آنکھ کے کونے سے آنسو صاف کیا اقر رخ موڑ گئی۔

سمیع اس کے پیچھے ایک قدم کے فاصلے پر رکا۔

" فلک کیا مجھسے محبت کرتی یو ؟" سمیع مے بے باک سوال کیا آخر نکاح میں تھی۔فلک نے غصے سے گھورا کہ ابھی بھی ضرورت ہے !

"مجھے جواب دو میں جاننا چاہتا ہوں اگر محبت ہے تو اتنا روڈ کیوں ہو اتنا لڑتی کیوں ہو مجھسے دور کیوں رہتی ہو ! " وہ اس کی طرف دیکھتا منت سے بولا۔

" پتہ ہے. جب امی نے بتایا تھا کہ تم سے نکاح ہے میرا تو وہ پل میری زندگی کا سب سے حسین پل تھا ایسے لگا تھا کہ فلک بنی ہی سمیع کیلیے ہے اگر وہ نا ملا تو فلک بھی کسی قابل نہیں رہے گی " اس کی آنکھوں میں دیکھتی کسی ٹرانس کی کیفیت میں بولی۔

سمیع نے اس کے لڑکھتے آنسو کو پوروں سے صاف کیا۔

" پھر۔۔اتنا روڈ اور دور دور رہنا کیوں ! "اس کی بات پر لبوں پر گہری مسکان آئی تھی۔
فلک نے پھر غصے سے گھورا

"مہک کی وجہ سے " کھا جانے والی نظروں سے کہا۔

"واٹ ! ! ! ! مہک ؟؟؟ "وہ بے یقینی سے بولا۔

فلک مہک اور سمیع کزنز اور دوست تھے بھلا مہک کی وجہ سے کیوں مسئلہ ہو گا۔

" اب زیادہ ڈرامے نا کرو سب پتہ ہے تمہیں " فلک نے بےزاریت سے کہا اور بیڈ پر بیٹھ گئ۔

For more visit (exponovels.com)

"سچ میں میں نہیں جانتا بتاؤ تو۔۔مہک سے کیا مسئلہ " وہ اس کے پاس بیڈ پر بیٹھتے بولا۔

" ہاں اب تم یہی کہو گے کہ میں نہیں جانتا۔۔۔اسس کی فیلنگز سے بے خبر تھے۔۔وہ کتنا ذلیل کر کے گئ تھی جانے سے پہلے " اس کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔

" پلیز بتاؤ فلک۔۔۔مجھے نہیں علم " وہ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتا بولا
اس کی نرم آواز پر فلک نے اسے دیکھا جس کی آنکھیں سچ کہہ رہی تھیں .

جب تم سے نکاح کا پتہ چلا تھا تو سب سے پہلے میں مہک کے پاس گئ تھی۔
مہک تمہیں گڈنیوز سناؤں!" " فلک بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی تھی۔
جہاں مہک اپنے سر کو ہاتھوں میں رکھے بیٹھے تھی۔اس کی آواز پر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔
" مہک آر یو اوکے !" فلک اس کی سرد اور سرخ آنکھیں دیکھ کر ٹھٹھک کر بولی۔اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا جسے مہک نے بے دردی سے جھٹک دیا۔

" مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم اتنی مکار اتنی چالاک نکلو گی! میری ہی خوشیاں کھانے پر تلی ہو " میک خون بھری نگاہوں سے دیکھتی بولی۔
اس کے لہجے کی کاٹ واضح تھی۔

فلک اس کی بات پر بری طرح چونکی۔اسے سمجھ نہیں آئی تھی کہ وہ ایسے کیوں کہہ رہی تھی

"کیا کہہ رہی ہو میک !" فلک نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو وہ دوبارہ جھٹک گئی
" تم جانتی تھی کہ میں سمیع کو پسند کرتی ہوں لیکن تم نے پھر بھی یہ کھیل کھیلا، مجھسے دور کرنا چاہ رہی ہو سمیع کو !" وہ اس کی طرف زہر خندہ لہجے میں دیکھتے بولی۔
میک کی بات تھی کہ سیسہ جو اسے اپنے کانوں میں ڈلتا محسوس ہوا۔وہ کنگ اسے دیکھنے لگی۔اسے تو علم ہی نہیں تھا سب کا۔وہ ایک خدار لڑکی تھی اور یہ انکشاف بجلی کی طرح اس کی ذات اور اس کی محبت پر گرا تھا۔
" کیا۔۔۔ سمیع بھی۔۔۔تم سے کیا محبت کرتا ہے!" فلک نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا اپنی محبت جو کسی اور کے متعلق سوچنے جا ضرف جس کے پاس ہوتا یے۔
مہک نے اس کا بازو دبوچہ۔
" تم کبھی خوش نہیں رہ پاؤ گی سمیع بھی جانتا ہے کہ میں اسے پسند کرتی ہوں وہ خوش تھا اس بات سے لیکن۔۔۔چاچی (فلک کی ماں) اور تائی (سمیع کی ماں) نے اسے بلیک میل کیا ہے زور ڈالا ہے اس پر جس کی وجہ سے وہ مجبور ہے اس رشتے جو اپنانے کیلیے " مہک اس کے بازو پر۔گرفت رکھے دانتوں کو پیستے غصے سے بول رہی تھی اور فلک کی ذات جھٹکوں کی ضد میں تھی وہ اس بات پر سچ میں ہل نہیں پا رہی تھی کہ سمیع پر زور دیا جا رہا تھا۔

فلک کی سراسر تذلیل تھی یہ۔اس کے باپ ک کینسر تھا اور ان کی آخری خواہش یہی تھی کہ ان کی بیٹی اسی گھر میں رہے کہیں باہر نا بھیجا جائے۔سب گھر کے بڑے راضی تھے اس پر۔اور اسے تو علم ہی نہیں تھا کہ وہ زبردستی سمیع کی زندگی میں شامل کی جا رہی تھی۔

" مجھے۔۔سچ۔۔۔میں نہیں علم تھا کہ۔۔تم دونوں ایک دوسرے کو۔۔۔پسند کرتے ہو " فلک نے آنسوئوں سے بھری آنکھوں سے کہا۔

" او بس جرو بی گی۔۔یہ ڈرامے اور یہ جھوٹے آنسو کسی اور کے سامنے پیش کرو۔۔دوست بن جر دشمن جا کردار نبھایا ےم نے۔۔میری پیٹھ پیچھے چھڑا گھونپا ہے۔۔۔اب کیا فائدہ تمہارے ان ڈھکوسلوں کا ! جب پوری فیملی اسی رشتے کیلیئے راضی یے !" وہ ہزیاتی انداز میں اس کی طرف دیکھ کر درشتی سے بولی۔
فلک کے دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔
" یاد رکھنا۔۔وہ تم سے کبھی محبت نہیں کرے گا۔۔۔تم زبردستی س پر مسلط کی جا رہی ہو۔۔۔اور خوشیاں تو بھول ہی جاؤ " مہک نے نہایت بدتمیزی سے کہا وہ سمیع کی طرف سے فلک کو بدزن کر رہی تھی۔جس میں وہ بہت اچھے سے کامیاب بھی ہو گئی تھی

" میں۔۔بابا۔۔سے بات کرتی ہوں۔۔وہ سمجھ جائیں گے " فلک نے خود جو سنبھالتے کہا وہ خود ہی پیچھے ہٹنے کو تیار تھی۔

میک نے اس کے منہ پر زناٹےدار تھپڑ مارا۔

فلک کا گال اس کے تھپڑ سے گرم گولے کی طرح ہو گیا تھا۔اس نے گال پر ہاتھ رکھ کر بے یقینی سے مہک کو دیکھا۔

" ڈرانے باز مکار چالاک۔۔۔تم جا جر کہو اور سب تمہاری اعلیٰ ظرفی پر اش اش جر اٹھیں اور ہمیں برا با دو۔۔۔تمہارا یہ احساں نہیں چاہیے بلکہ میں نے تم پر احسان کیا ہے۔۔۔تمہیں بھیک میں سمیع دیا ہے۔۔ساری عمر کیلیے تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ تم میری دی ہوئی بھیک پر عمر گزارو۔۔۔نفرت ہے مجھے تم سے بے حد نفرت " مہک نے اپنے زہریلے الفاظ سے فلک کی ذات کی دھجیاں اڑا دیں تھیں۔اور اسے یہ بات بھی سمجھ آگئی تھی کہ اگر وہ سمیع کے پاس بات کرنے جایئے تو کہیں وہ بھی اسے ایسے ہی بےعزت نا کرے۔اس کی توہین مہک نے بہت کر دی تھی۔وہ سمیع سے وہی الفاظ سن کر اپنا وجود دو کوڑھی کا نہیں کر سکتی تھی۔

اس کا دل بری طرح سے ٹوٹ گیا تھا۔مہک کمرے سے تن فن کرتی جا چکی تھی۔اس کی آنکھیں آنسوؤں پر بند باندھنے کے چکروں میں سرخ ہو گئیں تھیں۔وہ تیزی سے اپنے بابا کے روم کی طرف بڑھی تا کہ انہیں بتا سکے کہ وہ کوئی گری پڑی چیز نہیں ھو کسی پر مسلط کر دی جائے۔لیکن جب وہ کمرے میں آئے وہ بے حد خوش تھے۔

سمیع اور اس کی شادی کے حوالے سے سمیع کے باب سے ہنس ہنس کر بات کر رہے تھے۔اس میں اتنی ہمت ہی نا ہوئی کہ اپنے بابا جو اس تکلیف کے مرحلے ہر بری طرح ہرٹ کرے۔

لیکن وہ سوچ چکی تھی کہ اگر اس کی قسمت ایسے ہی لکھی ہے تو وہ سمیع کے پاس نہیں جائے گی نا ہی شادی کے بعد جوئی رشتہ رکھے گی۔جب تک اسکے بابا کی زندگی ہے وہ ان کے سامنے خوش رہنے کا ڈراما بھی کر کے گی۔

وہ جب سمیع کے کمرے کے پاس سے گزر رہی تھیم تو بے اختیار مہک کی آواز پر قدم رکے۔دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔اس نے اندر دیکھا بے شک یہ اخلاق کے خلاف بات تھی لیکن اس رہا نا گیا۔

مہک کا لندن جانے کا کہنا۔سمیع کا اسے روکنا۔اسے نا جانے پر ضد کرنا۔پھر مہک کے نخرے اس کا رونا سمیع کا چپ کروانا یہ سب اس کی برداشت سے باہر تھا۔اسے یقین ہو گیا تھا کہ مہک اور سمیع ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔اسے اپنی ذات ان دونوں کے درمیان فالتو شے لگی

مہک اگلے دن ہی لندن چلی گئی تھی۔

نکاح تو ہو گیا تھا سمیع اور فلک کا لیکن فلک نے اسے وہ مقام نا دیا جو دینا چاہیے تھا۔اس کا دل سمیع کی طرف سے کوڑھا ہو گیا تھا اور وہ چاہ کر بھی پیار سے بات نہیں جر پا رہی تھی۔اس کے اندر پلتا درد صرف اسے معلوم تھا۔

@حال@

ساری بات سنیع سے کہتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔سمیع بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔اس نے ایک دفعہ بھی اسے نہیں ٹوکا۔

" اور تم نے ایک دفعہ بھی ضروری نہیں سمجھا مجھ سے بات کرنا ! " سمیع نے افسوس سے اس کے آنسو صاف کرتے کہا۔

" تم نے جب لفٹ میں کہا تھا کہ مرد اپنی بیوی کیلیے حساس ہوتا ہے تو یقین جانو سکون ملا تھا ایک ٹھنڈک پہنچی تھی سینے میں۔۔۔لیکن نیرے کانوں میں مہک کی ساری باتیں ریوائنڈ ہو گئیں تھیں۔پھر سے الٹے سیدھے خیالات آنے لگ گئے تھے مجھے ایس لگ رہا تھا کہ سچ میں تمہاری زندگی میں ایک فالتو شے ہوں میں تبھی ضلع تمہیں اگنور کیا تاکہ کوئی فضول بات زہن میں نا آئے " وہ دوبارہ اپنی گھٹن ظاہر کرتے بولی۔

" تمہیں یہ کیوں لگا کہ میں مہک سے محبت جرتا ہوں !" اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتا پیار سے پوچھا۔

فلک خاموش رہی

" اس لیے کہ مہک نے کہا تھا " اس کے ہاتھوں پر دباؤ دیتے پوچھا

فلک نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔آنسو دو بار ٹوٹ کر گرے۔

" مجھے تو تم سے محبت ہے فلک " اس کے آنسو جو اپنے لبوں سے چھوتے وہ اس کو بری طرح سے ہلا گیا تھا

اس نے جھٹکے سے سمیع کو دیکھا۔ سمیع مسکرا دیا۔

میری خواہش پر ہی چاچو نے تمہارے اور میرے نکاح کی بات کی تھی " اس جے ہاتھوں پر ہلکا سا بوسہ دیتے ایک اور بمب گرایا تھا

" نو۔ایسا نہیں۔۔تم " اس کے منہ میں الفاظ تھے کہ سمیع نے انگلی اس کے لبوں پر رکھ دی۔

اب وہ بولنا چاہتا تھا۔

"میں تمہیں بہت پسند کرتا تھا۔بہت زیادہ۔۔میں نے امی سے بات کی وہ راضی تھیں۔۔۔میں چاچو کی زندگی میں تمہیں پانا چاہتا تھا۔۔۔کسی جو اعتراض نہیں تھا۔اور میں تمہارے خیالات کے بارے میں نہیں جانتا تھا کیونکہ مجھے تم چاہیے تھی۔ہر حال میں۔۔ہر صورت میں۔۔۔تمہیں کھو نہیں سکتا تھا کیونکہ مجھے امی نے بتایا تھا کہ تمہیں دیکھنے کیلیے ایک فیملی آنا چاہ رہی تھی میں کیسے تمہیں کسی اور کا ہونے دیتا! " اس کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھامے وہ محبت کی چاشنی اس کے کانوں میں انڈیل رہا تھا

وہ ہونق بنی اسے دیکھ رہی تھی اتنا بڑا سچ اسے تو علم ہی نہیں تھا

" اور۔۔وہ۔۔۔مہک !" اس نے ہراساں نظروں سے اسے دکھتے پوچھا۔

" مہک سے مجھے کوئی انسیت نہیں تھی۔وہ بے اک لڑکی تھی۔اس نے مجھ سے اپ ی فیلنگز شئیر کی تھیں لیکن میں نے منع کر دیا۔کیونکہ اس کی بےباکی تمہاری شرم و حیا پر بھاری نہیں تھی۔اس نے

لندن کا فیصلہ کیا تھا ایک دوست کی حیثیت سے اسے دوک رہا تھا منا رہا تھا کہ وہ میری خوشی میں شامل ہو لیکن وہ نہیں رکی چلی گئی۔مجھے افسوس نہیں تھا اس کے جانے کا البتہ تمہارے سرد رویے نے مجھے تڑپا دیا تھا فلک۔۔تمہارا دور دور رہنا۔۔۔مجھسے نپے تلے انداز میں بات کرنا۔چھوٹی سی چھیڑ کھانی پر بری طرح غصّہ کرنا میں خود تھک گیا تھا مجھے لگا تم کسی اور کو چاہتی ہو لیکن میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا تم میرے نکاح میں اگئی تھی۔۔۔میں تمہیں دور کیسے کرتا خود سے جب میرے ایک ایک پور میں تم خون کی طرح گردش کرتی تھی۔اتنا برا عشق تو کلھی مجنوں کو بھی نہیں ہوا ہو گا جتنا مھے تمہارا ہو گیا تھا " اس کے ماتھے پر پیار سے لب رکھتے کہا۔

اس کے لہجے کی گھمگھیرتا اور اس کی آنکھوں کی سچائی پر وہ کیسے نا ایمان لاتی۔

وہ بہتی آنکھوں سے اس کے لبوں سے نکلے محبت بھرے اعتراف پر رو رہی تھی۔

" مجھے تم اتنی جلی کٹی کیوں سناتے تھے دھمکیاں لگاتے تھے وہ محبت تھی تمہاری " اپنی غلطی چھپاے میں وہ نخرے سے وں وں کرتی اس کا رویہ یاد کرتے بولی۔

" تو مجھے یہی لگتا تھا کہ تن کسی اور کو چاہتی ہو مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے " اس کی ناک پر چھوٹی سی چٹکی کاٹتے کہا۔

فلک نے خوشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھا۔

" اگر تم کسی اور کو پسند کرتی ہوتی نا تو قسم کے لو شوٹ کر دینا تھا میں نے تمہیں کہیں نہیں جانے دینا تھا میں نے " اس کے ہاتھوں پر دباو دیتے وہ جنونی انداز میں بولا۔

اس کی بات پر سرخ ہوتی مسکرا دی۔

" یہ جو تمہاری مسکان ہے نا اس کا تو میں اصل میں دیونہ ہوں بہت برا والا " اس کے گال کو محبت سے چھوتے کہا وہ اس کے لمس پر سمٹ سی گئی۔

" اتنی تفصیل جو اب دے رہے ہو پہلے بتا دیتے آ کر تو اتنا مسئلہ نا ہوتا میں کچھ رحم کھا ہی کیتی " ناک کو سکیڑتے ہوئے ادا سے کہا جیسے ساری غلطی ہی سمیع کی ہو۔

" اب جناب رحم کھالیں اب دوری برداشت کرنا مشکل ہے " اپنی طرف کھینچتے منت بھرے انداز میں کہا۔وہ اس کے کھینچنے پر اس کے سینے سے جا لگی۔

" ابھی کہاں ابھی مجھے ایک سال مزید پڑھنا ہے " اس کے سینے ہر دباو دیتے بڑے اندازے کہا

" خبردار۔۔بس یہی سیمیسٹر ختم کرو۔۔اگلا پورا سال میرا ہے۔سمجھ آئی خبردار مجھسے دوری بنائی جان لے لوں گا " اس جو خود میں بھینچے وارفتگی سے بولا۔

فلک کا ہلکہ سا قہقہہ لگا۔

اس کے قہقے پر وہ بھی ہنس دیا۔کتنا ترس گیا تھا اس کی مسکان دیکھنے کو وہ۔

" زینیہ آر یو ہیئر !" تبھی دروازے پر دستک ہوئی

دونوں نے فاصلہ بنایا۔اور اسے اندر کو کہا

" فلک زینی کہاں ہے !" ذوالقرنین اندر آتے بولا

" وہ تو نہیں آئی " فلک نے نفی میں سر ہلایا۔

" آر یو کڈنگ ؟ وہ اور کہاں جائے گی ہوٹیل میں نہیں ہے وہ " ذولقرنین زرا سنجیدگی سے بولا۔

" وہ نہیں۔۔آئی یہاں" فلک نے گھبراتے کہا۔

" وہ تقریباً ساڑھے چار کے قریب ہوٹیل کی طرف بڑھی تھی اب تو سوا پانچ ہو رہے ہیں کہاں جا سکتی ہے ؟" ذولقرنین پریشانی سے بولا۔

" تم مزاق کر رہے ہو اس سنسان انجان جگہ پر وہ کوئی سیر سپاٹے پر نہیں نکلے گی " سمیع نے بھی پریشانی سے کہا۔

" میں مزاق نہیں کر رہا ہوں وہ ہوٹیل میں نہیں ہے " ذولقرنین کی آنکھوں میں واضح ڈر تھا۔جیسے کوئی چیز جس میں جان بستی ہو وہ کسی خطرے میں ہو۔

." وہ کسی مصیبت میں ہے۔۔وہ شام کو روم سے نہیں نکلتی ہے " فلک پریشانی سے بولی۔

دونوں نے پریشان نظروں سے دیکھا۔زولقرنین کا سانس دل رک کر چل رہا تھا۔

فلک نے تیزی سے اپنے کھلے بالوں کو باندھا اور الماری کی طرف بڑھی۔

دونوں نے اسے دیکھا کہ اب کیا کرنے لگی۔

ان کی حیرت سے آنکھیں کھل گیئں جب فلک کے ہاتھ میں پسٹل دیکھی جو الماری سے نکال رہی تھی اور اسے اپنی پنڈلی سے ٹائی کر رہی تھی۔

سمیع کا حیرت سے منہ کھل گیا تھا اور آنکھیں تو ابل کر باہر آ رہی تھیں۔زولقرنین نے کبھی نہیں سوچا تھا اس کے پاس یہ پسٹل ہو گی۔

اس نے بڑی تیزی سے سٹالر کو اپنے چہرے کے گرد باندھا۔

"ہم اسے۔۔کہاں ڈھونڈے گے ؟" سمیع نے پریشانی سے زولقرنین سے پوچھا۔
زولقرنین اسے دیکھ رہا تھا جیسے خود جا کر بچا لے گی زینیہ کو۔
" تم کہاں جا رہی ہو ؟ اور یہ پسٹل کہاں سے آئی ؟ لائسینس ہے تمہارے پاس ؟ ہم دونوں جائیں گے نا ! " زولقرنین حیرت شاکڈ پریشانی سے اسے دیکھتے بولا۔
" جدھر ڈھونڈنا ہے ڈھونڈھو میں ساتھ چل رہی۔۔"فلک نے کمر کے گرد بیلٹ باندھتے کہا۔
" یہ۔۔تمہارے پاس کہاں سے آئی ؟ چلانی آتی ہے ؟کب سے ہے پاس ؟ " سمیع بوکھلاتا ہوا اسے سامنے کرتے بولا۔
" یہ پسٹل مجھے زینی نے دی تھی۔۔۔لائیسنس بنا ہوا۔۔دو تین دفعہ استعمال بھی کر چکی ہوں۔۔۔ اور ہم دونوں کے پاس ہر وقت رہتی ہے " فلک نے جتنے آرام سے بتایا تھا اتنی تیزی سے زولقرنین اور سمیع کا سانس رک گیا تھا۔ان کو یقین نہیں آ رہا تھا یہ چھوئی موئی لڑکیاں اتنی گھنی میسنیاں ہیں۔ فلک نے ان کی ہونق زدہ شکل دیکھی تو اس ٹینشن میں بھی ہنسی آ گئ مشکل سے ضبط کی اور سائیڈ سے ہوتی باہر کی طرف بڑھی۔
دونوں تقریباً ٹرانس میں جا چکے تھے۔فلک کا اتنا بدلہ روپ ؟
دروازہ کھلنے پر ہوش میں آئے دونوں اور باہر کی طرف بڑھے۔
" ایک منٹ ! "کوریڈور سے گزرتے فلک ٹھٹھک کر رکی۔وہ دونوں اسے سوالیہ نظرو سے دیکھنے لگے۔

" کیا ہوا ! " سمیع نے پوچھا۔

" مجھے یاد آیا کہ صبح احمر اسے لائبریری میں ملنے کو کہہ رہا تھا۔۔پکی بات ہے اسی نے کوئی کام کیا ہے " فلک نے غصے سے ہاتھ پر مکا مارتے کہا۔

" اگر ایسا ہوا نا۔۔۔تو یقین جانو۔۔۔احمر کے برے دن شروع ہو گئے۔۔میں اسے چھوڑوں گا نہیں " زولقرنین نے آنکھوں میں غصہ لیے کہا۔

" چھوڑے گی تو زینیہ بھی نہیں تم دیکھتے جاؤ " فلک ایک سائیڈ کا مسکراتے بولی اور آگے بڑھی۔

وہ تینوں ریسیپشن پر آئے۔

" ایکسکیوزمی۔۔یہاں سے احمر ملک نام کا لڑکا باہر جاتے دیکھا ہے۔یا پتہ یے کہاں ہے ؟" زولقرنین نے آکر پوچھا

" سر۔۔وہ تقریباً 4 20 پر اس ہوٹیل سے باہر گئے تھے ابھی تک آئے نہیں " ریسیپشن بوائے نے ریکارڈنگ دیکھ کر جواب دیا۔

" بس اسی کا کام ہے " سمیع نے دانت پیسے۔

تبھی زولقرنین کا فون رنگ ہوا۔اوپر پرائیویٹ لکھا ہوا تھا۔

" سر ! " زولقرنین نے فوراً سے ایکٹو ہو کر کہا۔فون انتہائی ضروری تھا وہ چاہ کر بھی کاٹ نا سکا.

فلک نے اچنبھے سے اسے دیکھا جس کا انداز ایسا تھا جیسے فوجی سلیوٹ مارتے ہیں۔

" سر۔۔۔میں آپ کو اپڈیٹ کرتا رہوں گا " زولقرنین نے دوسری طرف کی بات سن کر کہا اور اسی طرح ایکٹولی سر کہہ کر فون بند کر دیا۔

" سو کیپٹن ہمیں پولیس سے بھی بات کرنی ہو گی ! " فلک نے آنکھیں سکیڑ کر اسکی طرف دیکھتے کہا ۔

" ہاں یہ ضروری ہے چ۔۔"زولقرنین نے فوراً سے کہا لیکن اس کے الفاظ کی بریک وہاں لگی جب اسے ہوش آیا کہ فلک نے اسے کیپٹن کہا ہے۔اس نے چور نظروں سے فلک کو دیکھا جو آنکھیں سکیڑے اسے ہی دیکھ رہی تھی اور سمیع نا سمجھی سے کبھی اسے تو کبھی زولقرنین کو دیکھ رہا تھا۔

زولقرنین نے سر کھجایا۔

" ہم سے تو ایسے چھپا رہے تھے جیسے ہم نے کھا جانا تھا تمہیں یا تمہارا سیکرٹ ہم لیک کر دیں گے خفیہ کیپٹن ! " فلک آنکھوں کو ٹمٹما کر بولی۔

" ت۔۔تو کیپٹن ہے؟" سمیع کا مارے حیرت سے آواز ہی دب گئ۔

" یار فرصت سے پوچھ لینا ابھی چلو "زولقرنین نے سمیع کا بازو کھینچتے کہا۔

وہ تینوں باہر کی طرف بڑھے۔

□□□□□□□□□□□

" کیپٹن زی کیا خبر ہے؟" ووکی ٹوکی پر آواز ابھری۔

" سر ہم۔۔۔احمر ملک کو نظر میں رکھے ہوئے ہیں۔"کیپٹن زی نے جواب دیا۔

" اوکے کیپٹن۔۔۔۔میری ٹیم تمہیں کور کرے گی اور دھیان رہے تمہاری پہچان کسی کے سامنے نا آئے ابھی " جنرل وحید سکندر نے کہا۔

" یس سر آپ بے فکر رہیں " سنجیدگی سے جواب دیا۔
" نین۔۔۔۔میری بیٹی ٹھیک ہے ؟" جنرل وحید سکندر نے اس کی سنجیدگی کو نوٹس کرتے کہا۔

" دعا کریے بابا کہ سب ٹھیک ہو وہ ٹھیک ہو۔۔اس احمر کو میں نہیں چھوڑتا " زولقرنین نے تعیش میں جواب دیا۔اس لے لہجے کی گرمی دور بیٹھے وحیدر سکندر نوٹ کر چکے تھے۔
" ام ود یو ڈونٹ وری مائی سن " انہوں نے اسے حوصلہ دیا۔
" تھینکیو بابا " مسکرا کر کہا اور سگنلز کٹ گئے۔

" اگر زینیہ کو مجھسے دور کرنے میں ہاتھ تیرا ہوا نا احمر۔۔تو تیرے اتنے ٹکڑے کروں گا جتنے تو نے سوچیں نا ہوں گے تجھے پتہ لگے گا کہ زولقرنین سکندر کی امانت کے ساتھ بدتمیزی کرنے کا کہا حال ہوتا ہے " اپنی کمر کے گرد گولیوں سے بھری پسٹل لگاتے وہ غیض و غضب انداز سے اس کے تصور سے بولا اور گاڑی میں بیٹھ گیا جہاں سمیع اور فلک پہلے ہی بیٹھ چکے تھے۔

زینیہ کی آہستہ آہستہ آنکھیں کھلیں تو حواس بیدار ہونے پر خود کو کسی کمرے میں پایا۔اس کے بال کھل کر تکیے پر بکھرے تھے کیونکہ آج وہ گیلے بالوں کے ساتھ صرف دوپٹہ کے ساتھ وہ سروے پر

گئ تھی اب اس کے لمبے بال تکیے پر بکھرے تھے۔اس سے ظاہر تھا کہ کسی نے اس کے بالوں کو بکھیرا ہے۔دوپٹہ پاس والے تکیے پر پڑا تھا۔

اس نے پورے کمرے کا جائزہ لیا۔

ایک ریڈ رنگ کی بیڈ شیٹ ، ایک سائیڈ ٹیبل چاروں دیواروں پر لگے بلب جس میں سے صرف ایک سامنے والا جل رہا تھا۔لیکن ملجگا اندھیرا تھا۔واشروم اٹیچڈ تھا۔بس اس کے علاوہ کچھ بھی کمرے میں نہیں تھا۔

کبھی وہ بھی وقت تھا جب زینیہ جیسا ڈرپوک کوئی نا تھا۔لیکن حیدر نے اسے ٹرینڈ کیا تھا۔اسے بہت سے ٹرکس بتائے تھے۔خود کا دفاع کرنا سکھایا تھا۔وہ جانتا تھا کہ لڑکیوں کو ایسے کرائیسز سے گزرنا پڑتا ہے اور وہ ڈر کر اپنے لیے کچھ نہیں کر پاتیں۔اسے اپنی زینیہ بے حد عزیز تھی اس کی چاہت تھی محبت تھی۔اور وہ بے حد حسین تھی۔ حسن تو ایک وبال ہے لڑکی کیلیے جہاں حسین لڑکی ہوتی ہے وہاں حسن کو نوچنے والے ہوس زادے ضرور ہوتے ہیں۔بس یہ اللہ کا خاص کرم ہی ہوتا ہے کہ وہ ان سب لڑکیوں کو اپنی امان میں رکھ لے۔

وہ اٹھ کر بیٹھی۔بالوں کا جوڑا بنایا۔دوپٹے کو مفلر کی طرح لیا۔اس کے دماغ میں کچھ چل رہا تھا۔سو طرح کی ترکیبیں دماغ میں ابھر رہی تھیں۔اس نے اٹھنا چاہا کہ اس سے اٹھا ہی نہیں گیا۔اس کے پاؤں بے حد بھاری تھے۔جب نظر اپنے پاں پر گئ تو آنکھیں ابل کر باہر آ گئیں۔اسکے پیروں میں

بیڑیاں تھیں۔جو بیڈ کراؤن سے جڑی تھیں۔اس کا دل خوف سے کانپ گیا۔لڑکی تھی آخر کیسے اتنی وزنی قدم اٹھا لیتی۔

وہ کوفت سے دوبارہ بیڈ پر بیٹھ گئی اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا لی۔سر پر ہاتھ رکھا ایک گھٹنہ فولڈ کیا اور ایک ٹانگ لمبی کر کے سکون سے بیٹھ گئی۔جب تک کڈنیپر صاحب نے آنا تھا کیا وہ خود کو کیوں خوف میں ڈالے رکھتی۔

وہ حیدر کو یاد کرنے لگی جب وہ اسے پریکٹس کرواتا تھا۔اس کے لبوں پر خود بخود مسکراہٹ آ گئی۔

<فلیش بیک>

" میں نے نہیں کرنی بلکل بھی " مزے سے بیڈ پر پالتی مار کر بیٹھے کہا۔

"زینی تنگ نا کرو۔۔۔تمہارے لیےاچھا ہے سٹرونگ ہو جاؤ گی " حیدر نے آنکھیں نکالتے کہا۔

" ایسے ہوتے ہیں ٹریز ! ٹریز تو باہر سے آتے ہیں باہر والے ہوتے ہیں۔۔۔گھر والے بندے سے کون ٹریننگ کرواتا ہے " زینیہ نے آنکھیں گھماتے کہا۔

" تمہیں مجھسے چھینٹی لگ جاتی ہے جو اس طرح کے خیالات لے کر بیٹھی ہو " حیدر نے اسے تیوروں سے کہا۔

" مجھے نہیں پتہ " سینے پر ہاتھ رکھتے ڈھیٹائی سے کہا۔

" تمہارے تو اچھے بھی کریں گے " حیدر نے دانت پیسے اور اس کی طرف بڑھا۔

زینیہ کی آنکھیں کھل گئیں جب خود کو اس کی باہوں میں پایا۔

" یو۔۔۔لفنگے چھچھوڑے ٹیچر۔۔۔بد تمیز نیچے اتارو مجھے " زینیہ غصے سے سرخ ہوتی بولی ہاتھ سختی سے اس کی گردن کے گرد باندھیں ہوئے تھے۔یہ ڈر بھی تھا کہ پھینک ہی نا دے نیچے

" مس زینیہ۔۔۔کسی باہر والے میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ آپ کو پاس سے دیکھ بھی لے ٹرینگ بہت دور کی بات ہے اور جس طرح آپ میری باہوں میں بے بس ہیں۔۔۔میرے علاوہ کوئی یہ کام نہیں کر سکتا " اس کے چہرے کے پاس اپنا چہرہ لا کر گھمگھیر آواز سے کہا۔

زینیہ کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ محسوس ہوئی۔لیکن وہ بھی کوئی زینیہ ہوئی جو اپنے حال سے حیدر کو آشکار کرے۔تبھی تیکھے چتونوں سے کھا جانے ولی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

اس کی تیکھی گھوریوں پر حیدر کا فلک شگاف قہقہہ لگا۔

وہ خود بھی اس منظر کو یاد کرتے ہنس دی۔

تبھی دروازہ کھلا۔

اس ملگجے اندھیرے میں وہ جان گئ تھی کہ اندر آنے والا کون تھا۔

احمر کو علم ہو جانا تھا کہ اس وقت کسی کی حیرت سے آنکھیں کھلنی تھیں۔

احمر اندر آیا تو اسے اتنے ریلیکس انداز میں دیکھ کر حیران ہوا۔

وہ تو سمجھ رہا تھا کہ اب تک وہ ڈر سے کانپ رہی ہو گی ساری اکڑ ٹھکانے لگ گئی ہو گی مگر یہاں تو کوئی اور ہی نظارے تھے سارے کا سارا آوہ ہی بگڑا ہوا تھا۔اسے اتنے سکون سے دیکھ کر آگ ہی تو لگ گئی تھی۔لیکن خود کو نارمل کرتے ہوئے وہ اس کی طرف بڑھا۔

وہ اس تک پہنچا۔

" کیسی ہو جاناں ؟؟؟ کہا تھا نا کہ چار بجے آ جانا پھر کیوں اتنی دیر کرنے کی غلطی کر دی۔۔۔اب دیکھو اس کا نتیجہ کیا ہوا ! مجھے خود تمہیں لے کر آنا پڑا " اس کی طرف خباثت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

زینیہ بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ زینیہ کے چہرے پر انگلی سے لکیر کھینچنے لگا تھا کہ زینیہ نے بڑی مہارت سے اس کی انگلی پکڑ کر مڑور دی۔اس کی چیخ کمرے میں گونجی۔

" جب تمہارے منہ سے تمہاری بکواس سن رہی ہوں تو ہاتھ لگانے کی کیا ضرورت ہے ؟ منہ سے بولو جو بھی بولنا ہے " وہ دانت پیستے بولی۔

احمر نے اپنی انگلی چھڑوائی۔اپنی انگلی کو دباتے ہوئے وہ خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔

" تمہیں مجھے ایسے لے کر تو آنا نہیں چاہیے تھا لیکن خیر اس کا حساب کتاب بعد میں رکھتے۔۔۔ابھی اپنا مدعا بیان کرو جلدی سے کس لیے بلانا چاہ رہے تھے "اپنے ناخنوں کو چھیڑتے ہوئے پرسکون انداز میں پوچھا۔

اس ریلیکس انداز میں اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

" میں نے تمہیں کڈنیپ کیا ہے۔۔میٹنگ کے لیے نہیں بلایا " وہ غصے سے غرّایا۔

" آواز نیچے۔۔۔غلام نہیں تمہاری " زینیہ بھی اسی کے انداز میں غرا کر بولی۔

یہ ایک بمب ہی تھا جو احمر پر گرا تھا کہ کڈنیپ اس نے زینیہ کو کیا تھا اور حکم وہ چلا رہی تھی۔

احمر نے درشتی سے اسکے بالوں کو جکڑا۔
جوڑا ہونے کی وجہ سے زیادہ تکلیف ہوئی جو اس کے پورے جسم میں سرایت کر گئی۔

زینیہ کے ہاتھ بالوں تک جاتے جاتے رکے۔وہ اس کے سامنے کمزور نہیں بن سکتی تھی۔آخر کیوں وہ ایسوں کے سامنے جھکے۔وہ خونخوار نظروں سے اسے گھورنے لگی۔

یہ ایک اور بمب احمر پر گرا تھا کہ سامنے جو اس کے لڑکی تھی وہ کوئی عام نہیں تھی۔اسے لگا تھا وہ چیخے گی درد سے روئے گی۔اس کے سامنے ہاتھ باندھے گی مگر یہ تو معاملہ ہی الٹ نکلا۔اس کی اکڑ ٹوٹ نہیں رہی تھی بلکہ اور بڑھتی جا رہی تھی۔

احمر نے دوسرے ہاتھ سے اس کا جبڑا پکڑا۔

" میں احمر ملک ہوں۔۔۔میرے سامنے جو چلاتا ہے۔۔۔میں اس کی زبان حلق سے باہر پھینکتا ہوں۔۔ میری دی ہوئی موت پانی بھی نہیں مانگتی۔۔اپنی آواز اپنے تک رکھو سمجھی " اس کے چہرے پر پھنکارتے بولا۔

" تم موت دیتے ہو گے۔۔لیکن میرے ہاتھوں آج مرنے کا ارادہ کیسے کر لیا تم نے" پوری جان سے اپنا چہرہ چھڑواتے اسی کے جیسے ہی زینیہ نے احمر کا جبڑا پکڑتے چلاتے کہا۔

اس کے ہاتھوں کو حیدر نے ٹرین کیا تھا وہ عام کیسے ہو سکتی تھی۔ایک فوجی نے اسے فولادی بنایا تھا ۔کسی کی اتنی جرأت کہ اس کو چھو جائے اور سادا پلٹ جائے۔

احمر اس کی گرفت پر بلبلا اٹھا اور جھٹکے سے دور کیا۔

دور ہوتے ہی ایک زناٹے دار تھپر زینیہ کے گال پر مارا کہ اسے اپنا گال سن ہوتا محسوس ہوا۔

وہ ایک لڑکی تھی۔اس کے رخسار کو حیدر نے ہمیشہ دوستی چاہت کے رشتے سے معتبر کیا تھا اور کسی غیر کی کیا جرأت تھی کہ اس محبت کی جگہ کو سختی سے برتا تھا. نا چاہتے ہوئے بھی اس کی آنکھوں میں پانی آ گیا۔اسے حیدر کی شدت سے یاد آئی۔اگر وہ یہاں ہوتا تو اس کے ہاتھ کے اتنے ٹکڑے کرتا کہ اسے گنتی بھول جاتی۔

"بہت اکڑ دکھا لی تم نے۔۔۔بہت سہہ لیا تمہیں۔۔اب مزید میں نہیں رکوں گا۔۔ہم دونوں کا ابھی نکاح ہو گا " اس کی طرف درندگی سے دیکھتے بولا۔

" میرا نکاح ہو گیا ہے۔۔اور نکاح پر نکاح نہیں ہوتا۔۔اتنا بھی نہیں پتہ تمہیں " زینیہ مے دانتوں کو پیستے کہا۔

" وٹ ! ! " وہ پوری شدت سے دھاڑا۔

" یس ڈارلنگ۔۔۔ام نکاحفائیڈ " ایک آنکھ ونک کرتے وہ احمر کے پورے بدن میں آتش برپا کر گئی تھی۔

" تم صرف احمر ملک کی ہو۔۔۔۔اور تمہیں میں ہر قیمت میں حاصل کر کے رہوں گا۔۔ سمجھی " اس کے بازوؤں کو مڑور کر کمر کے ساتھ لگاتے بولا۔

" بازو چھوڑو میرے۔۔۔جو کرنا ہے کرو۔۔۔میں بھی ادھر ہوں۔۔تم بھی ادھر ہو " اس کی آنکھوں میں بہادری سے دیکھتی بولی۔

" جانم۔۔تم آج بنا حجاب کے۔۔قیامت لگ رہی ہو۔۔اب تو تمہیں احمر ملک کی دسترس میں آنا ہی پڑے گا " اس کے سراپے پر وحشی نظریں پھیرتے کہا۔

" بھول ہے تمہاری۔۔اپنے دشمن کو کمزور سمجھنا سب سے بڑی غلطی ہوتی ہے" اس وقت احمر ملک کی شکل سب سے بھیانک لگ رہی تھی۔

" نا جانم۔۔۔بھلا آپ ہمارے دشمن کہاں سے ہوئے۔۔۔تم پر تو دیوانے ہیں ہم۔۔"وہ جی جان سے اس کے سراپے کی رعنائیوں پر بھکتے گھمگھیر تا سے بولا۔

اگر یہ بات حیدر کہتا تو اسے محبت ہی لگتی لیکن مرد کی آنکھیں بتا دیتی ہیں کہ چاہت ہے یا ہوس۔اور زینیہ بچی نا تھی جو ان میں فرق نا کرتی۔اسے اس وقت سب سے بری آواز احمر کی ہی لگ رہی تھی۔
نا تو اسے اس کی دللگی میں دلچسپی تھی نا ہی اس کی باتوں میں۔
زینیہ نے چہرے کا رخ موڑ لیا تو احمر ملک نے بھرپور قہقہہ لگایا۔

" تمہارا بندوبست کرتا ہوں میں۔۔اب دور نہیں کر سکتا جانم " اس کے خوبصورت چہرے پر نظریں گاڑے خباثت سے بولا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

" کہاں ہو حیدر۔۔۔میں تمہاری امانت ہوں۔۔مجھے یقین ہے اللہ پر کہ وہ میری عزت کی حفاظت کرے گا۔۔۔لیکن تم کہاں ہو۔۔۔تم مجھسے اتنے لاپرواہ تو کبھی نا تھے۔۔۔۔اب۔۔جب تمہاری ضرورت ہے۔۔۔تم دکھ ہی نہیں رہے " بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے وہ افسردگی سے حیدر کے تصور سے ہمکلام تھی۔

" لیکن میں کمزور نہیں۔۔۔میں زینیہ۔۔۔حیدر ہوں۔۔۔مجھے نا یاد آو۔۔۔پلیز۔۔ورنہ میں ہار جاؤں گی۔۔ابھی یاد نا آو۔۔پلیز " اپنے گھٹنوں کے گرد بازو کرتے اپنا سر ان میں دے گئی۔

اس کی آنکھوں میں محبت کا ستارہ ہو گا

ایک دن آئے گا وہ شخص ہمارا ہو گا

زندگی اب کے مرا نام نہ شامل کرنا
گر یہ طے ہے کہ یہی کھیل دوبارہ ہو گا

جس کے ہونے سے مری سانس چلا کرتی تھی
کس طرح اس کے بغیر اپنا گزارہ ہو گا

عشق کرنا ہے تو دن رات اسے سوچنا ہے
اور کچھ ذہن میں آیا تو خسارہ ہو گا

کون روتا ہے یہاں رات کے سناٹوں میں
میرے جیسا ہی کوئی ہجر کا مارا ہو گا

جو مری روح میں بادل سے گرجتے ہیں وصیؔ
اس نے سینے میں کوئی درد اتارا ہو گا

کام مشکل ہے مگر جیت ہی لوں گا اس کو
میرے مولا کا وصیؔ جوں ہی اشارہ ہو گا

✿✿✿✿✿✿✿✿

سمیع اور فلک پولیس کو انفارم کر چکے تھے۔

سمیع تو بس فلک کو حیرانگی سے دیکھ رہا تھا جو کہیں سے بھی صنفِ نازک نہیں لگ رہی تھی. اب کیسے ایکٹولی ساتھ ساتھ کام کر رہی تھی۔

" ہے رکو " آخر کار جھنجھلا کر فلک کو روکا اور سائیڈ سڑک پر بنے بینچ پر لے جا کر بٹھایا اور اسے یک ٹک دیکھنے لگا۔

"کیا ہو گیا ہے۔۔۔ایسے کیوں دیکھی جا رہے ہو۔۔۔کنفیوز کر رہے ہو تم مجھے " اس کے مسلسل دیکھنے سے وہ الجھ کر بولی۔

"یہ کیا تھا سب ! " حیرانی سے پوچھا۔

" تمہارا یہ انداز۔۔پسٹل ؟۔۔۔زولقرنین کیپٹن ؟۔۔۔یعنی فوجی ہے وہ۔۔میرا تو دماغ گھوم رہا ہے " وہ اپنے ماتھے کہ کنپٹیاں سہلاتا ہوا بولا۔

"لسن۔۔یہ پسٹل میں دیکھ بھی نا پاتی اگر مجھے زینیہ مضبوط نا بناتی۔۔۔مجھے پل پل ضرورت پڑتی تھی ۔۔۔تم سے تو لڑائی چل رہی تھی۔۔۔اور رہی بات زولقرنین کی۔۔تم نے اس کا کال آنے پر ریسپونس نہیں دیکھا ؟ میں نے ایک دفعہ حیدر بھائی کو دیکھا تھا وہ زینیہ کو ایک دفعہ لینے ٓیے تھے تو ہمارے سامنے انہیں کال آئی تھی انہوں نے بھی ایسے الرٹ ہو کر جواب دیا تھا۔اور زولقرنین پر بس میں نے شک ظاہر کیا اور اس کے خجل ہونے کے انداز میں شک یقین میں بدل گیا " وہ آنکھوں کو ٹمٹماتے بولی اور سمیع اسے دیکھی جا رہا تھا۔

" مطلب شادی کے بعد تم میرا قتل کر دیا کرو گی۔۔وہ بھی پسٹل سے ؟ " سمیع نے آنکھیں تیکھی کر کے فلک سے کہا۔

" جی نہیں جناب۔۔۔آپ کیلے لیے میری ایک گھوری ہی کافی ہے " فلک نے ہناتے ہوئے جواب دیا ۔

" تو جب تمہارا غصہ جب آیا کرے گا تو کیا کرو گی ؟" شرارتی نگاہوں سے دیکھتے پوچھا۔

" میں تمہیں دو چار مکے۔۔۔تین چھے فلائی کِکس مار دیا کروں گی۔۔ سمپل " کندھے اچکائے سکون سے کہا۔
سمیع نے آئیبروز اچکائیں یعنی اتنی شوخی۔

"تم۔۔میرا غصہ ٹھیک کر لو گے ! " اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔

" جانی میرے پاس ایسے ایسے ٹولز ہیں کہ تم ناراض رہ ہی نہیں پاؤ گی " اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا کہ وہ کٹی پتنگ کی طرح اس کے سینے سے جا لگی۔

فلک نے ہاتھ رکھ کر فاصلہ بنایا۔ابھی جو مضبوطی تھی سب گھائل ہو گئی اس کی جگہ سرخ لالی نے لے لی۔

"جیسے کوئی ایک ٹول بتاؤ ! " خود کو نارمل رکھتے استفسار کیا۔

" لائک۔۔لپ کس ! " اس کے چہرے کو اپنے چہرے کے پاس کرتے گھمگھیر آواز میں کہا۔

فلک کا دل ایک دم سست سا ہو گیا۔آنکھیں شرم سے جھک گئیں۔

سمیع نے اس کی سرخیوں پر دھیرے سے اس کے چہرے پر سایہ کیا۔

اس کی گرفت سمیع کی کالرز پر سخت ہو گئی۔

اتنی بھی شدت نہیں تھی اس کے لمس میں جتنا محبت سے وہ محبت نچھاور کر رہا تھا لیکن اس کا لمس دھڑکن منتشر کر رہا تھا۔

😗 یہ لب زرا ٹکرائے جو دلبر کے ہونٹ سے 😗

😗 چنگاریاں اڑنے لگی شبنم کی چوٹ سے 😗

😗 ہم صنم حد سے آگے گزرنے لگے 😗

😗 اس قدر آپ سے ہم جو محبت ہوئی 😗

😚 ٹوٹ کے بازوؤں میں بکھرنے لگے 😚

😚 آپ کے پیار میں ہم سنورنے لگے 😚

اس کے سانس بند ہونے پر چہرہ دور کیا تو وہ دھڑکنوں کو سنبھالتی تیزی سے کھڑی ہو گئی۔

" ش۔۔۔شرم ک۔۔کرو " اپنے دل پر ہاتھ رکھے وہ ہکلا کر بولی۔اس کے لمس نے اس کا چھوٹا سا دل لرزا دیا تھا۔وہ تو شکر تھا کہ رات کا وقت تھا کوئی سڑک پر نہیں تھا سوائے پولیس سٹیشن کے۔ سمیع کا قہقہہ لگا۔فلک نے چہرہ جھکا کر ہنسی ضبط کی۔

سمیع نے اسکا بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا کہ اس کی پشت سمیع کے سینے سے لگی۔

" میرے اتنے سے ٹول پر تم ڈر گئی۔"اس کے کان میں سرگوشی کی۔وہ اس کی پناہوں میں چھوئی موئی سی ہو گی۔

"جیسے تمہارے ٹولز ہیں۔۔میں ناراض ہی نہیں ہوں گی " اپنی طرف سے سولڈ جواب دیا۔

" مسز سمیع راجپوت۔۔۔آپ ایک بات ذہن میں رکھ لیں۔۔آپ ناراض ہوں۔۔یا نا۔۔۔میں اپنے ٹولز کو زنگ نہیں لگنے دوں گا۔۔ سمجھی ! " اس کے کندھے پر لب رکھے خمار آلود لہجے میں بولا۔

فلک کی جان کیسے اس کے عظائم سے ہوا ہو رہی تھی۔اس کا حصار خود کے گرد بندھتے دیکھ کر وہ اور بری طرح کانپ گئی۔اس کی دھڑکن تو سنبھلنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

وہ آج مکمل طور پر سمیع کی چاہت کے قابل ہوئی تھی۔وہ کتنے شکر ادا کرتی کہ خدا نے اسے اتنی محبت کرنے والے شخص کے نکاح میں دیا تھا۔

وہ دونوں کئی پل سردی کی خنک ہوا میں ایک دوسرے کے حصار میں کھڑے رہے۔

" مسٹر سمیع۔۔اگر اجازت ہو تو۔۔ہم زولقرنین سے بات کر لیں۔۔۔مہربانی ہو گی " اس کو بلکل اپنے کندھے پر سر رکھے دیکھ کر بولی۔

اوپر سے پیچ سڑک پر شروع ہو گیا تھا کوئی دیکھ لیتا تو ؟۔

" جی جناب " کان کھجاتے ہوئے سمیع نے کہا۔

فلک نے اس کی طرف فون کیا۔

" میں کرتا ہوں کال " اس نے اپنے موبائل سے فون لگاتے کہا۔

" ہاں۔۔۔کہاں ہے ؟" آگے سے شائد فون اٹھا لیا گیا تھا۔
" اچھا ! ! ! ۔۔۔کب ! ! کیسے پتہ لگا ؟۔۔تو کہاں اب ؟؟؟ .... ہم۔۔۔ہم آ رہے ہیں ۔۔۔۔اوکے " آگے کے سوال جواب پر وہ فون بند کر گیا۔

" کیا ہوا ! " فلک نے بے چینی سے پوچھا۔

" زینیہ کا پتہ لگ گیا " سمیع نے خوشی سے بتایا۔

" اوہ۔۔شکر " فلک نے گہرا سانس لیا۔

" سوات سے چار کلو میٹر کے فاصلے پر لوکیشن ٹریس ہوئی ہے۔۔زولقرنین کی ٹیم نے پتہ کروایا ہے ۔۔اب وہ سب ادھر کی طرف بڑھ رہے۔۔۔ہمیں بھی جانا چاہیے " سمیع نے اسے تفصیل بتائی۔

" ویسے زینیہ ایک ٹرینڈ لڑکی ہے۔۔۔ ہمیں اتنی ٹینشن نہیں لینی چاہیے " فلک نے ہوٹیل کی طرف قدم لیتے کہا۔

"لیکن کیوں ؟ " سمیع نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"وہ اپنی خود حفاظت کر سکتی ہے۔۔ دیکھ لینا تم۔۔۔اسے کسی کی ضرورت نہیں " فلک نے فخریہ کہا۔
" اچھا " سمیع نے ایمپریس ہوتے کہا۔

"یو نو۔۔۔ایک دفعہ یونیورسٹی کے شروعات میں۔۔۔ ہمیں دو لڑکوں نے تنگ کیا تھا لفٹ میں۔۔۔ہم دونوں نے خوب مزا چکھایا تھا۔۔میری طرف سے تو مکے ہی مکے تھے۔۔۔باقی کام زینیہ کا تھا۔۔۔مجھے آج بھی وہ دن یاد آئے تو ہنسی نہیں رکتی " وہ پھر سے اس منظر کو یاد کرتی ہنس دی۔
سمیع نے اسے محبت سے دیکھا جو مسکرا کر اس کے دل کی تاریں ہلا رہی تھی۔

" مجھے تم بہت پسند ہو فلک۔۔۔بے حد محبت ہے تم سے۔۔۔۔بہت فخر ہے تم پر " اس کے ہاتھ کو محبت سے تھامتے کہا۔

فلک نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

For more visit (exponovels.com)

یہ مسکراہٹ یقیناً دلفریب تھی۔

دل چیز کیا ہے آپ مری جان لیجئے
بس ایک بار میرا کہا مان لیجئے

اس انجمن میں آپ کو آنا ہے بار بار
دیوار و در کو غور سے پہچان لیجئے

مانا کہ دوستوں کو نہیں دوستی کا پاس
لیکن یہ کیا کہ غیر کا احسان لیجئے

کہئے تو آسماں کو زمیں پر اتار لائیں
مشکل نہیں ہے کچھ بھی اگر ٹھان لیجئے

لیکن کیا ہر بار قسمت ساتھ دیتی ہے۔اتنا بڑا دعویٰ کیا فلک نے کہ زینیہ کو کسی کی ضرورت نہیں ! اگر احمر اسے بے بس کر دے تو کیا ہو گا ؟

4 5 گھنٹے بعد وہ کمرے میں آیا۔

" کیا سوچا تم نے ! خود طلاق کی بات کرو گی یا میں مشکل آسان کروں ! " اس کی طرف جھکتے پوچھا۔

" تمہیں مزا چکھانا میری ضد بن گئ ہے۔۔ابھی میرے پاؤں کی بیریاں کھولو میں تمہیں بتاؤں کہ تم کس سے بات کرنے کی جرأت کر رہے ہو " اس کی بکواس پر زینیہ کو غصہ ہی چڑھ گیا تھا۔

وہ اس کی تیز زبان پر غصے میں آ گیا۔

تیزی سے سائیڈ دراز کھولا اور اس میں سے کٹر نکالا۔اور اس کے اوپر سے کور اتارا۔

زینیہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

وہ اس کی طرف بڑھا اور اس کا پاؤں پکڑ کر تیزی سے کھینچا کہ نا چاہتے ہوئے بھی زینیہ کے منہ سے آہ نکلی۔

" بہت زبان چل رہی ہے نا تمہاری ! دیکھو اب میں کیسے تمہیں بے بس کرتا " اس کے پاؤں کر مضبوطی سے پکڑتے بولا۔

پیروں میں پہلے سے ہی بیڑیاں تھیں اس کی درد اور اس کی گرفت نے اس کے اندر سے جیسے ہمت ختم کر دی۔

اس نے اس کی تلی پر کٹر رکھا۔

زینیہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔وہ تیزی سے اس کی طرف ہاتھ کرنے لگی تھی کہ احمر نے ایک باریک مگر تیزی سے گہرا کٹ لگا دیا۔

زینیہ کی چیخ پورے کمرے میں گونجی۔
اس کے پاؤں کی تلی سے خون فوارے کی طرح نکلا اور لال رنگ لی بیڈ شیٹ کر مزید رنگ آلود کر گئی۔

" احمر ملک کو اوقات یاد دلانا چاہتی ہے ! پہلے اپنی تو دیکھ لے " اس کا جبڑا پکڑ کر وہ پھنکارا۔
زینیہ کی آنکھیں درد سے سرخ ہو گئیں۔

اس نے اس سے بڑا کٹ اس کے دوسرے پاؤں پر مارا کہ اس کی درد سے وہ بلبلا اٹھی۔تقریباً درد کی شدت سے وہ بیڈ پر تڑپنے لگ گئ۔لیکن پاؤں کا درد ایسا تھا جیسے پاؤن ہی جدا ہو گئے ہوں۔

احمر نے خباثت سے ہنستے اس کے بازو پکڑے۔

" ن۔۔۔نو۔۔۔ن۔۔۔نو " وہ اس کے ارادے جانتی سر نفی میں ہلانے لگی۔در د کی شدت نے اس کے اندر کی ہمت ختم کر دی تھی۔

" اسنے بڑی بے رحمی سے اس کے دونوں بازووں پر گہرے کٹس لگا دیے۔ایک دفعہ پھر زینیہ حیدر کی چیخیں پورے کمرے میں گونجی۔

دو منٹ کے اندر اندر وہ بری طرح سے زخمی ہو گئی تھی۔

احمر نے اس کا جبڑا دوبارہ پکڑا۔اور اتنی سخت پکڑ تھی کہ اس کی گال سے ننھی سی بوندھ خون کی نکلی
۔

وہ اپنے دانتوں کو بھینچے پوری طرح زور لگا رہا تھا۔اس کی سخت پکڑ پر ہونٹ نیلے ہو گئے تھے۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی الٹی حرکت کرتا دروازے پر زور سے کچھ لگا۔

احمر کا جنون ٹوٹا۔اس نے گردن گھم کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں اب لاکر کو گھمانے کی کوشش کی جا رہی تھی جو کہ وہ لاک کر کے آیا تھا۔
احمر نے غصے سے زینیہ کو دیکھا۔جو دھندھلائی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔تکلیف سے آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔

" تو نے کچھ کیا ہے نا ! ۔۔"اس کے کٹ لگے بازوں پر زور سی دباؤ دیتے کہا کہ وہ ایک دفعہ پھر چیخ اٹھی۔آنسو اس کے گال بھگو رہے تھے۔
احمر نے دروازے پر ہوتے زور زور کے وار پر زینیہ کو جھٹکا تو وہ لہرا کر بے سدھ سی بیڈ پر گر گئی۔

" ح۔۔یدر۔۔۔ک۔۔۔کہاں۔۔۔ہو۔۔۔آ جاؤ۔۔۔آ جاؤ۔۔۔پلیز۔۔۔آئی۔۔۔۔نیڈ یو " اس کی بند ہوتی آنکھیں حیدر کے تصور سے مخاطب تھیں۔اس کے لب بار بار حیدر کا نام لے رہے تھے جو نجانے کہاں تھا۔

تین چار جھٹکوں پر دروازہ ٹوٹا اور دھڑا دڑ آرمی آفیسر ہاتھ میں پسٹل لیے اندر داخل ہوئے۔
احمر آرمی کو دیکھ کر بوکھلا گیا۔

زولقرنین سمیع اور فلک بروقت اندر داخل ہوئے۔

زولقرنین نے اندر آتے ہی رکھ کر احمر کو مکہ مارا کہ وہ لرکھڑا کر گرا۔

فلک تیزی سے زینیہ کی طرف بڑھی کہ اس کی حالت دیکھ کر اس کے قدم جم گئے جیسے زمین ہی قدموں کے نیچے سے نکل گئ ہو۔وہ تو سکتے میں چلی گئ تھی جیسے۔سمیع بھی بوکھلا گیا تھا زینیہ کو اس حال میں دیکھ کر لیکن انہیں ہوش سے کام لینا تھا۔سمیع نے جلدی سے فلک کو جھنجھوڑا. تو وہ ہوش میں آئی۔

زولقرنین احمر کی پٹائی کرنے میں مصروف تھا۔اس سے پہلے وہ اپنی گن سے اس کا قتل رک دیتا ایک آرمی آفیسر نے اس کے ہاتھ سے گن لی اور دھکا دیا۔

" سر ہم اسے دیکھ لیں گے " اس آفیسر نے اسے ہوش دلائی۔

اتنے میں ایمبولینس بھی آ چکی تھی۔ آرمی آفیسرز نے سٹریچر پر ڈال کر گاڑی میں بٹھایا۔اس کے لبوں پر بس حیدر کے نام کی سرگوشی تھی۔

سمیع نے مشکل سے زولقرنین کو سنبھالا جو احمر کو جان سے مارنے پر تلا تھا۔

زینیہ کا یاد آتے ہی وہ تیزی سے باہر کی طرف دوڑا تا کہ ہوسپٹل جا سکے۔

زولقرنین ، سمیع ، اور فلک اس وقت کمرے کے باہر کھڑے تھے۔تینوں کی حالت غیر تھی۔فلک تو دل ہی چھوڑ گئ تھی جسے سمیع نے بروقت سنبھالا تھا ورنہ وہ اپنی طبیعت خراب کر سکتی تھی۔ سر وجدان اور سر نعیم بھی آ چکے تھے۔انہیں جیسے ہی خبر ہوئی تھی وہ فوراً سے ہوسپٹل پہنچے تھے۔

دروازہ کھلا اور اندر سے نرس نکلی۔سب ایک دم الرٹ ہو کر اس کی طرف ہوئے۔

" سر بلیڈنگ بہت ہو رہی ہے۔۔۔پاؤں کی تلی پر چار انچ گہرا کٹ لگا ہے۔۔۔خون رک نہیں رہا۔۔ ہمیں A+ خون کی ضرورت ہے۔۔جتنی جلدی ہو سکے اس کا ارینج کریں " نرس نے جلدی جلدی ساری بات بتائی۔

" ارے یار مجھسے لے لو جتنا لینا ہے میرا بھی A+ ہے " زولقرنین پریشان کن لہجے میں جلدی سے آگے ہوتے بولا۔

نرس اسے اندر لے گئ۔

اندر قدم رکھتے ہی جیسے قدم لرکھڑا گئے۔اس کی نظر جب زینیہ پر گئ تو جیسے سانس ہی بند ہو گئ ہو۔ وہ زرد چہرے کے ساتھ بیڈ پر تھی۔کئ ڈاکٹرز اس کے اردگرد تھے۔وہ بے سدھ پڑی تھی جیسے کچھ خبر نہیں کہ اس کے بنا کتنے لوگ اس کی اس حالت سے تکلیف میں ہیں۔

ڈاکٹرز بلیڈنگ روکنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے۔بازوؤں پر بھی گہرے کٹ تھے۔زولقرنین کو ایسے لگا جیسے وہ تکلیف خود محسوس کر رہا ہے جو اس وقت زینیہ سہہ رہی تھی۔

"زینی۔۔۔بی بریو مائی سول " وہ اپنی آنکھیں صاف کرتا بس خود سے یہی کہہ سکا۔پاس جا کر اسے ہوش میں لانے سے رہا وہ۔

نرس کے ساتھ وہ کمرے کے اندر بنے چھوٹے سے کمرے میں چلا گیا۔

ایک گھنٹہ لگا تھا ڈاکٹرز کو سب سنبھالتے۔ان کی ان تھک محنت کے بعد بلیڈنگ رکی تھی۔تین خون کی بوتلیں اسے یک مشت لگی تھیں۔

زولقرنین کا بھی وہی بلڈ گروپ تھا جو زینیہ کا تھا تبھی بروقت ایک بوتل زولقرنین نے دے دی باقی دو ارینج کر دی گئیں۔

زولقرنین تھکا تھکا سا باہر بینچ پر بیٹھا تھا۔سمیع بھی اس کے پاس آ گیا۔

" ہمت کر یار۔۔۔شکر کر اللہ کا جس نے اس کی حفاظت کی کسی بڑے نقصان سے ہمیں سامنا نہیں کرنا پڑا " سمیع نے اسے حوصلہ دیا۔

" یار۔۔۔وہ۔۔۔ کتنی اذیت میں۔۔۔"آگے بولا نا گیا تو وہ ہاتھوں میں چہرہ دے کر رو دیا۔اسے وہ پل ٹھہر ٹھہر کر یاد آ رہے تھے جب وہ دروازہ توڑ کر اندر گئے تھے اور وہ خون سے لت پت بیڈ پر بے ہوش تھی۔اتنی تکلیف سہی اس کی زینی نے اور وہ وقت پر پہنچ نا سکا۔

" بس کر زولقرنین۔۔۔اللہ کا شکر کہ اللہ نے جان بچائی اس کی " سمیع نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ زولقرنین بنا آواز کے رو دیا تھا۔

کہتے ہیں جو کوئی مرد کسی عورت کیلیے روئے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس مرد سے زیادہ اسے کوئی نہیں چاہ سکتا۔

" برخوردار ! " تبھی کوریڈور میں بھاری آواز گونجی۔

زولقرنین جھٹکے سے سمیع سے دور ہوا اور اس آواز کی سمت دیکھا جہاں اس کے بابا یعنی وحید سکندر پوری وجاہت کے ساتھ کھڑے تھے۔

"بابا "ٹوٹے لہجے میں وہ اپنے باپ سے لپٹ گیا۔ضبط جواب دے گیا تھا۔

"کیپٹن زی بی بریو " رعبدار آواز میں تھپکی دی۔

Baba! I cant live without her ,,,,, i will not survive without her ,,,, i have no " power to see her in this condition ,,,,, please .... please give her to me " ...please baba .... i will die without her .... im nothing without her

وہ وحید سکندر کے سینے سے لگا مسلسل روتے نفی میں سر ہلاتے بول رہا تھا۔جیسے بچہ ضد کر رہا ہو کسی چیز کی۔

فلم اور سمیع حیرت سے اس کے الفاظ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔فلک کو تو علم تھا کہ زینیہ کا نکاح ہو گیا ہے۔اور زولقرنین کا ایسے جنونی ہونا نجانے کیا ہو۔سمیع تو اپنے دوست کے جزبات جان کر بے حد خوش تھا۔اسے زینیہ کیلیے زولقرنین سے بہتر کوئی لگا ہی نہیں۔

" کیپٹن زولقرنین " وحیدر سکندر نے اسے دوبار تھپکی دی۔زولقرنین نے خود کو کمپوز کیا۔

" you are not allowed to loose your all temper. you are caption mind it ..

remember it "

اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے رعب میں کہا تو زولقرنین الرٹ ہوا۔

" یس سر " الرٹ ہوتے جواب دیا۔وہ ان کے الفاظ میں ساری بات سمجھ گیا تھا۔
اسے دوبارہ تھپکی دے کر وہ پلٹ گئے۔

" واہ بی واہ۔۔۔ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا کہ کیپٹن بھی مجنوں ہو سکتے ہیں " سمیع نے شرارت سے پاس آ کر کہا تو زولقرنین سرخ آنکھوں سے ہنس دیا۔یقیناً کوئی لڑکی ان سرخ والے زولقرنین کو دیکھ لیتہ تو اپنا دل وہیں پر وار دیتی۔

سر وجدان اور سر نعیم اب جا چکے تھے۔وہ تینوں اب باہر اس کے جاگنے کا انتظار کر رہے تھے۔

فلک تو زولقرنین کی وجہ سے کافی پریشان تھی۔اس نے وعدہ کیا تھا زینیہ سے کہ وہ اس کا نکاح ایکسپوز نہیں کرے گی مگر زولقرنین کو حقیقت سے انجان رکھنا بھی غلط تھا۔اسی پریشانی میں وہ باہر چلی گئی۔

سمیع اس کی غیر موجودگی کو محسوس کرتا ڈھونڈتے باہر آیا تو ادے بینچ پر بیٹھے پایا۔

" ویسے اتنی تیاری کی تم نے اور کیا کچھ بھی نہیں " اس کا موڈ بہتر کرنے کیلیے سمیع نے کہا۔

" یہ سب حفاظتی تدابیر ہے " بنا کسی تاثر کے جواب دیا۔

" تم اس کے لیے پریشان نا ہو وہ جلد ٹھیک ہو جائے گی " اس کی پریشانی کو سمجھتے ہوئے پیار سے کہا۔

For more visit (exponovels.com)

فلک نے بس سر ہلایا۔

"ویسے یار۔۔۔ تم اور میں اسے جتنا جانتے ہیں اس حساب سے وہ بت مضبوط لڑکی ہے۔۔۔ کمزور نہیں ہے۔۔۔ اور تمہارے مطابق وہ ایک ٹرینڈ لڑکی ہے۔۔۔ پھر مجھے سمجھ نہیں آئی کہ اس کے ساتھ ہوا کیسے یہ سب ! " سمیع نے اپنے دماغ میں اٹھتا سوال کیا۔

فلک نے اسے دیکھا جو اس کے جواب کا منتظر تھا۔ اور یقیناً اس کے پاس بہت اچھا جواب تھا اس کا۔

" بات یہ ہے سمیع کہ ہم لوگ بھول جاتے ہیں ساری طاقتیں ، ساری تعریفیں تو صرف اللہ کے لیے ہیں۔۔۔ اور خود کی تعریفیں کر کر کے ہم نقصان اٹھاتے ہیں۔۔۔ میں بھول گئ تھی کہ اللہ آعف خاص بندوں کو نہیں بچاتا۔۔۔ بلکہ وہ تو سب کا رکھوالا ہے۔۔۔۔ میں تو بس زینیہ کو ہی بار بار پاورفل اور ٹرینڈ کہہ رہی تھی۔۔۔۔ ایک دفعہ بھی اللہ سے دعا نہیں کی کہ اس کی حفاظت کرنا۔۔ ایک دفعہ بھی نہیں کہا کہ اللہ اا کی حفاظت کرے گا۔۔۔۔ اور دیکھو میرے الفاظ نے مجھے کیسا سبق دیا " وہ تقریباً رو دی تھی آنسو ضبط سے باہر نکل ہی آئے تھے۔ سمیع نے اسے اپنے بازو کے حلقے میں لیا۔

" مجھے زینی ہمیشہ کہتی تھی کہ گھمنڈ نا کرنا کہ تمہارے پاس ایسی سکلز ہیں جس سے تم حالات کا مقابلہ کر سکتی ہو۔۔۔یہ نا بھولنا کہ اللہ سب سے بڑا محافظ ہے۔۔۔وہ اگر چاہے تو ہی ہم حفاظت کر پاتے ہیں۔۔۔اگر وہ نا چاہے تو کس کی مجال ہمیں بچا لے " وہ زینیہ کی کہی ہوئی باتوں کو یاد کرتے دل برداشتہ ہو گئ۔

" بس فلک۔۔۔میری جان۔۔۔شکر ادا کرو۔۔۔کہ اللہ نے اسے بڑے نقصان سے بچا لیا۔۔۔بس چپ "اس کے سر پر بوسہ دیتے دلاسا دیا۔

فلک نے بہت مشکل سے خود کو کنٹرول کیا.

" اسے اگر۔۔۔کچھ ہو جاتا نا۔۔۔تو۔۔۔"روتے روتے وہ اس کے سینے میں منہ دے گئ۔

" بس۔۔۔۔کچھ نہیں ہو گا " اس کو اپنے سینے میں بھینچتے ہمت دلائی۔

" سمیع یہ۔۔جو زولقرنین سوچ رہا ہے۔۔۔کیا یہ صحیح ہے ! " فلک نے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔

" ہاں میں تو بہت خوش ہوں۔۔۔زینیہ اور وہ دونوں ساتھ بہت اچھے لگیں گے " سمیع نے مسکراتے کہا۔

فلک پھر سے پریشان ہو گئ تھی۔نجانے اب کیا ہونا تھا۔

زینبیہ کو ہوش آ گیا تھا۔لیکن درد اور میڈیسن کی وجہ سے وہ ابھی غنودگی میں تھی۔زولقرنین اس کے بیڈ کے پاس بیٹھا تھا۔سمیع اور فلک باہر تازو ہوا کیلیے گئے ہوئے تھے۔فجر کا وقت تھا۔

" حیدر " ہونٹوں نے ہلکی سے جنبش کی۔

زولقرنین جلدی سے اپنا کان اس کے ہونٹوں کے پاس لے گیا کہ سن سکے مگر وہ غنودگی کے باعث دوبارہ نہیں بولی۔

زولقرنین نے آرام سے اس کا ہاتھ پکڑا۔بازووں پر ہوئی بینڈیج بتا رہی تھی کہ زخم اوپری نہیں تھے بہت گہرے تھے۔احمر کا چہرہ زولقرنین کی آنکھوں میں آ گیا۔اس نے سختی سے لب بھینچے۔ایک دفعہ پھر اس کی چمڑی ادھیڑنے کا دل کیا تھا۔مگر اس نے خود کو نارمل کیا۔

پیار سے اس کے ہاتھ کو چوما۔

اس کے لمس سے زینیہ کے ہاتھ میں لرزش آئی اور ماتھے پر بل پڑے جیسے اس غنودگی میں بھی اسے ناگوار گزرا تھا کسی کا چھونا۔حیدر کے لمس کی عادی تھی کیسے جسی اور کا چھونا برداشت کرتی۔

زولقرنین کی بے ساختہ نظر اس پر گئی جو ماتھے پر بل ڈالے ہوئے بند آنکھوں سے لیٹی تھی۔وہ ہنس دیا اس کی حرکت پر کہ نیند میں بھی الجھن محسوس کی ہے۔

ساری رات تو اس نے جاگ کر گزاری تھی۔آنکھیں کرب سے لال تھیں۔جیسے اس کے اٹھنے کیلیے بے تاب ہوں۔

تبھی سینئر ڈاکٹر اندر آئی تو فوراً زولقرنین کھڑا ہو گیا۔
" ہوش آیا انہیں ! " بیڈ کے پاس آتے پوچھا۔
" ابھی نیند میں ہیں " زولقرنین نے جواب دیا۔

" ہمم۔۔میڈیسن کی وجہ سے نیند میں ہیں۔۔۔جلد ٹھیک ہو جائیں گی ڈونٹ وری۔۔شام تک ہم انہیں ڈسچارج رک دیں گے "ڈاکٹر نے زولقرنین سے کہا۔فائل چیک کی اور چلی گئی۔

ابھی ہانچ منٹ گزرے تھے کہ اندر آکر نرس نے زولقرنین کو بلایا کہ اسے ڈاکٹر بلا رہی ہے۔

زولقرنین کو حیرت ہوئی کہ ابھی تو آئی تھی ایسا کیا کام ہو سکتا ہے۔

" آیئے مسٹر زولقرنین " ڈاکٹر نے فائل بند کرتے کہا۔
زولقرنین اندر آیا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

" جی ڈاکٹر " زولقرنین نے سنجیدگی سے پوچھا۔

" دیکھیے مسٹر زولقرنین۔۔۔جو کچھ ہوا کہ ایک پولیس کیس تھا لیک چونکہ آپ کیپٹن ہے اور اس کیس کو سنبھال لیا گیا ہے تو نو ایشوز۔۔۔۔لیکن جب ہم ان کا ٹریٹمبٹ کر رہے تھے تو ان کو ہم نے کسی ٹینشن میں پایا ہے۔۔۔اب یہ نہیں پتہ کہ یہ مینٹلی اپسٹ کیوں ہیں۔۔۔مے بی وہ ہوش میں آنے کے بعد کوئی سیریس ایکٹ کریں۔۔۔۔یا شائد نارمل۔۔۔نہیں علم۔۔۔آپ بس۔۔۔ان کا خیال کریں۔۔۔فریش باتیں کریں۔۔۔اقر جو حادثہ ہوا اسے یاد بلکل نا کرنے دیں۔"ڈاکٹر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں تفصیل دی۔

زولقرنین بھی زرا پریشان ہو گیا کہ آخر ایسا کیا ہے جو زینیہ کو پریشان کر رہا۔

" جی ڈاکٹر۔۔۔ان شاء اللہ ہم ان کا پورا خیال رکھیں گے۔۔۔ڈونٹ وری " زولقرنین نے مسکراتے جواب دیا۔

زولقرنین دروازہ بند کر کے باہر آیا کہ کسی سے زوردار قسم کا تصادم ہوا۔

زولقرنین نے بے ساختہ اسے تھاما نہیں تو مقابل شخص اس کے قدموں میں ہوتا یا کوریڈور کے درمیان سجدہ ریز ہوتا۔

"امی جی امی جی امی جی۔۔۔میں گئییییی۔۔۔بچا لو بچا لو بچا لو " وہ آنکھیں بند کیے زور زور سے بول رہی تھی۔

زولقرنین نے کوفت سے اس دیکھا جس کے چہرے پر اس کے سارے بال آیے ہوئے تھے اور وہ منہ دوسری طرف کیے ڈرامہ کر رہی تھی۔

" اوہ۔۔۔ٹھیک ہو ! " اس کو جھنجھوڑا تاکہ ہوش میں آئے۔

وہ جو آنکھیں بند کیے زور و شور سے لگی تھی۔اس کی آواز پر جھٹکے سے اس کی طرف سر کیا۔بال کسی فلمی سین کی وجہ سے پھرک کر چہرے سے دور ہوئے۔

زولقرنین سامنے موجود شکل دیکھ کر چونکا۔مگر فوراً سے اپنے تاثر چھپائے۔

" تمممممم ! ! ! ! ۔۔۔۔کمبخت۔۔۔بد تمیز گرانا تھا مجھے کیا ! ۔۔۔۔ہاں ! " ایک جھٹکے سے اس سے دور ہوتی تیکھے انداز سے بولی۔

زولقرنین نے اس کی بات پر آنکھیں گھمائیں۔

"تم سدھر نہیں سکتی ! ۔۔۔ہر بار چیختی کیوں ہو ؟" زولقرنین نے دانتوں کو پیسا۔

"تم۔۔۔نین۔۔۔کہاں تھے تم ؟۔۔۔یہاں کیا کر رہے ہو ؟۔۔۔چوٹ ووٹ تو نہیں لگی ؟ ہمم ! " آنکھوں کو نچاتے وہ زولقرنین کو بس غصہ ہی چڑھا رہی تھی۔

" کشف۔۔۔مجھے جلدی ہے زرا " اس کے سوالوں سے بچنے کے لیے زولقرنین نے کہا۔

" ایک ایک منٹ " اس کے سائیڈ سے گزر کر جانے پر وہ اس کے سامنے آیی۔

زولقرنین نے ضبط سے اسے دیکھا جو کسی دیمک سے کم نہیں تھی۔

" تم سے میں کتنے ٹائم بعد مل رہی ہوں۔۔۔تم نے بتایا کیوں نہیں کہ تم یہاں آ رہے ہو ؟۔۔۔ تمہیں میرا پتہ تھا نا کہ میری یہاں انٹرنشپ ہے۔۔۔۔بتایا کیوں نہیں۔۔۔کسی زمانے میں تمہاری جان بچائی تھی۔۔۔قدر ہی کوئی نہیں اس مسیحا کی ! " آنکھوں کو پٹپٹاتے اپنی تعریف کرتے اس سے گلہ کیا۔

" میں مصروف تھا۔۔۔۔تمہاری انسٹاگرام سٹوری نہیں دیکھی " زولقرنین نے تحمل سے جواب دیا۔

جتنا اس کا سر گھوم رہا تھا یہ بس وہ جانتا تھا۔
اس نے زولقرنین کو دیکھا جو اب سائیڈ سے گزر گیا تھا۔

" نین۔۔۔"کشف نے اسے مخاطب کیا۔بے ساختہ اس کی پکار پر قدم رکے۔اور پلٹ کر اسے دیکھا۔

" کیا ہوا اسے " اس کے سامنے آتے سنجیدگی سے پوچھا۔

For more visit (exponovels.com)

زولقرنین نے اسے دیکھا کیسے وہ اس کی آنکھوں سے جان گئ تھی کہ کوئی مسئلہ ہے اور یہ بھی کہ زولقرنین کس وجہ سے پریشان ہے۔

زولقرنین نے گہرا سانس لیا اور سر ہاں میں ہلایا۔

" کیا ہوا ؟۔۔۔ٹھیک ہے وہ ؟" پریشانی سے استفسار کیا۔

زولقرنین نے پھر سے اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں کرب تھا کہ کشف کا دل دہل گیا۔

" روم نمبر " وہ اس کی تڑپ پر خود تڑپ اٹھی تھی۔

" ابھی۔۔میڈیسن کے زیرِ اثر سو رہی ہے " ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

" ڈاکٹر کشف۔۔۔نیڈ یور ہیلپ " اس سے پہلے وہ اسے جواب دیتی پیچھے سے ڈاکٹر کی آواز آئی۔

" تم جاؤ " زولقرنین نے اسے جانے کا کہا۔

کشف کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

" نین " بے ساختہ وہ اس کے گلے لگ گئی۔
زولقرنین کی آنکھیں پھر سے نم ہو گئی۔

بنا کچھ بولے ہی وہ دونوں ایک دوسرے کی حالت سمجھ رہے تھے۔
اس نے بھی اس کے گرد بازو کر دیے۔

محبت کرنے والے اچھے اور سچے دوست بھی کسی کسی کو نصیب ہوتے تھے۔اور زولقرنین کو کشف جیسی سچی دوست کا ساتھ میسر تھا۔

" بی بریو یار۔۔۔میں تیرے ساتھ ہوں۔۔۔مجھے ایک کال کرتا۔۔۔تمہاری خوشی ہے وہ۔۔اسے نا سنبھالتی تو نام میرا کشف مجتبیٰ نا ہوتا " اس کو دوست کی طرح سہارا دے رہی تھی۔

اس کی اتنی سی بات نے زولقرنین کو بہت سہارا دیا تھا۔
" میں ٹھیک ہوں۔۔۔تم جاؤ " خود کو سنبھالتے ہوئے زولقرنین نے کہا۔

" ہاں دکھ رہا ہے۔۔۔میں ملتی ہوں سرجری سے فری ہو جاؤں۔۔۔ٹھیک ہے ! اور میری ضرورت جب بھی ہوئی مجھے صرف ایک مسڈ کال دے دینا۔۔۔"اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھوں سے دباؤ دیتے کہا۔

زولقرنین نے اس کی فکر پر ہنس دیا۔

" جھلی۔۔۔اب کیپٹن ڈاکٹر سے مدد لیں گے ! " اس کو ہنسانے کیلیے جوک کیا۔

" ہاں جیسے پہلے تو کبھی دیکھا نہیں اس ڈاکٹر کو تم نے ؟۔۔۔شوخے نا ہوا کرو۔۔۔۔جب دیکھو جہاں دیکھو تم میرے سامنے شوخیاں مارنے لگ جاتے ہو " اپنا کوٹ پہنتے وہ اسے تیکھے چتونوں سے بولی۔

زولقرنین ہنس دیا۔

وہ اسے بائے کہتی تیزی سے سرجری روم کی طرف بڑھی۔

" جھلی " اس کو بچوں کی طرح سرجری روم کی طرف بھاگتے دیکھ کر وہ بولا۔اور زینیہ کے کمرے کی طرف بڑھا۔

لگ بھی تو بچوں کہ طرح رہی تھی۔کندھوں تک آتے بال۔چھوٹا سا بیگ جو اس نے پیچھے پہنا تھا۔ شارٹ فراک اور ٹراؤزرز۔پتلی سی وہ خود تھی۔پتلی نا بھی کہیں تو ٹھیک مطلب فٹ۔پاؤں میں سنیکرز اور بچوں کی طرح بھاگتی ہوئی جا رہی تھی۔

ابھی زولقرنین کمرے میں آیا۔سمیع اور فلک بھی آ چکے تھے۔

" کوئی بات ہوئی تھی تمہارے اور زینیہ کے درمیان ؟ پریشان دکھ رہی ہو " زولقرنین نے زینیہ کو ایک نظر دیکھتے فلک سے پوچھا۔

" نہیں۔۔۔ایسا کچھ نہیں۔۔۔کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔کیوں ؟ " نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

" ڈاکٹرز کہہ رہے کہ یہ پریشان ہے۔۔کوئی بات اسے تنگ کر رہی ہے " وہ زینیہ کے پاس چلتا ہوا آیا۔

اس کی بکھری حالت پر فلک کو افسوس ہوا۔

وہ وائٹ شرٹ جو کہ میلی ہو گئی تھی کالرز کے بٹن کھلے تھے۔بلیک ٹراؤزرز جو اب رف لگ رہا تھا۔ پاؤں میں سنیکرز جو مٹی میں اٹے ہوئے تھے۔اپنے کل والے حلیے میں ہی تھا۔بکھرا ہوا۔آنکھوں پر وہی کل والی گلاسز تھی۔اس کی اس حالت کی وجہ صرف زینیہ تھی۔وہ سمجھ گیا تھا کہ اگر زینیہ نا ملتی تو سانس اس کی بھی تھم جاتی۔جب تک دیکھا نہیں تھا پاس سے تو اتنی چاہت نہیں تھی۔اب اس سے ایسی محبت ہوئی تھی کہ بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے اپنے سینے میں بھینچ لے اور سارے درد نکال لے۔

وہ اس کی منگیتر تھی بچپن کی۔کیا ہوا اگر وہ جوانی تک اس سے مل نا سکا۔لیکن وہ اس کی امانت تھی۔ اپنے مشن پر وہ آیا تھا۔لیکن اسے وہاں پا کر جیسے زندگی دوبارہ سے جی اٹھی تھی۔اب دل نے ٹھان لی تھی کہ اپنی اس امانت کو اس محبت کو اپنا بنا ہی لینا ہے۔جو اس کا ہے جو زولقرنین کا ہے وہ اسی کا ہے۔وہ اسے حاصل کر لے گا۔

یہ سوچے بنا کہ وہ تو کسی اور کے عشق میں گرفتار ہے اور یہاں زولقرنین اسے اپنا بنانے میں لگے ہوئے۔

اس کی حسرت ہے جسے دل سے مٹا بھی نہ سکوں
ڈھونڈنے اس کو چلا ہوں جسے پا بھی نہ سکوں

ڈال کے خاک میرے خون پہ قاتل نے کہا
کچھ یہ مہندی نہیں میری کہ چھپا بھی نہ سکوں

ضبط کمبخت نے یاں آ کے گلا گھونٹا ہے
کہ اسے حال سناؤں تو سنا بھی نہ سکوں

نقش پا دیکھ تو لوں لاکھ کروں گا سجدے
سر مرا عرش نہیں ہے جو جھکا بھی نہ سکوں

بے وفا لکھتے ہیں وہ اپنے قلم سے مجھ کو
یہ وہ قسمت کا لکھا ہے جو مٹا بھی نہ سکوں

اس طرح سوئے ہیں سر رکھ کے مرے زانو پر
اپنی سوئی ہوئی قسمت کو جگا بھی نہ سکوں

آج کی دنیا میں عشق سے بیان کیا جاتا ہے، یہ آپکی محبت نہیں ہے۔یہ اور جنسی خواہشات اور شہوت ہو سکتی ہے کہ جیسے یہ لوگ ایک خاص شکل میں ظاہر کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ غیر واقعی محقق و محبت ، حقیقی محقق و محبت کی جگہ نظر آئے مگر اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور ن و محبت جو قابل قدر اور ذی قیمت سے وہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے والے لڑکے اور لڑکی کے درمیان خدا کی پسندیدہ، پکی اور گہری محبت ہے جو ایک دوسرے کی نسبت احساس اسے داری کے ہمراہ ہوتی ہے۔وہ یہ بات اچھی طرح جہان میں کہ اب اس نکاح اور ازدواجی زندگی کے بعد ایک جان دو قالب اور ایک ہی منزل کے راہی ہیں اور بھی وہ محبت ہے کہ جس کی بنیاد پر ایک گھرانہ تعمیر کیا جاتا ہے۔
شائد ایسی محبت کو سمجھنے کیلیے انسان کا ایمان ضروری ہے۔

" ذولقرنین تم جا کر آرام کر لو۔۔۔ہم ادھر ہی ہیں" سمیع نے اس کی حالت کے پیشِ نظر کہا۔
ذولقرنین کی نظریں تو زینیہ پر تھیں۔

" وہ کتنی تکلیف میں ہے۔۔۔ کتنی اذیت میں ہے۔۔۔اور میں اسے چھوڑ جر چلا جاؤں !! کبھی نہیں "
ایک ٹرانس کی کیفیت میں وہ بولا۔

فلک کو کوفت ہوئی۔اسے الجھن دے رہا تھا ایسے ذولقرنین کا زینیہ کیلیے بولنا۔

" چلے جا یار۔۔۔اور سر وجدان سے کہو ہمیں نہیں کوئی مزید سروے رکھنا۔۔۔بس اب واپس چلیں " سمیع نے اسے دوبارہ کہا جو نا جانے کی ضد لگا رہا تھا۔

" نہیں " اس نے دو ٹوک کہا۔

" کہہ رہے ہیں نا ریسٹ کرو جا کر!۔۔۔تھوڑا فریش ہو جاؤ۔۔۔میں پاس ہوں اس کے۔۔چلے جاؤ بہتر یہی ہے " فلک نے اسے کہا تو نرمی سے تھا لیکن اس کی بیزاری لہجے میں موجود تھی۔
ذولقرنین کا دھیان اس کی طرف تھا اس لیے وہ اس کے لہجے کی بیزاری کو نوٹ نا کر سکا۔

" صحیح کہہ رہی ہے۔چلے جاؤ " سمیع نے ذولقرنین کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔
ذولقرنین اب جیسے زرا سمجھ گیا تھا یہی ضروری تھا۔وہ سر ہاں میں ہلاتا کنے سے چلا گیا۔

" یہ کیا تھا !" فلک کے پاس آ جر سنجیدگی سے پوچھا۔

" کیا تھا " فلک انجان بنی۔

" " تمھیں پتہ نہیں ؟ کیسے بات کی تم نے ذولقرنین سے ؟ " سمیع نے زرا غصے سے کہا۔

فلک نے کوئی جواب نا دیا۔

" بھولو مت اس نے زینیہ کو خون دیا ہے۔۔۔ مسیحا ہے وہ۔۔۔جان بچائی اس نے زینیہ کی۔۔وہ نا ہوتا تو ہم زینیہ کو ڈھونڈھ نا پاتے " سمیع اس پر غصہ ہو رہا تھا اسے بلکل پسند نہیں آیا تھا فلک کا ایسے بات کرنا۔

" بس کرو ذولقرنین کے قصیدے نا پڑھو " فلک کو پھر اس کی حمایت بری لگی۔اب وہ کیسے بتاتی سمیع کو کہ زینیہ کا نکاح ہو چکا ہے۔اگر وعدہ نا کیا ہوتا تو کبھی وہ نا چھپاتی۔

" کیوں برا لگ رہا تمہیں ذولقرنین کا ایسے زینیہ کی پرواہ کرنا ؟ " سمیع نے تیوروں سے پوچھا۔غصہ تو ایسے ہی آ جاتا تھا۔

" کیوں کہ !" اس سے پہلے وہ جھنجھلا کر جواب دیتی زینیہ کے کراہنے کی آواز آئی۔

وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

" زینی میری جان " فلک اس کے چہرے سے بال ہٹاتے پیار سے بولی۔

For more visit (exponovels.com)

" ح۔۔۔ حیٔ۔۔۔حیدر " اس کے لب پھڑپھڑائے۔

" کیا!۔۔دیکھو تم پریشان ان ہو۔۔۔ہم تمہارے پاس ہیں " فلک جو اسکی آواز سمجھ نہیں آئی تھی اس لیے اسے دلاسہ دے رہی تھی کہ شائید اس حادثے کے زیرِ اثر ہو۔

" پلیز۔۔۔۔۔مجھے۔۔۔حیدر سے ملوا دو " نیم آنکھیں کھولے کہا۔

" ہم تمہارے پاس ہیں جاناں " فلک نے پیار سے اس کے گال تھپتھپائے۔

زینیہ نے ہلکی ہلکی آنکھیں کھولیں۔

" پلیز۔۔حیدر ! " وہ فلک کو دیکھتے بولی۔
سمیع الجھ گیا تھا کہ آخر یہ حیدر کا ذکر کیا یہاں ؟ لیکن خاموش رہا بعد میں بھی وہ پوچھ لے گا۔

" میرے پاس ان کا نمبر نہیں زینی " فلک نے اس کی حالت پر افسردگی سے کہا۔

" تم۔۔۔تمہارے۔۔۔پاس۔۔۔کیوں۔۔ہو گا ! ... جان۔۔۔نا نکال۔۔دوں۔۔تم۔۔تمہاری میں۔۔"
اس سخت خراب طبیعت میں بھی وہ درد کو برداشت کرتے ہوئے فلک کو زرا تیوروں سے بولی۔

اس صورت میں فلک کو ہنسی آ گئی تکلیف میں بھی برداشت نہیں ہوا تھا کہ حیدر سے کوئی لڑکی کا تعلق نکلے چاہے اس کی دوست ہی کیوں نا ہو۔

زینیہ ہمت کر کے اٹھنے لگی کہ درد نے اسے بے جان کر دیا۔وہ دوبارہ کراہ کر بیڈ پر گر سی گئی۔فلک نے اسے فوراً سے آگے ہو کر سنبھالا۔اور اسے ہمت کر کے بٹھایا۔

" مجھے گھر جانا ہے۔۔حیدر سے ملنا ہے یار۔۔۔میں کس حال میں ہوں۔۔اسے خبر ہی نہیں۔۔۔ہر بار مشن پر۔۔جا کر۔۔بھول جاتا مجھے۔۔۔اس دفعہ جان لے لوں گی۔۔اس کی۔۔شوخا " معصوم بچوں کی طرح منہ پھلائے وہ اس کے تصور سے شکوہ کر رہی تھی۔

فلک کو جی جان سے اس پر پیار آیا۔

" میری جان وہ ضرور آپ کی فکر کریں گے جلد " اس کے ہاتھوں پر دباؤ دیتے پیار سے کہا تو وہ منہ دوسری طرف کرتی ہاتھوں کو جھٹک گئی۔

سمیع کو بھی ہنسی آگئی اس کی شکل دیکھ کر۔

" میرا دل بیٹھ رہا ہے۔۔اس کی فکر لگی ہوئی ہے۔۔۔میں اسے اپنے پاس۔۔اپنے سامنے چاہتی ہوں ۔۔۔دل اس کو سامنے دیکھنا چاہتا ہے۔۔۔اور تم میری بات نہیں سمجھتی " وہ فلک کو دیکھتی بے بسی سے بولی جیسے دل منہ کو آ رہا ہو۔

" مل لینا نا۔۔ٹھیک ہوں گے وہ ان شاء اللّٰہ " فلک نے اس کے ہاتھوں کو ہلکا سا دباؤ دیا۔

جسم کا ایک ایک پور دکھ رہا تھا۔اس درد میں اسے صرف اس درد میں حیدر کی ضرورت تھی جو اس کے درد کو سمیٹ لیتا۔اس کی چاہت میں وہ پگھلتی اور وہ اسے سمیٹ لیتا اپنی پناہوں میں۔اس کو یاد کرتے اس کی ہنسی اس کی مسکان اسکی باتوں کو یاد کرتے وہ آبدیدہ ہو گئی. آنکھ سے آنسو ٹپک کر گرا
۔

" زینی۔۔۔میری جان کیا ہوا۔۔۔کیوں پریشان ہو رہی ہو.۔۔حالت دیکھو اپنی۔۔۔مجھے بتاؤ کیا بات ہے ! " اس کے گال سے آنسو صاف کرتے فلک بھی آبدیدہ ہو گئی۔

" کچھ۔۔۔نہیں " اس کے ہاتھوں کو پیچھے کرنے لگی کہ بازو اٹھنے سے سخت درد جسم میں جیسے بھر گیا اسے اور رونا آیا۔

سمیع تو اس روپ میں زینیہ کو دیکھ کر حیران ہی ہو رہا تھا۔

" بی بریو زینیہ۔۔۔سب جلد ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔کیوں ایسے دل چھوڑ رہی ہو ! " سمیع نے اسے حوصلہ دیا۔

زینیہ فوراً سے چونکی۔کیونکہ وہ تو فراموش ہی کر گئ تھی اس کی موجودگی۔

" تم بھی ہو یہاں۔۔۔میری باتیں سن رہے تھے ! شرم نہیں آتی ؟ " اس کی طرف کڑے تیوروں سے کہا کہ سمیع بوکھلا گیا۔

" نہیں نہیں نہیں۔۔بلکل نہیں " سمیع نے فوراً صفائی دینی چاہی.

فلک نے مشکل سے ہنسی دبائی۔اور سمیع نے اس پر آنکھیں دکھائیں۔

" ہاں پتہ مجھے۔۔۔تم لڑکے بہت دھوکہ باز ہوتے ہو " زینیہ نے آنکھیں گھمائیں۔بیمار جو تھی نخرے تو آنے تھے۔

"یار تم آرام کرو۔۔۔شام کو تم ڈسچارج ہو جاؤ گی " فلک نے مسکرا کر کہا۔

زینیہ نے خود کو کمپوز کیا۔
اور سر تکیے پر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔اسے وہ پل یاد آ رہے تھے جب جب حیدر اس کی پرواہ کرتا تھا کیسے زرا سی چوٹ پر پاگل ہو جاتا تھا۔

🌹فلیشبیک🌹

" سنبھل کر بھاری ہوتا ہے ہاکی " حیدر نے اسے اونچی آواز میں کہا جو سامنے بیگ سے نکالنے لگی تھی
۔
" پتہ پتہ مجھے۔۔۔اپنے باپ کو نا سکھا " اسی طرح دور سے جواب دیا۔۔۔
" کیا ! " حیدر کو دوسری بات سمجھ نہیں آئی۔

" کچھ نہیں " زینیہ نے ہنسی دبائی کہ اگر وہ سن لیتا میں نے کیا کہا تو میری کلاس لگ جانی تھی۔

ابھی وہ اسی سوچ پر ہنس رہی تھی کہ جب ہاکی نکالا تو اس کا وزن سنبھالا نا گیا اور بے اختیار وہ نیچے کو گری اور ہاکی اس کے پاؤں کے ٹخنے پر لگا اور ایک دلخراش چیخ گراونڈ میں گونجی۔

وہ جو لوگوں کے ساتھ کرسی پر بیٹھا تھا اس کی چیخ پر دہل گیا۔ایک دم سے ماحول گیم کی پرواہ کیے بنا وہ بھاگتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

سارے کیمراز اس کی طرف ہو گئے۔وہ پھرتی سے اتنے بڑے گراؤنڈ میں اس کی طرف بھاگ رہا تھا ۔
اور لوگ لائیو دیکھ رہے تھے کسی فوجی کو ایسے بھاگتے دیکھ رہے تھے۔سب کو گیم کی چاہ ختم ہو گئی تھی بس دھیان تھا تو یہ تھا کہ ایک فوجی جو اپنی ٹریننگ کر کے آیا تھا اب کسی پلیر کے لیے بھاگتے ہوئے جا رہا تھا.

وہ تقریبا جتنی تیزی سے بھاگ سکتا تھا بھاگا اور اس تک پہنچا۔

اور بنا جانے کہ اسے کہاں لگی ہے کتنی گہری لگی ہے بس اسے اپنی باہوں میں اٹھا لیا۔

سارا ہال ہوٹنگ سے گونج اٹھا۔مگر حیدر کو کسی بھی فکر نہیں تھی اسے اپنی زینیہ نظر آ رہی تھی جو یقیناً ہاکی اپنے پاؤں پر مروا چکی تھی۔

" یار شرم کرو۔۔۔سب دیکھ رہے ہیں " زینیہ اسے آنکھیں دکھاتی بولی جو سب کیمروں کے سامنے اسے باہوں میں بھر گیا تھا۔اپنے پاؤں کا درد تو شرم میں اڑن چھو ہو گیا تھا.

" چپ۔۔ایک دم چپ۔۔۔کہا تھا نا بھاری ہے۔۔۔پھر ! " وہ اس کی بات پر اس سے بھی زیادہ غصے سے بولا۔

" میں پلائیر ہوں۔۔۔ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا " زینیہ نے اس کے کندھے پر ہلکے سے تین چار مکے مارے۔

کیمرے نے یہ منظر بھی نوٹ کیا اور پورا ہال قہقہے سے گونج اٹھا کہ ہیروئن آن سکرین ہیرو کو مکے مار رہی ہے۔وہ بھی فوجی ہیرو کو۔

" بڑی آئی پلیئر " اس کی طرف غصے سے دیکھتا بولا۔

" حیدر سب دیکھ رہے ہیں یار۔۔۔میرا گیم ہے۔۔۔نیچے اتارو " وہ تقریباً رونے والی ہو گئ تھی کیونکہ اس کی کلاس فیلوز حیرانگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔کچھ کی آنکھوں میں رشک تھا تو کسی کی آنکھوں میں نفرت اور حسد اور کچھ کہ آنکھوں میں تمسخر۔اسے رہ رہ کر حیدر پر غصہ آ رہا تھا جو اسے ایسے اٹھائے لے کر جا رہا تھا۔

" حیدر " وہ دانتوں کو پیستے بولی۔

"اگر تمہاری مجھے اب آواز ائی نا تو یہیں تمہاری سانسیں بند کر دوں گا پھر اصل میں جان جاؤ گی کہ شرمندہ ہونا کیا ہوتا ہے " اسے بنا دیکھے کڑے تیوروں سے کہا۔

زینیہ کا منہ کھل گیا۔کیا مطلب وہ اسے مار بھی سکتا تھا ؟ کیسے سوچ لیا اس نے؟

" میں تمہاری سانسیں بند نا کردوں ! " زینیہ نے دانت پیسے۔

حیدر کا غصہ سیکنڈز میں اڑن چھو ہوا۔اور پیاری مسکان نے لبوں پر بسیرا کیا کتنی پیاری بات کی تھی نا اس کی جھلی زینی نے۔

احتیاط سے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اسے اندر بٹھایا اور اس کی طرف رخ کیا جو آنکھوں میں غصہ لیے دیکھ رہی تھی۔

" مجھے نہیں پتہ تھا تم ان رومینٹک لڑکی ہو " اس کی طرف شرارتی نظروں سے دیکھتے کہا۔

زینیہ کے ماتھے پر نا سمجھی سے بل پڑے۔
" اس کا کیا مطلب ! " نا سمج سے پوچھا۔

" مس زینیہ شکیل۔۔۔اب دماغ لڑانے کا فائدہ نہیں۔۔اس کا مطلب۔۔۔۔میں کسی صحیح وقت اور صحیح جگہ بتا دوں گا " اس کے ماتھے پر انگلی سے دباؤ دیتے کہا اور ہنستے باہر نکلا اور اپنی سائیڈ پر آ کر بیٹھا اور گاڑی آن کر دی۔

اور اسے بری طرح اپنی باتوں میں الجھا چکا تھا۔وہ اسے نا سمجھی سے دیکھ رہی تھی اور سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ ابھی حیدر نے کیا کہا تھا۔

وہ اس کی شکل دیکھ رہی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ اسے دیکھ رہی ہے اور یہ بھی کہ اس کے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔اس کو ہنسی تو بہت آ رہی تھی مگر ضبط کر رہا تھا .

" سانسیں۔۔۔بند۔۔۔ان رومینٹک ! " وہ دونوں کو جوڑ رہی تھی کہ حیدر نے ان دونوں کو کیسے جوڑا۔کیا مطلب ہو سکتا ہے اس کا۔

" ! When I inhale you , you cannot inhale anymore darling "

تبھی اسے ایک ہولیوڈ رومینٹک مووی کا سین یاد آیا تو جیسے اس کی سوچ نے خودی جواب دے دیا۔

اس نے جھٹکے سے حیدر کو دیکھا جو ہلکی مسکان سے گاڑی چلا رہا تھا۔مطلب حیدر اس طرح کی سانسوں کے بند کرنے کا کہہ رہا تھا۔اس کی آنکھیں حیرت سے پوری کھل گئیں۔

" یووو۔۔۔چیپ۔۔۔ڈرٹی۔۔۔۔بے غیرت انسان۔۔۔حیدر " وہ اس کے بازو پر مکے برساتے چیخی تھی۔

حیدر کا فلک شگاف قہقہے گاڑی میں گونجے۔

" کتنے گندے ہو تم۔۔۔ چھیییییی۔۔۔۔ تمہیں آرمی نے قبول کیسے کر لیا۔۔اتنے گندے بندے کو ہاں ؟؟؟۔۔انہیں پتہ کیوں نہیں چلا تمہاری حرکتوں کا ؟؟؟ " اس کے بازو پر مکے چٹکیاں کاٹتے وہ مسلسل چیخ رہی تھی اور اس کے مسلسل قہقہے لگ رہے تھے۔

"تمہارے ساتھ تو کبھی بھی نہیں ایسا ہو گا " اس کے بازو پر آخری مکا مارتے کہا کہ بھول جاؤ زینیہ تمہیں ایسا موقع دے گی۔

" یہ تو وقت بتائے گا زینیہ میڈم۔۔۔دیکھنا پھر تم ہی میری سانسوں کے لیے تڑپو گی " ہنستے ہوئے کہا۔

زینیہ کا دل جیسے مٹھی میں آ گیا تھا۔وہ بات مزاق میں کر رہا تھا لیکن وہ کسی اور طرف اپنی سوچ لے گئ۔کہ فوجی ہے کسی وقت بھی شہادت ہو گئی تو یقیناً وہ تڑپ جائے گی اس کی زندگی کے لیے۔

" اچھی بات نا ہو بولنے کو تو نا بولا کرو " سنجیدگی سے کہتی چہرہ شیشے کی طرف کر لیا۔

حیدر نے اس کی سنجیدہ آواز پر اسے دیکھا۔

اس کا سپاٹ چہرہ دیکھ کر وہ چپ ہو گیا۔

" جھلی۔۔۔ابھی میرے خلاف تھی۔۔۔سوچ میں مجھسے دوری پر تڑپ جاتی ہے یہ " اس کی سوچوں کو جیسے وہ جان گیا تھا تبھی دل میں بولا۔

یہ یاد تھی کہ آنکھوں میں پھر سے پانی آ گیا۔کتنی طلب تھی اس کی اس وقت کہ وہ سامنے ہو۔اور وہ اس کے سینے سے لگ جائے اور وہ بنا اس کے بولے ساری تکلیفیں چن لے۔اس سے جتنا برا عشق ہوا تھا وہ اتنا دور تھا اس وقت۔

قہر ہے موت ہے قضا ہے عشق
سچ تو یوں ہے بری بلا ہے عشق

اثر غم ذرا بتا دینا
وہ بہت پوچھتے ہیں کیا ہے عشق

آفت جاں ہے کوئی پردہ نشیں
کہ مرے دل میں آ چھپا ہے عشق

بوالہوس اور لاف جانبازی
کھیل کیسا سمجھ لیا ہے عشق

وصل میں احتمال شادی مرگ
چارہ گر درد بے دوا ہے عشق

سوجھے کیونکر فریب دل داری
دشمن آشنا نما ہے عشق

کس ملاحت سرشت کو چاہا
تلخ کامی پہ بامزا ہے عشق

ہم کو ترجیح تم پہ ہے یعنی
دل ربا حسن و جاں ربا ہے عشق

دیکھ حالت مری کہیں کافر

For more visit (exponovels.com)

نام دوزخ کا کیوں دھرا ہے عشق

دیکھیے کس جگہ ڈبو دے گا
میری کشتی کا ناخدا ہے عشق

اب تو دل عشق کا مزا چکھا
ہم نہ کہتے تھے کیوں برا ہے عشق

آپ مجھ سے نباہیں گے سچ ہے
باوفا حسن و بے وفا ہے عشق

میں وہ مجنون وحشت آرا ہوں
نام سے میرے بھاگتا ہے عشق

قیس و فرہاد و وامق و مومنؔ
مر گئے سب ہی کیا وبا ہے عشق

" حیدر یار یہ لوکیشن مل گئی " سلمان سیکرٹ روم میں اندر آتا خوشی سے بولا۔

حیدر جو کوٹھی کے اندرون حصے کو سکرین پر دیکھ رہا تھا۔اس کی خوشی بڑی آواز پر پلٹا۔
اور اس سے فائل لی جو وہ لے کر آیا تھا۔

" واہ سلمان گریٹ ورک " رومیز نے سلمان کے کندھے پر تھپکی دی۔تو اس نے ماتھے پر سلیوٹ لے جاکر داد وصول کی۔

" دلدار چوہدری کا بیٹا اس وقت لندن کے مشہور ہوٹیل دی روز ہوٹیل میں ٹھہرا ہوا۔۔کمرہ نمبر 405۔۔۔اور یہ اس کا خفیہ ٹھکانہ ہے کیونکہ اس کے یہاں رہنے پر کسی کو خبر نہیں ہوتی اور یہیں اس کی ڈرگز ڈیلنگ ہوتی ہے۔۔۔ہر ویکنڈ پر یہ بار جاتا ہے۔۔۔لیکن حلیہ بدل کر۔۔۔اس کی ڈرگز کی اب تک کہ ڈیلز چار ہو چکی ہیں۔۔وہ بھی ایک مہینے میں۔۔اور ایک آخری ڈیل اس کی اگلے مہینے کی چار تاریخ شام پانچ بجے ہے۔۔اس کے بعد وہ پاکستان آ جائے گا " نوریز سارے ثبوت ٹیبل پر رکھتے تفصیل دے رہا تھا۔
سارے ہمہ تن گوش تھے۔آخر نجم چوہدری
کا کیس تھا جو چھوٹا نہیں تھا۔

" بہت اچھے سلمان اینڈ نوریز۔۔۔گریٹ ورک " حیدر نے اٹھ کر دونوں کو گلے لگایا۔
دونوں مسکرا دیے۔آفٹر آل حیدر سے داد ملی تھی جسے کسی کا کام جلدی پسند نہیں آتا تھا۔

" یہ بہت بڑی انفارمیشن ہے جو تم دونوں نے اکٹھی کی ہے۔۔۔یہ بہت بڑا مہرہ ہے ہمارے پاس اس کیس کو جیتنے کے لیے " رومیز نے سب کو دیکھتے کہا۔

" بلکل سب کو اور محتاط رہنا ہو گا۔۔۔اور تم نوریز اور رومیز۔۔۔دونوں کو پتہ ہے نا کہاں جانا ہے اب ؟ " حیدر نے فائل سے سر اٹھا کر دونوں سے پوچھا۔

" یس سر " دونوں الرٹ ہوئے۔

" گڈ۔۔۔اور آج۔۔۔کوئی لڑکی کسی بھی شپ سے۔۔کسی بھی سمندری راستے سمگل نہیں ہونی چاہیے ۔۔سمجھے ! ۔۔۔جان دے دینا۔۔۔لیکن کسی معصوم کی جان جانے مت دینا " حیدر نے دونوں کو سنجیدگی سے کہا دونوں نے الرٹ ہو کر سلیوٹ مارا۔حیدر تو دیکھ لے تو اس کے ساتھیوں میں جوش بھر جاتا تھا یہ تو پھر اس نے حکم دیا تھا۔

" چلو دھیان سے سب کرنا۔۔۔ابھی نکلنا ہے آدھے گھنٹے میں تم دونوں کو " حیدر نے ان دونوں کو کہا تو وہ فورا سے کمرے سے باہر چلے گئے۔

" آر یو اوکے حیدر ؟" سلمان اس کے پاس بیٹھتے بولا۔

" ہاں۔۔کیوں ؟" اپنی کرسی کو لیپٹاپ لی سکرین کے سامنے گھسیٹ کر بولا اور دوبارہ سکرین کی طرف دھیان دے دیا۔

سلمان اسے دیکھنے لگا مگر کوئی تفصیل نہیں مانگی۔

اس کی مسلسل نظروں پر وہ تنگ آ گیا۔
اس نے اس کی طرف رخ کیا۔
" کیا ہے " جھنجھلا کر پوچھا۔

"تو بتا " تحمل انداز سے پوچھا۔

حیدر نے گہرا سانس لیا اور گردن کرسی کی ٹیک سے لگا لی۔

" کوئی بات جو تنگ کر رہی ؟" سلمان اس کے پاس بیٹھ گیا۔

" بس۔۔۔جسم نجانے کیوں درد کر رہا ہے " سرخ آنکھوں کو بند کرتے تھکے انداز سے کہا۔

" تو بھابھی کو فون کیوں نہیں کر لیتا۔۔۔اتنا مس جو کر رہا ہے انہیں " سلمان نے اس کی حالت کے زیرِ نظر کہا۔

" نہیں۔۔۔نہیں بلکل نہیں " سیدھی طرح ہو کر بیٹھتے کہا۔

" کیوں ؟" سلمان نے استفسار کیا۔

" پھر تم لوگوں نے کہنا ہے۔۔۔حیدر نکما ہو گیا ہے۔۔۔کام نہیں کرتا " شرارتی آنکھوں سے وہ سلمان کو دیکھے بولا کہ وہ بھی ہنس دیا۔

" تو اپنی حالت دیکھ۔۔۔ایسے لگ رہا یے جیسے کتنے دنوں کا بیمار ہو " سلمان کو اس کی ارخ آنکھوں سے وحشت کو رہی تھی۔

" ہو جاؤں گا ٹھیک ۔۔ چل یہ لائیو وڈیو دیکھو ۔۔۔ یہاں سے ہمیں اندر جانا ہے " حیدر نے اس کا دھیان سکرین پر لگایا۔

" رک میں کافی لاتا ہوں ۔۔ تو بہتر فیل کرے گا " سلمان نے کہا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

" زینی " کرسی کی ٹیک سے سر لگاتے گہرے سانس میں اس کا نام لیا۔

" خدا کرے تم ٹھیک ہو ۔۔۔ کیونکہ آج میں ٹھیک نہیں ۔۔۔ یہ تمہارا عشق ہی ہے جو بتا دیتا ہے کہ تم ٹھیک نہیں " اس کے مسکراتے ہیولے سے کہا .

" خود کو سنبھال کر رکھنا ۔۔ ابھی تو میں نے تمہارے ساتھ کئی پل گزارنے ہیں ۔۔ تمہیں اپنی پناہوں میں لینا ہے ۔۔ تمہیں عشق کروانا ہے ۔۔ جو تم مجھسے چھپاتی ہو " اس کے تصور سے وہ محو گفتگو تھا۔

حیدر کو مشن کے لیے کراچی بھیجا گیا تھا۔
دلدار چوہدری کے سب سے چھوٹے بیٹے نجم چوہدری کو پکڑنے کا کیس تھا۔

دلدار چوہدری کے تین بچے تھے۔ علی چوہدری جو وکیل تھا۔ پھر نجم اور آخر میں سب سے لاڈلی بیٹی ہانا چوہدری۔ نجم اور ہانا میں ڈیڑھ سال کا فرق تھا۔ سب کی لاڈلی تو تھی ہی لیکن نجم کی ہانا میں جان بستی تھی۔ ہانا ایک ہارٹ سرجن تھی۔ اور مختلف شہروں قصبوں علاقوں میں ہوسپٹل کے ذریعے کیمپ لگاتی تھی۔ ان لوگوں کے لیے فری علاج ہوتا تھا جو پیسے نہیں دے پاتے تھے۔ پورے چوہدری ہاؤس میں نجم کا رعب چلتا تھا۔ اور یہی رعب تھا کہ ہانا پر کسی کا زور نہیں تھا۔

نجم چوہدری اپنی ضد کا پکا انسان تھا ایک دفعہ جس چیز پر انگلی رکھتا اسے حاصل کر کے رہتا چاہے اس کے لیے اسے موت کے گھاٹ کیوں نا اتارنا پڑا۔ اور وہ اپنا کام اتنی صفائی سے کرتا کہ کوئی سراغ نہیں ملتا۔

اب اس پر بہت الزام تھے لیکن اسے ثابت کرنا مشکل تھا۔ تبھی حیدر سلمان رومیز اور نوریز کو اس مشن پر بھیجا تھا۔ حیدر ان کا مین لیڈ تھا۔

سب کے سب اس مشن پر سیکرٹ ایجنٹ کے طور پر آئے تھے۔

حیدر کا اب ٹاسک یہ تھا کہ وہ نجم چوہدری کو پکڑنے کے لیے ہانا چوہدری کو نشانہ بنائے اور پھر وہ نجم چوہدری پر اٹیک کر سکے۔ یہ رسکی تھا کافی۔ کیوں کہ اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ وہ ہانا کے جزبات سے کھیلے۔ لیک. یہ طریقہ ہی بہتر تھا.

" ہاں حیدر۔۔۔تیار ہو ! " سلمان سیکرٹ روم میں آتے بولا۔

" ہاں۔۔ بلکل " اپنی جیکٹ کی زپ بند کرتے جواب دیا۔

" ویسے میں سوچ رہا تھا کہ تو بھابھی کا نمبر تو دیتا جا " سلمان نے سکرین کے اوپر نظر رکھتے مصروف سے انداز میں کہا۔

حیدر نے چونک کر اسے دیکھا۔
" کیوں ؟" زرا تیوری سے ہوچھا۔آفٹر آل زینیہ تھی اس کی چاہت اسکی بیوی ایسے کیسے نمبر دے دے۔

" وہ اس لیے کہ میں انہیں تیری کرتوتیں بتاؤں گا " شرارتی نظروں سے حیدر کو دیکھتے کہا۔

" کونسی کرتوت ؟" حیدر نے ناسمجھی سے پوچھا۔

" یہی جو تو نے ہانا سے فلرٹ کرنا ہے جا کر " سلمان نے آنکھ دباتے کہا۔
حیدر کا قہقہہ لگ گیا۔

For more visit (exponovels.com)

" بیغیرت۔۔اگر اسے پتہ لگ گیا نا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔۔تو اس نے یہ نہیں دیکھنا کہ میں مشن پر ہوں۔۔مجھے اسی وقت واپس بلا لینا ہے اور بھاڑ میں بھیجے گی فوج کو " حیدر ہنستے ہوئے بتا رہا تھا۔

" ویسے تو نے بھی تو ناردرن ایریاز میں جانا یے وہیں تو ہانا کا کیمپ لگا ہے۔۔۔مل لینا بھابھی سے " سلمان کرسی پر بیٹھ گیا اور ایک دوستانہ مشورہ دیا۔

" شائد۔۔کیونکہ مجھے یہ نہیں پتہ کہ ایگزیکٹ کتنے دن کا سروے تھا ان کا " حیدر نے گن کو پوکٹ میں رکھتے کہا۔

" اچھا چل اللہؑ کی امان۔۔ ان شاء اللہؑ ہم ہی جیتیں گے " سلمان اٹھ کر اس کے گلے لگا۔

" ان شاء اللہؑ " حیدر نے جوش سے کہا۔

اور وہ ناردرن ایریاز کیلیے نکل گیا تا کہ ہانا چوہدری تک پہنچ سکے۔

" گڈ مارننگ " کشف دروازے کو دھکیلتے بولی کہ ذولقرنین نے مڑ کر ہونٹوں پر انگلی رکھی۔ظاہر ہے زینیہ سو رہی تھی اسے اٹھانا بہت بری بات تھی۔

" سوری " کشف نے کان کو پکڑتے سرگوشی کی اور دبے قدموں سے اس کے پاس آئی۔

بیڈ پر سوئے ہوئے وجود پر نظر دوہرائی اور متاثر کن نظروں سے ذولقرنین کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

" کیا بات ہے کیپٹن۔۔۔آپ کی محبوبہ تو بہت حسین ہے " اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھتے شرارتی انداز سے کہا تو نا چاہتے ہوئے بھی ذولقرنین کے لبوں پر ہنسی آ گئی۔

" مجھے پتہ ہے " کشف کی طرف دیکھتے کہا۔

" ہوا کیا تھا اسے !" اب سنجیدگی سے پوچھا۔

" جو نہیں ہونا چاہیے تھا " اس منظر کو یاد کرتے دوبارہ ذولقرنین کا جبڑا تن گیا تھا۔

" یہ تم فوجی لوگ کتنے شوخے ہوتے ہو ویسے " اس کی طرف تیکھی آنکھوں سے دیکھتے کہا۔

" کیا مطلب ؟ " ذولقرنین نے الجھن زدہ نظروں سے دیکھا۔

" ہاں۔۔۔جہاں لڑکی دیکھی وہاں ہیروپنتی شروع وہاں ڈائیلاگ بازی شروع " صوفے کی ٹیک سے کمر لگاتے بڑے مزے سے وہ ذولقرنین کی بزتی سی کر گئی تھی۔

" ایکسکیوزمی۔۔۔میں نے کہاں سے ہیروپنتی دکھائی ؟ کب ڈائیلاگ مارا ؟ " اس کی طرف غصے سے دیکھتے کہا۔

" ابھی ابھی۔۔۔میں نے سمپل سا سادا سا سوال کیا کہ اسے کیا ہوا تھا۔۔بجائے طریقے سے جواب دینے کہ وہی جو نہیں ہونا چاہیے تھا (بھاری آواز میں نقل اتاری) "

" تم نا۔۔۔اٹھو یہاں سے کیوں آئی ہو " ذولقرنین کو تو غصہ ہی چڑھ گیا تھا یہ لڑکی کوئی موقع نہیں جانے دیتی تھی اس کی بے عزتی کرنے کا۔
ذولقرنین کا دھیان دوبارا زینیہ کی طرف ہو گیا۔
کشف نے منہ بنا کر اسے دیکھا۔

" ویسے نین۔۔۔یار۔۔کیا وہ جانتی ہے کہ بچپن میں تمہارے ساتھ اسکی منگنی ہوئی تھی بات پکی وٹایور جو بھی ہوا تھا۔۔۔پتہ اسے!"۔کشف نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہمارے پیرنٹس نے یہ فیصلہ لیا تھا کہ جب ہم بڑے ہوں گے تو شادی کریں گے۔۔۔اس کے بعد مجھے زندگی بڑی دور لے آئی۔۔۔لیکن میں اس وقت کے فیصلے پر آج بھی قائم ہوں۔۔۔یہ تو نہیں پتہ کہ اسے علم ہے یا نہیں۔۔۔پر مجھے یقین ہے وہ میری محبت اپنائے گی۔"ذوالقرنین زینیہ کے چہرے کو محبت سے دیکھتے بولا۔

کشف اس کی آنکھوں کے جزبات باخوبی دیکھ رہی تھی اور یہ بھی کہ ذوالقرنین اپنے جزبات کا کھرا انسان تھا۔

" اور اگر۔۔۔اسے نا یاد ہوا۔۔۔تو ! ؟" کشف نے سوال کیا۔

ذوالقرنین کے چہرے سے مسکراہٹ سمٹی مگر جواب نہیں دیا۔

" اگر۔۔۔۔اسے۔۔۔کسی اور میں۔۔۔دلچسپی ہوئی۔۔۔تو ؟" پھر سو سوال کیا۔

ذولقرنین نے ہراساں نگاہوں سے اسے دیکھا جیسے اس سوال کو نا سننے کی سکت تھی نا ہی سوچنے کی۔

کشف نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

" تو ؟ کیا کرو گے۔۔۔!ہمم ؟" سنجیدگی سے سوال دوبارہ کیا۔

" مجھے نہیں۔۔۔لگتا ایسا ہو گا " اس کی پکڑ کشف کے ہاتھ پر مضبوط ہوئی تھی۔

کشف نے اپنے ہاتھ کو دیکھا جو وہ مضبوطی سے پکڑ چکا تھا۔

" تمہاری خوشیوں کی دعا کرتی ہوں نین۔۔۔لیکن یہ سچ ہوا تو ؟ " اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالنا چاہا کہ ذولقرنین نے اور گرفت کر لی۔

" دعا کرو کہ۔۔۔ایسا کبھی نا ہو۔۔۔۔تم جب بھی دعا کرتی ہو میرے لیے وہ پوری ہوتی ہے۔۔۔دعا کرو۔۔۔وہ میری رہے بس " اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیتے وہ کسی معصوم بچے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

کشف نے اس کی آنکھوں میں کھو دینے کا ڈر دیکھا۔

" ضرور " اس کی آنکھوں سے نکلتی نمی کو اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے سمیٹا۔

" ڈونٹ وری " اس کے گال پر ہاتھ رکھتے پیار سے کہا تو ہ اثبات میں سر ہلا گیا۔

اس کا دل رونے کو تھا۔وہ کیپٹن تھا وہ رو نہیں سکتا تھا۔

کشف نے اس کے کندھے پر سر رکھ دیا وہ اس کے دکھ درد خوشی ہر پل کی ساتھی تھی۔وہ تو اس کی آنکھوں کے بدلتے زاویے سے سمجھ جاتی تھی کہ ذولقرنین کی کیا سوچ ہے اس وقت۔اس کے چہرے کو پڑھ لیتی تھی۔اب بھی وہ اس کے درد کو چن رہی تھی بنا کچھ بولے بنا کچھ کہے بس خاموشی سے اس اپنا ساتھ دے رہی تھی۔
اچھے اور کھڑے دوست یہی تو ہوتے ہیں جو بنا کسی غرض کے بنا کسی مطلب کے ساتھ ہوتا ہے۔

" تمھاری ڈیوٹی ہے کیا ؟" اس کے موبائیل پر چمکتے نام پر وہ بولا۔

ذولقرنین کا سر کشف کے سر پر تھا۔

" ہمممم۔۔۔لیکن تم سے ضروری نہیں " کال کٹ کرتے کہا۔

" چلی جاؤ کشف۔۔۔ڈاکٹر ہو۔۔۔۔میرے سے کئی زیادہ گناء تمہارے مریضوں کو ضرورت ہے تمہاری " اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالتے کہا۔

" تم اہم ہو " کشف کھڑے ہوتے سنجیدگی سے بولی۔

" مجھے پتہ ہے " مسکرا کر اس کی طرف پنچ کیا تو اس نے بھی ہنس کر پنچ سے پنچ ملایا اور تیزی سے باہر چلی گئی۔

کاغان کے علاقے کے پاس سے گزرتے اس کا دل تو بہت کیا کہ وہ مل لے زینیہ سے لیکن وہ جانتا تھا کہ مشکل ہو جائے گی۔اس نے اگر زینیہ کو دیکھ لیا نا تو اس کا دل بے ایمان ہو جائے گا۔وہ نہیں مل سکتا تھا۔اسے اپنے مشن پر دھیان دینا تھا جو ضروری تھا۔

اس کا رخ اب سوات کی طرف تھا۔وہاں کے مقامی لوگوں کی طرح اس نے حلیہ بنا رکھا تھا۔اسے اپنا ٹارگٹ نظر آ رہا تھا۔اسے کسی بھی طرح ہانا چوہدری سے دوستی کرنی تھی اسے اپنی محبت کے جال میں پھسانا تھا۔اور اگر نجم چوہدری کو پکڑنے کے چکروں میں اسے ہانا سے شادی بھی کرنی پڑتی تو وہ کر لیتا اسے کوئی مسئلہ نا ہوتا یہ پھر بعد کی بات ہونی تھی کہ سب کیسے سنبھالنا ہے۔

اس کا رخ اب سوات میں لگے میڈیکل کیمپ کی طرف تھا۔

ہانا ایک خوبصورت لڑکی تھی۔سب سے بڑھ کر وہ اپنے بھائی کی رازدار تھی تو ایسے میں ہانا کو اپنے جال میں پھسانا بے حد ضروری تھا۔

" کیا حال ہیں میڈم جی ؟" حیدر نے مسکرا کر اخلاق سے چور لہجے میں کہا۔

ہانا جو کسی مرئض کو چیک کر رہی تھی۔آواز پر پلٹ کر اسے دیکھا۔

ہانا نے اسے اوپر سے لے کر نیچے تک دیکھا۔عام مقامیوں کی نسبت وہ کافی خوبصوت اور کشش رکھتا تھا۔سفید شلوار قمیض ، سر پر مقامی ٹوپی۔کندھوں پر کالی شال۔کالی واسکٹ۔پیروں میں پختون جوتا۔وہ ایک جوان حسین مرد لگ رہا تھا۔اور ہانا اس جوان ہیزل آنکھوں والے لڑکے کے اثر میں ضرور آئی تھی۔اس کی شرارت و جزبات سے چور آنکھیں اور آنچ دیتا لہجہ کیسے نا اس کی شخصیت ہانا چوہدری کے دل میں نا اترتی۔

لیکن پھر خود کو سنبھال بھی لیا۔یہ ضروری تھا۔

" جی۔۔آپ ؟" اس نے تعارف پوچھا۔

" محترمہ اس امیر زادے کو نواب فارس ولی کہتے ہیں۔۔اور ہماری قسمت کا حسین اتفاق ہے کہ آپ جیسی حسین دوشیزہ ہماری سر زمین پر اپنے کیمپ کے ساتھ موجود ہیں " میٹھی آواز اور جزبات سے چور لہجے میں اپنا تعارف کروایا۔

ہانا تو اس کے انداز پر ٹھہر سی گئ۔اس نے لڑکے دیکھے تھے جو خود کے تعارف میں ہمیشہ ناچیز کا لفظ استعمال کرتے تھے لیکن یہ کمال بندہ تھا جس نے اپنا تعارف امیر زادے کے لفظ سے کیا تھا۔

"ویسے یہ پہلی بار ہوا ہے کہ کوئی لڑکا خود کو ناچیز کہنے کی بجائے اپنی تعریف میں امیرزادہ لگا رہا ہے ! " ہانا کو یہ دلچسپ بندہ اچھا لگا تھا۔

" صاحبہ جی۔۔۔ہم جو ہیں وہی ہیں۔۔۔سامنے حسین صاحبہ ہوں اور ہم۔۔۔نوابزادے۔۔۔اپنی تعریف جھوٹی کریں۔۔۔تو نقصان ہے سراسر " بازوؤں کے کف موڑتے آنچ دیتے انداز سے کہا۔

" اتنا بھی کیا غرور محترم !؟ " ہانا نے اک ادا سے بالوں جو جھٹکا دیا۔

" ہاہا۔۔۔جناب غرور تو خدا کو جچتا ہے۔۔۔ہم تو بس نواب زادے ہیں " زرا سا سر جھکا کر وہ ہانا چوہدری کے دل کی دنیا فتح کر گیا تھا۔

" ویسے۔۔۔ سوات میں نواب ؟۔۔۔کیسے ؟" اپنے دل کی دھڑکن پر قابو پاتے وہ فرسٹ ایڈ باکس کی طرف بڑھتے بولی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ سمجھے کہ ہانا اپنے دل کو سنبھال نہیں پا رہی اس کی گہری ہیزل آنکھوں میں جو خمار ہے وہ اسے پاگل کر رہا ہے۔

" کیوں صاحبہ جی ؟۔۔۔نوابوں کو منع ہے سوات میں رہنا ؟" اس کی طرف زرا جھکتے گھمگھیر تا سے کہا کہ ہنا اپنی جگہ بوکھلا گئی۔دل تو جیسے پسلیاں توڑ کر باہر نکلنے کو تیار تھا۔

" نہیں۔۔۔جی بلکل نہیں۔۔۔ منع تو نہیں ہے " ہانا فوراً سے سائیڈ سے نکلتی کیمپ سے باہر آ گئی۔

حیدر نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا۔یہ تو وہ جان گیا تھا کہ ہانا اس سے متاثر ہو چکی تھی اب یہ کوئی مشکل ٹاسک نہیں تھا۔

For more visit (exponovels.com)

" ویسے۔۔۔آپ صاحبہ نے اپنا تعارف تو کروایا نہیں " وہ اس کے پیچھے آتا بولا۔

" ہانا۔۔۔ہانا چوہدری " ہانا نے نام بتایا اور خاموش ہو گئی۔

" ویسے نام تو خوبصورت ہے۔۔۔ان حسین رخساروں کی طرح " آنکھوں کے اشارے سے اس کے گالوں کی طرف اشارہ کیا۔

ہانا اس بات پر سرخ ہو گئی۔اس کا انداز ہی تھا جو اسے سرخ کر رہا تھا۔وہ لاس ویگس کینیڈا لنڈن جیسی جگہ سے ہو آئی تھی اس کی تعریف ہوتی رہتی تھی لیکن جو تعریف اس وقت فارس ولی نے کی تھی وہ اسے اندر تک سرشار کر گئی تھی۔

" شکریہ لیکن۔۔مجھے صاحبہ آج تک کسی نے نہیں بلایا " اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے مسکراتے کہا۔

اب وہ دونوں ہلکے ہلکے قدم لے رہے تھے۔

" نواب فارس ولی کے الفاظ آج تک کس نے کاپی نہیں کیے۔۔۔۔۔کیونکہ کوئی ایسا پیدا ہی نہیں ہوا جو ہم جیسا بول سکے۔۔۔یہ تو ایک خوبصورت سا نام ہے ایک حسین دلربا کے لئے " اس کے ساتھ قدم لیتے میٹھے انداز سے کہا۔

اس کے الفاظ ہانا کے ہونٹوں پر تبسم بکھیر گئے۔اس کے گال دہک اٹھے تھے۔

" کیا آپ۔۔پڑھے لکھے ہیں !" اس کی شخصیت کے بارے میں جاننا اچھا لگ رہا تھا۔

" جی جناب بس اپنی پسند سے ہم نے لندن سے الیکٹرانک میڈیا میں ماسٹرز کیا ہے۔۔اور اب اپنا بزنس ہے " مسکراہٹ لبوں پر قائم تھی۔جو ہانا کو اپنے سحر میں جکر رہی تھی۔

" ہمم نائس۔۔لیکن سوات میں کیسے ؟" اس کی طرف مسکراتی نظروں سے دیکھتے سوال کیا۔

" میں تو بابا سے ملنے آیا تھا۔کل ہی آیا ہوں۔۔لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ اک اپسرا۔۔۔مل جائے گی " فارس نے مسکرا کر اسے دیکھا جس پر وہ پھر سے گلنار ہو گئی۔

" آپ مجھ پر لائین مار رہے ہیں ؟ " ہانا نے شرارتی انداز سے پوچھا۔

For more visit (exponovels.com)

فارس کا قہقہ لگا۔

" صاحبہ۔۔۔کیا کبھی۔۔کسی خوبرو مرد کو کسی پر لائن مارتے دیکھا ہے!۔۔۔میں نواب ہوں۔۔۔لائن نہیں مارتا صرف تعریف کرتا ہوں " ہنستے ہوئے جواب دیا۔ہانا بھی اسکی بات پر ہنس دی۔

" آپ کافی دلچسپ ہیں " اپنے بالوں میں پھر سے ہاتھ پھیرتے مسکراتے کہا۔اور پلٹی۔

" صاحبہ جی " پیچھے سے فارس کی گھمگھیر آواز نے اسے رکنے پر مجبور کر دیا۔

" اب کیا کبوتروں کے۔۔ذریعے آپ تک آنا پڑے گا ؟" اور وہ کمر پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

ہانا پلٹی اور اسے دیکھا جو دل فنا کر دینے والی مسکان سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

وہ مسکراتی اس تک آئی اور ہاتھ پھیلایا
فارس نے مسکرا کر اس کے ہاتھ میں اپنا آئی فون رکھا۔

ہانا نے اپنا نمبر ڈائل کیا اور اپنا نام ' صاحبہ ' کے نام سے ایڈ کیا۔اسے بہت پسند آیا تھا اپنے لیے یہ نام۔اور وہ بھی فارس ولی کی زبان سے شیرینی جیسا تھا۔ہانا نے موبائل واپس اس کے ہاتھ میں رکھ دیا ۔

ایک گہری نظر اس پر ڈال کر وہ ہنستے پلٹ گئی۔

" کیا خواہش تھی کہ ایسی شرم ایسی ادائیں میں زینی میں دیکھوں۔۔۔جو مجھے بہت ترساتی ہے۔۔۔اور ایک یہ ہے۔۔۔اتنے آرام سے ٹریپ ہو گئی " اس کی پشت کو گھورتے وہ سوچ رہا تھا۔

زینیہ کی صبح 8 بجے آنکھ کھلی۔
سمیع صوفے پر سویا ہوا تھا. جبکہ فلک اس کے بیڈ کے پاس سر رکھ کر لیٹی تھی۔
زینیہ نے اٹھنا چاہا کہ اس کے ہلنے سے فلک کی آنکھ کھل گئی۔

" اب کسی طبیعت ہے تمہاری ؟" فلک نے اسے سیدھا بٹھاتے پوچھا۔

" اتنے گہرے کٹ مارے اس زلیل نے کیسی ہو گی طبیعت " اپنے ازلی انداز میں زینیہ بولی تو فلک ہنس دی وہ اسی زینیہ کو تو مس کر رہی تھی۔

" کیسا فیل کر رہی وہ اب زینیہ ! " سمیع بھی اٹھ چکا تھا۔

" کیا لگتا ہے ؟" اپنے بازوؤں کی طرف اشارہ کرتے. شرارتی انداز میں پوچھا تو سمیع ہنس دی۔

" یار کچھ کھلا دو مجھے تمہارے ساتھ ہی پرسو کا کھانا کھایا ہوا۔۔ترس نہیں آتا مجھ پر کتنی بھوکی ہوں میں " زینیہ فلک کو منہ بسور کے بولی۔

" یار زولقرنین اور سر وجدان آ رہے ہیں ناشتہ لے کر پھر کریں گے ساتھ " اس کے ہاتھ کو دباتے کہا۔

" ویسے ایک بات ہے۔۔تم دونوں کو پاس آنے کا موقع مل گیا ہنا ! " زینیہ نے دونوں کو شرارتی نظروں سے دیکھتے کہا۔

فلک تو فوراً سے سرخ ہوتی چہرہ دوسری طرف کر گئی۔

" اللہ تمہیں صحت والی لمبی زندگی دے۔۔ہم میں سے کوئی بھی نہیں چاہتا کہ تم ایسے تکلیف میں آؤ اور ہم کوئی پاس واس آئیں " سمیع نے سنجیدگی سے اسے ٹوکا۔یقیناً وہ غلط بات کر رہی تھی۔

" اسلام علیکم کیا حال ہے بیٹا ! " تبھی سر وجدان اندر داخل ہوئے ساتھ زولقرنین تھا جس کے ہاتھ میں ناشتہ تھا اور سر نعیم بھی ان کے ساتھ تھے۔

" بس پین زیادہ ہے۔۔کوئی نہیں وہ بھی جلد ٹھیک ہو جائے گی " زینیہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

" آئیں ناشتہ کریں ہم " زولقرنین نے سب کو متوجہ کیا۔

سب نے ناشتہ کیا۔
" شکریہ نین۔۔۔مجھے بتایا فلک نے۔۔۔تم نے مجھے خون کی بوتل دی تھی۔۔۔شکریہ " زینیہ نے زولقرنین سے کہا ۔

وہ مسکرا دیا۔

" دوستوں کے لیے کچھ بھی " اس نے مسکرا کر اسے جواب دیا۔اب وہ اسے کیا بتاتا کتنا برا عشق ہو گیا تھا اسے۔اگر زینیہ کو کچھ ہو جاتا تو وہ بھی مر جاتا۔زندہ اس نے بھی نہیں رہنا تھا۔

سر سے پا تک وہ گلابوں کا شجر لگتا ہے
با وضو ہو کے بھی چھوتے ہوئے ڈر لگتا ہے

میں ترے ساتھ ستاروں سے گزر سکتا ہوں
کتنا آسان محبت کا سفر لگتا ہے

مجھ میں رہتا ہے کوئی دشمن جانی میرا
خود سے تنہائی میں ملتے ہوئے ڈر لگتا ہے

بت بھی رکھے ہیں نمازیں بھی ادا ہوتی ہیں
دل میرا دل نہیں اللہ کا گھر لگتا ہے

" ہائے ایوریون " کھکھلاتی آواز نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

کشف مسکراتے ہوئے زینیہ کی طرف آئی۔

" ہے بیوٹیفل۔۔۔کیسی ہیں اب آپ ؟" زینیہ سے مسکرا کر پوچھا۔

" اوپسس۔۔۔مجھ سے زیادہ تو آپ حسین ہیں۔۔۔کیوٹ ڈمپلز " زینیہ نے اس کے گال کے گڑھوں کو دیکھتے کہا جو بہت واضح تھے۔

" اوہ۔۔۔ تھینکیو۔۔"کشف اپنی تعریف پر اور گلنار ہو گئی۔اتنی ٹینشن فری پیشنٹ اسے پہلی بار ملی تھی۔

" ہمممم۔۔۔کوئی بڑے مسئلے والی بات نہیں۔۔۔شام تک آپ کو ڈسچارج کر دیں گے " اس نے زینیہ کی فائلز دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

" شکریہ آپ نے اچھی خبر سنائی " زینیہ نے گہرا سانس لیتے کہا تو کشف ہنس دی۔

" پھر ملتے ہیں " ایک نظر زولقرنین کو دیکھا جو اسے دیکھ کر آنکھوں میں مسکرایا تھا۔

" فلک مجھے موبائل دو اپنا " زینیہ نے اسے کہا۔

فلک نے اپنا موبائل نکال کر اسے دیا۔

سر وجدان اور سر نعیم جا چکے تھے۔

اس نے تیزی سے موبائل پر نمبر ڈائل کیا۔تینوں اس کی بے چینی دیکھ رہے تھے۔

" اسلام علیکم امی۔۔۔کیسی ہیں آپ ؟" زینیہ نے اپنی ماں کو کال کی تھی۔فلک نے حیرت سے دیکھا اسے تو لگا تھا حیدر کو کال ملائے گی مگر یہ تو اپنی امی سے بات کر رہی تھی۔

" جی جی۔۔بس شیشہ بازو پر لگ گیا تھا تو ہلکہ سا بخار ہو گیا " یقیناً زینیہ کی آواز سے وہ اس کی طبیعت ناسازی جان گئ تھیں۔

" جی جی اماں۔۔۔۔۔اچھا یہ بتائیں کہ۔۔۔گھر سب ٹھیک ہے " ڈھکے چھپے لفظوں میں سوال کیا۔فکر تو حیدر کی لگی تھی۔

آگے سے تسلی بخش خبر ملی تھی تبھی اس نے سکھ کا سانس لیا۔

" جی شکر۔۔۔میں رکھوں گی خیال۔۔۔اپنا۔۔۔۔اوکے۔۔۔اللہ حافظ " زینیہ نے کہا اور فون بند کر دیا ۔

" امی ! " فلک نے ہلکی آواز میں پوچھا۔

" ہمم۔۔یہی صحیح تھا " اس نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

فلک نے دوسرا سوال نہیں کیا۔

اب جو اس کو فکر تھی وہ اتر گئی تھی۔اسے خبر مل گئی تھی کہ حیدر ٹھیک ہے۔اس کے چہرے کی افسردگی غائب ہو گئی تھی۔

" تم۔۔کسی کو مس کر رہی تھی ؟" ذولقرنین نے اس سے پوچھا۔

" امی سے بات ہو گئی میری ان کو ہی کر رہی تھی " ریلیکس انداز میں جواب دیا۔

زولقرنین نے بس سر ہلایا اور کوئی بات نہیں کی۔

" مس صاحبہ۔۔۔آپ نے میرا فون کیوں نہیں اٹھایا ! " فارس اس وقت ہلکے پھلکے غصے میں کیمپ میں آتے بولا۔

" سو سوری۔۔۔میں سو گئ تھی۔۔اور میری نیند بہت بری ہے سو سوری " ہانا بیگ میں کچھ سامان رکھتی بولی۔

" ابھی بھی مصروف ہو ! " اس نے مزید غصے سے کہا۔

" یار غصہ نا کرو۔۔۔مجھے ہوسپٹل سے کچھ دوائیاں ایشو کروانی ہیں۔۔۔ہمارا سٹوک کم ہو گیا ہے " وہ جلدی جلدی سے بیگ کو پہنتے بولی۔

فارس مسکرایا اور اس کی طرف بڑھا۔

وہ جو جلدی میں تھی اس کے قدم اپنی طرف لینے پر رک گئ۔

" تو جناب۔۔۔ حکم کریں۔۔۔ساری لیبارٹری آپ کے نام کر دیں گے " اس کی طرف زرا جھکتے بھاری آواز میں کہا۔

ہانا کا دل دھڑک اٹھا۔رخسار سرخ اناری ہو گئے۔

" ویسے آپ۔۔کی مدد مجھے چاہیے " اس سے زرا دور ہوتے سنبھل کر کہا۔

" کیسی مدد ! " اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

" ہاسپٹل میں۔۔۔ڈاکٹر عامر ہیں۔۔۔اور اگر انہیں یہ پتہ لگ جائے۔۔۔کہ میں شادی شدہ ہوں۔۔تو وہ پیچھے ہو جائں گے۔۔۔میں کافی تنگ ہوں ان کے پروپوزل سے۔۔۔پلیز " اس کی طرف منت سے دیکھتے کہا۔اسے نہیں علم تھا کہ فارس کیسا ری ایکٹ کرے گا۔

" ارے صاحبہ جی۔۔۔آپ کے لیے کچھ بھی۔۔۔یہ تو پھر۔۔فقط ایک ایکٹنگ ہے " اس کی طرف خماری سے دیکھتے کہا کہ وہ پھر سے گلنار ہو گئ اور تیزی سے اس کے پاس سے گزر گئی۔

For more visit (exponovels.com)

" سو سوری ہانا۔۔۔میں تمہارے جزبات سے نہیں کھیلنا چاہتا۔۔۔لیکن مجھے کرنا پڑ رہا ہے " اس کے جاتے ہ وہ سنجیدہ ہو گیا۔ہر لڑکی سے وہ ایسے بات نہیں کرتا تھا۔اگر یہ اس کا کام نا ہوتا تو زائد وہ اس ہانا کو دیکھتا بھی نا۔

" ہاں کہاں ہے ! " زولقرنین نے کشف کو فون کیا۔جو اسے بلا رہی تھی اب خود کیفے میں نہیں تھیء۔

" م۔۔۔میں۔۔آ۔۔رہی ہوں " حتی الامکان اپنی آواز کو ریلیکس رکھنا چاہا لیکن رکھ نا سکی۔

" کیا ہوا ہے۔۔۔تو ٹھیک ہے ؟۔۔کدھر ہے کشف ! " اس کی آواز سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ کچھ صیحح نہیں۔

" میں۔۔آتی ہوں۔۔وہی رہنا " وہ آگے سے جلدی سے بولی اور فون بند کر دیا۔

اس نے جیسے ہی فون بند کیا اس کے کمرے کی لائٹ اوف ہو گئ۔وہ ڈر کر وہیں رک گئ۔

" میرے ہر میسج کو سین کرو گی۔۔۔ورنہ پھر تم مجھے لائیو سین کرو گی " ایک آواز اس کی سوچوں میں ٹکڑائی۔

اسے تین دن سے کسی رانگ نمبر سے میسجز آ رہے تھے۔جس میں ایک ہی بات ہوتی کہ تم پر دل آ تھا کبھی اب عشق ہو گیا ہے۔بس یہی بات ہوتی۔اس نے پہلے رانگ نمبر سمجھ کر پرواہ نہیں کی لیکن ایسا میسج ہر گھنٹے بعد آنا شروع ہو گیا۔اس کے دل میں خوف بیٹھ رہا تھا کیونکہ وہ جہاں بھی ہوتی وہ اس کی تصویر لے کر اس کے نیچے یہ الفاظ لکھ کر بھیجتا۔یہ کشف کے اوسان خطا کرنے کے لیے کافی تھا. اسے نہیں علم تھا کہ کون اس پر نظر رکھ رہا ہے لیکن جو میسج آتا وہ اسے پریشان کر دیتا۔اس نے تنگ آ کر میسج سین کرنا چھوڑ دیے۔

پھر اسے کال آئی کسی رانگ نمبر سے لیکن یہ وہ نمبر نہیں تھا جہاں سے پہلے میسجز آتے تھے۔اس نے ایسے ہی فوم اٹھا لیا تو آگے سے اسے ایک ہی لائنن سنائی دی کہ اگر اس کے میسجز سین نا کیے تو وہ خود آ جائے گا اور جب وہ آتا ہے تب انسان اپنے بس میں نہیں رہتا۔وہ بہت بری طرح ڈر گئی تھی ۔اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس سے ہیلپ لے۔تبھی اسے زولقرنین یاد آیا جس سے ہر بات شئیر کرتی تھی لیکن یہ بات وہ بتا ہی نا پائی۔اس نے جلدی سے زولقرنین کو کیفے میں آنے کا بولا تھا لیکن اب خود پھنس گئی تھی۔

اس کا سانس بند سا ہو گیا جب کسی کی موجودگی اپنے پیچھے محسوس کی۔

" میرے ڈھولنا سن۔۔۔میرے پیار کی دھن۔۔۔میرے ڈھولنا سن " ایک دلفریب آواز اسے اپنے کان میں سنائی دی۔آنکھیں ڈر خوف سے پھیل گئیں وہ جہاں تھی وہیں رک گئی۔کوئی لڑکا اس کے کمرے میں تھا۔بلکل اس کے پیچھے۔

" کیا کہا تھا میں نے ! " اس کے کندھے پر انگلیوں سے ٹیپ کرتے وہ اسے مزید سہما گیا تھا۔یہ تو وہی آواز تھی جو اسے موبائل پر سنائی دی تھی۔

" میسج نہیں دیکھا نا میرا ؟" اس کے بالوں میں انگلیوں کو چلاتے پوچھا۔

اس کا سینہ کشف کی کمر سے لگ رہا تھا۔وہ سارے فاصلے مٹائے کیسے حق سمجھ کر اس کی سانسیں فنا کر رہا تھا۔۔

کشف کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔اسے اس وقت اپنے پیچھے کھڑے انسان سے ڈر لگ رہا تھا .

" کہا تھا نا۔۔تم پر دل آ گیا۔۔۔پھر ؟ میرے خلاف جانے کی کیسے جرأت کی ! " اس کے بالوں کو ایک طرف سے ہٹا کر دوسری طرف کیا۔

کشف کی جان نکل گئ جب اس کے گرم تپتے ہونٹوں کا لمس اپنی گردن پر محسوس کیا۔

وہ کرنٹ کھا کر دور ہوئی۔

وہ جتنی تیزی سے اس سے دور ہوئی تھی وہ اس سے بھی زیادہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔اس کی کمر سے پکڑتے سامنے دیوار کے ساتھ پن کیا۔اس اندھیرے میں بھی وہ کشف کے کمرے کا ایک ایک حصہ محسوس کر رہا تھا۔

* پل۔۔۔پلیز۔۔۔چ۔۔۔چھوڑو مجھے۔۔کون ہو تم ! " وہ اس کی سخت گرفت پر دبی دبی آواز میں چیخی۔سانس خشک ہو رہا تھا۔اور اس کی قربت میں اتنی وحشت تھی جو کشف جنید نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔

" کیسے چھوڑ دوں۔۔۔جب میری سانسیں بھی۔۔۔تمہاری سانسوں پر چلتی ہیں " اس کے چہرے کے پاس اپنا چہرہ لا کر گھنگھیر آواز میں کہا۔

اس کی گرم سانسیں کشف کا چہرہ جھلسا رہی تھیں۔اس نے زور سے آنکھیں بند کر لیں۔اسے بے حد ڈر لگ رہا تھا۔کوئی انجان شخص اسے یوں دبوچے کھڑا تھا. جس کی انگلیاں اس کی کمر میں دھنس رہی تھیں۔وہ دباؤ بڑھا رہا تھا اور وہ اس کی پکڑ میں مچل رہی تھی۔

کشف نے مزاحمت کرنی چاہی کہ مقابل شخص نے اس کے جبڑے کو پکڑا۔کشف اپنی جگہ رک سی گئی۔کیونکہ اس کا چہرہ اس اندھیرے میں بھی وہ اپنے بے حد پاس محسوس کر رہی تھی۔اور اسے یقین تھا اگر اس نے کوئی مزاحمت کی اب۔۔۔تو وہ جو ہلکی ہلکی سانس لے رہی ہے مقابل جلاد کی طرح پی جائے گا.

" جب میں پاس ہوں۔۔۔تو مجھسے بھاگنے کی کوشش مت کرنا۔۔۔جان ہو تم میری۔۔۔اور ہم تمہاری دوری پر۔۔۔اپنی ہی جان لے لیں گے " اس کے جبڑے کو نرم گرفت میں لیے اسی گھمگھیر مگر روعبدار آواز میں کہا۔

کشف نے تھوک نگلہ۔آنسوؤں کی گلٹی اس کے گلے میں ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔

" سنو " اس کے ہونٹوں پر دو انگلیاں رکھیں۔

کشف کا دل رک گیا نجانے کیا کرنے لگا تھا کتنی بے بس تھی جو اس کے اتنے پاس ایسے کھڑا تھا۔

" تمہیں۔۔۔چھو لوں ؟" اندھیرے میں مقابل کھڑے شخص نے جیسے اجازت مانگی تھی۔کیا بات تھی اتنا ڈرا بھی رہا تھا اور اجازت بھی مانگ رہا تھا۔ایسے دھوپ چھاؤ پہلی کشف نے ایک ساتھ دیکھی تھی ۔لیکن اس کی فرمائش پر اس کی پوری آنکھیں کھل گئی تھیں۔

" ج۔۔۔جسٹ شٹ اپ۔۔۔چھوڑو مجھے ! " وہ اس کی بات پر تعیش میں آتے بولی۔

" لسن " اس کے غصے کی پرواہ کیے بنا وہ اس پر اپنا وزن ڈال گیا تھا۔

کشف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

" زرا سا ؟۔۔تمہاری قسم۔۔۔زیادہ نہیں چھوؤں گا۔۔بس تھوڑا سا۔۔پانچ سیکنڈ بس " ڈھیٹوں کی طرح اس کے کان میں بولتے اجازت چاہی تھی۔

کشف نے ہلنا چاہا لیکن وہ اس کے وزن کے نیچے جیسے دب سی گئ تھی۔کتنا بےشرم تھا جو بات کر رہا تھا اسے کرتے ہوئے بھی شرم نہیں آ رہی تھی۔

" اجازت دے دو کشف۔۔۔۔۔ابراہیم۔۔
اسکندر" اس کے کان کی لو چومتے کہا۔

ان الفاظ نے کشف کو اپنی جگہ ساکت کر دیا تھا۔
ابراہیم سکندر !

یہ کون تھا جو ابراہیم سکندر کو جانتا تھا. اور کیسے نام لے گیا.

کشف کی سانس منتشر ہو گئ تھی۔انجانہ ڈر اسے اس وقت لگا تھا۔اور یہ ڈر مقابل کھرے شخص سے کئ زیادہ تھا۔ایک عرصے بعد کسی نے ابراہیم سکندر کا نام لیا تھا۔ایسے کون لے سکتا ہے. وہ تو ایک عرصہ ہو گیا لوٹا ہی نہیں۔

" جان " اس کی شہہ رگ پر اپنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی پھیری۔

"ک۔۔کون تم ! " کشف نے اندھیرے میں ہی اسے جاننا چاہا کہ کون تھا وہ جو ابراہیم سکندر کا پوچھ رہا تھا.

For more visit (exponovels.com)

" اجازت ؟ " اس کے ہونٹوں پر انگلی زور سے رکھتا وہ بولا صاف اشارہ تھا کہ تمہارا سوال نہیں بس میری سنو۔

" پل۔۔۔"۔

" اجازت ؟ " وہ کچھ کہنے لگی تھی کہ اس نے اس بار دانتوں کو کچکچاتے جنونیت سے کہا۔
کشف نے نفی میں سر ہلانا چاہا لیکن اس نے نفی کرنے نا دی۔

" مجھے اجازت چاہیے۔۔۔ابھی۔۔۔میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ میں دیر کر دوں۔۔۔اجازت۔۔۔۔دو ۔۔ابھی۔"اس کے کان پر ہونٹ رکھتے وہ غصے سے بولا۔دوسرا ہاتھ اس کی شہہ رگ پر سرکلز بنا رہا تھا جو کشف کو اور پاگل کر رہا تھا۔

" اجازت دے دو کشفی۔۔۔۔مجھے کیوں تڑپا رہی ہو " اس کے شہہ رگ پر زرا زور دیتے التجائیہ کہا۔

کشف نے اندھیر میں ہی چونک کر اسے دیکھنا چاہا جس نے ابھی کشفی کہا تھا۔

" نہیں دو گی اجازت ؟" اس کی خاموشی پر وہ روٹھنے جیسے بولا۔ہونٹ اب بھی کان کی لو کو بار بار چوم رہے تھے۔

" دیکھو " وہ کیا کرتی۔۔مرنے کا مقام تھا۔وہ کون تھا کہاں سے آیا کیا ہے۔کیسے وہ اسے خود کو چھونے دیتی

" زبردستی تو تمہیں بھی پسند نہیں نا۔۔مجھے اجازت دے دو کشف۔۔۔میں پھر چلا جاؤں گا " اس کے ماتھے سے ماتھا جوڑتے گہرے سانس میں کہا۔

" ہاں م " وہ کچھ کہنے لگی تھی کہ مقابل نے سیکنڈ سے بھی پہلے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا تھا۔

کشف نے زور سے اس کی شرٹ پکڑ لی۔وہ تو کچھ کہنے لگی تھی اس نے ہاں کہہ کر اجازت تھوڑی دی تھی۔

وہ اس کے ہونٹوں کو ایسے اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھا جیسے اسی کام کے لیے آیا ہو۔پاگلوں کی طرح وہ اس کے ہونٹوں کو دبوچے ہوئے تھا۔

کشف کی سانس بند ہو رہی تھی۔اس کی زندگی کا یہ دوسرا تجربہ تھا جب اسی طرح کا لمس محسوس ہوا تھا جب اسے پہلی بار ابراہیم سکندر نے چھوا تھا۔

اس نے کہا تو پانچ سیکنڈ کا کہا تھا لیکن وہ اس کی لمس میں پاگل ہو گیا تھا بنا اس بات کا خیال کیے کہ سامنے نازک سی لڑکی کو سانس بھی آئے گا یا نہیں۔

اس کی سانس بلکل بند ہو رہی تھی کیونکہ وہ اسے سانس لینے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔
کشف نے نڈھال ہاتھوں سے اسکی شرٹ پر ہاتھ مارا۔

اس کی تشنگی اور بڑھ گئی۔وہ اور اس کی شہہ رگ پر انگلی پھیرتے مدہوش ہو رہا تھا۔
کشف اس کی انگلی کے ڈزائن جو وہ اس کی کمر پر انگلی سے بنا رہا تھا جان گئ تھی کہ کون ہے اس کے پاس۔اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کی شرٹ کو کھینچا۔

کہ وہ ہوش میں آیا۔لیکن اس کے ہونٹوں سے دور نہیں ہوا تھا. کشف کو سانس چاہیے تھی لیکن وہ دے نہیں رہا تھا بلکہ اس اندھیرے میں اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھے اس کے نڈھال جسم کو اپنی باہوں میں لیے کھڑا تھا۔

اس کی ڈھیلی ہوتی بازوؤں پر آرام سے ہونٹوں کو جدا کیا۔۔اس وقت اسے سب سے مشکل کام یہی لگ رہا تھا اس سے خود کو جدا کرنا.

" میرے ڈھولنا۔۔۔سن۔۔۔۔میرے۔ ۔پیار کی۔۔۔دھن " اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھتے وہ گنگنایا تھا۔

کشف بےدم سی ہوتی اسی کے سینے پر سر رکھ گئ اور گہرے گہرے سانس لینے لگی۔

مقابل مسکرایا۔دس سال بعد وہ مسکرایا تھا وہ بھی کشف کے لیے اپنی کشف کے لیے۔

" مجھ سے دور نہیں ہونا۔۔۔مجھے بھولنا نہیں۔۔۔تمہیں میں بھولنے نہیں دوں گا۔۔۔۔اور اہم بات " اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر ہونٹوں سے لگاتے کیا۔
وہ نڈھاک سی اس کی آواز کی امت دیکھنے لگی۔

" نین۔۔۔کو اگر۔۔۔دوبارہ گلے لگایا۔۔۔تو خدا کی قسم۔۔۔تمہیں پورا نگل جاؤں گا۔۔۔اور اس دن ۔۔۔تم پر ۔۔تمہاری روح پر۔۔۔تمہارے دل پر۔۔تمہارے انگ انگ پر۔۔۔صرف میری مہر ہو گی

۔۔۔صرف AS کی۔۔۔۔ سمجھی ! " لہجے میں بلا کی جنونیت تھی۔یہ سزا تھی اس کی جو زولقرنین کے دکھ میں اس کے گلے لگی تھی یہ جانتے ہوئے کہ وہ کس کی امانت ہے۔

کشف کو اس نے باہوں میں اٹھایا اور بیڈ پر لٹا دیا۔
ماتھے پر بوسہ دیا۔اور دور ہو گیا۔

کشف کو خاموشی سے لیٹی رہی۔وہ مقابل سے کوئی بھی غلط کام کی امید کر سکتی تھی۔
کئ منٹس گزرے لیکن اب اس کا گمان نہیں ہو رہا تھا.

کشف نے ڈرتے ڈرتے سائیڈ ٹیبل پر موجود لیمپ جلایا تو ایک دم کمرے سے اندھیرا ہٹا کمرے میں کوئی نہیں تھا۔

وہ کیا تھا جس کے ناا آنے کا پتہ لگا نا جانے کا

" ابر۔۔۔ ہیم۔۔۔۔ابی۔۔۔۔تم۔۔۔۔ نہیں " اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ کچھ دیر پہلے جو ہوا وہ کس نے کیا تھا۔
اس کا دماغ اور دل دونوں اس بات کو تسلیم نہیں کر پا رہے تھے کہ دس سال بعد۔۔۔۔

For more visit (exponovels.com)

دس سال بعد۔۔۔

دوبارہ ابرہیم اس کے سامنے تھا

اسی جنونیت کے ساتھ۔اسی جیلسی کے ساتھ جو وہ کبھی نین سے کرتا تھا جب وہ اس کے پاس جاتی تھی۔

لیکن ایک چیز بدلی تھی۔

اس کے لمس میں شدت تھی۔

اتنی شدت کے اب کشف کو اپنے ہونٹوں سے خون کی لکیر بہتی ہوئی تھوڑی پر محسوس ہو رہی تھی.

میرے ڈھولنا سن۔۔۔۔۔

میرے پیار کی دھن۔۔۔۔۔

میرے ڈھولنا سن۔۔۔

میری چاہتیں تو۔۔۔۔

فضا میں بہیں گی۔۔۔

For more visit (exponovels.com)

زندہ رہیں گی۔۔۔۔

ہو کر فنا۔۔۔۔

میرے ڈھولنا سن۔۔۔۔

میرے پیار کی دھن۔۔۔۔۔

ڈاکٹر فریحہ اس وقت زینیہ کو دماغی لحاظ سے فریشنس دے رہی تھیں۔وہ سائیکائٹرسٹ تھی۔
زولقرنین باہر تھا۔سمیع اور فلک ہوٹیل گئے تھے۔
زینیہ اس سے باتوں میں مگن تھی۔اچھی باتیں اور خوشگوار ماحول جلد طبیعت بہتر کر دیتا ہے۔

" ہم اندر آسکتے ہیں ! " ہانا نے سر اندر نکال کر پوچھا۔

زینیہ اور فریحہ دونوں اس طرف متوجہ ہوئے۔

For more visit (exponovels.com)

" ارے آو آؤ ہانی " فریحہ خوشی سے اس طرف بڑھی۔زینیہ بھی مسکرا دی انہیں دیکھ کر۔

" کیا حال ہے ہانا " فریحہ نے اسے گلے لگایا۔

" میں ٹھیک تم سناؤ " ہانا بھی مسکرا کر بولی۔

" میں۔۔۔یہ کون ہے ؟" فریحہ نے پیچھے کھڑے خوبصورت مرد
کی طرف اشارہ کیا۔
" امم۔۔۔۔یہ میرے ہزبینڈ ہیں " ہانا نے اک ادا سے کہا .

" او مائی گاڈ۔۔۔تم نے شادی کر لی ؟ " وہ حیرانی سے ہانا کی طرف دیکھتے بولی۔
ہانا ہنس دئ۔

" اندر ہی آ جائیں میری پیشنٹ کافی مزیدار ہے آپ بھی اچھا محسوس کریں گے " وہ ان دونوں کو بھی اندر آنے کا بولی۔

زینیہ مسکرا کر ان کو سن رہی تھی۔

For more visit (exponovels.com)

اس کی مسکان تو تب سمٹی جب اندر آتے شخص ہر اس کی نظر پڑی۔دل جیسے اپنی جگہ جم گیا تھا۔
زبان تالو سے جا لگی تھی۔دماغ غائب سا ہو گیا تھا۔
مقابل کی بھی اس سے کم حالت نہیں تھی۔بس فرق یہ تھا کہ زینیہ کی آنکھیں شاکڈ تھیں جب کہ حیدر کی آنکھوں میں پریشانی تھی کہ نجانے زینیہ کیا سوچے گی۔اس نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ زینیہ کو ایسے ملے گا۔ایک تو ہاسپٹل میں تھی اوپر سے اس نے حیدر کے بارے میں ابھی ابھی جو سنا تھا وہ اچھا خاصہ نقصان دہ تھا

" آئیں نا فارس ادھر " ہانا نے جان کر فارس کا بازو پکڑا تا کہ فریحہ اسے سچ ہی جانیں۔

زینیہ کی کاٹدار نظر اس کے بازو پر ٹک گئ۔وہ کاش اتنی پاور رکھتی کہ آنکھوں سے وہ اس ہانا کے ہاتھ کاٹ کر دور کر دیتی۔

حیدر کو لگا جیسے قدم منوں بھاری ہو گئے ہوں۔اس نے تو کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ زینیہ سے ایسے ملے گا اور ملتے ہی اس کے دل میں غلط فہمی بھر جائے گی۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ جلدی سے زینیہ سے بات کر لے۔

حیدر اسی موقعے کی تلاش میں تھا کہ اسے زینیہ کی سائیڈ پر پھولوں کا گلدستہ نظر آیا۔اسے اور کیا چاہیے تھا۔

" پھول سرخ ہیں (میں مشن پر ہوں) " حیدر نے زینیہ کی غصے سے بھری آنکھوں میں دیکھا۔

حیدر نے اس سے کوڈ ورڈ میں بات کی تھی۔ایسا کونسا کام تھا جو زینیہ کو اس نے ٹریننگ میں نہیں سکھایا تھا۔وہ اکثر اپنے مشن کی باتیں ایسے ہی زینیہ سے کرتا تھا۔تا کہ کسی کو پتہ بھی نا لگے اور زینیہ کو علم بھی ہو جائے۔

زینیہ نے پھولوں کہ طرف دیکھا۔سمجھ تو وہ گئ تھی۔لیکن ایک عورت تھی کیسے کسی اور کو برداشت کرتی اس کے ساتھ۔

" اور کانٹے ساتھ ہی ہیں ! (اور نقصان کس کا ہو گا) " زینیہ نے بھی کوڈ ورڈ میں جواب دیا۔

" سفید پھول بھی ہیں جو حسین ہیں (پریشان نا ہو مشکل ہے لیکن منزل قریب ہے) " حیدر نے مسکراتے جواب دیا۔

For more visit (exponovels.com)

" یہ کیا بات کر رہے ہو تم دونوں ! ؟ " ہانا نے حیرت سے دونوں کو دیکھا۔

حیدر نے مسکرا کر سر نیچے کر لیا۔

" بس پھولوں پر بات ہو گئی " زینیہ نے ہانا کو دیکھتے کہا۔

" اچھا فریحہ پلیز مجھے کچھ میڈیسن ایشو کر دو میں زیادہ دیر رک نہیں سکتی " ہانا نے فریحہ سے کہا۔

" شیور " فریحہ نے کہا اور وہ باہر کی طرف بڑھی۔

" آپ یہاں رہیے میں جلدی آ جاتی ہوں " ہانا نے حیدر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور اس کے پیچھے بڑھ گئی۔

زینیہ کی آنکھیں مرچوں سے بڑھ گئیں۔

وہ دونوں جیسے ہی کمرے سے باہر گئی وہ تیزی سے اس تک پہنچا۔

" یہ کیا ہوا ہے تمہیں ؟ یہاں ہوسپٹل میں کیا کر رہی ہو ؟ پٹیاں کیوں کی ہیں ؟ کیسے لگی چوٹ ؟" وہ تو اس کے بازووں اور پاؤں کی حالت دیکھ کر غصے اور درد کے ملے جلے جزبات سے سے سوال در سوال کر رہا تھا۔

" یہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو حیدر ! " زینیہ نے اس کو تیکھے تیوروں سے دیکھتے کہا۔

" یار مشن پر ہوں۔۔تمہاری قسم حیدر صرف تمہارا " اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیا .

" حیدر۔۔۔تم کتنے بد تمیز اور بے حس ہو " زینیہ نے اس کا کالر اپنی مٹھیوں میں لیا۔آنکھوں میں نمی تیر گئی تھی۔

" نہیں جانم کبھی نہیں ہو سکتا تمہارے لیے " اس کی آنکھوں کی نمی کو ہونٹوں سے چنا۔

وہ اس کے سینے سے لگ گئی گلہ رندھ گیا تھا۔دل چاہ رہا تھا کہ خوب روئے اور اسے اپنی تڑپ سنائے ۔

" میں۔۔۔۔میں نے اتنا مس کیا تمہیں " اس کے سینے سے زور سے لگی کوئی معصوم بچی ہی لگ. رہی تھی۔

حیدر نے اس کے سر کا بوسہ لیا اور اپنے سامنے کیا۔

" میں ہر پل تمہارے پاس ہوں " اس کے ماتھے کو چوما۔

" جھوٹے نا ہو تو" اس کے دل پر مکہ بناتے کہا۔

" نہیں جاناں جھوٹ حیدر کی فطرت میں نہیں " اس کے دائیں گال کو چوما۔

" تم مجھے یاد نہیں کرتے یو " پھر سے روٹھا گیا۔

" میں تو تمہیں بھولا ہی نہیں " اس کے دوسرے گال کو بوسہ دیا۔

" ہاں۔۔دیکھا میں نے۔۔۔زرا تم میرے پاس نہیں آئے " سوں سوں کے ساتھ الزام لگایا۔

" تم تو میرے دل و دماغ پر حکمرانی کرتی ہو زینی " اس کی تھوڑی کو چوما۔

" ہاں۔۔اور تم نا اس سٹائلش سے دور رہو۔۔۔۔۔زہر لگ رہی تھی وہ " اس کے کندھے اور بازو کی جگہ سے شرٹ کو جکڑا جیسے وہاں سے ہانا کے لمس کو اتار رہی ہو۔

" تو میری جانم جیلس ہو رہی ہے " اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

" جی نہیں وہ کوئی ایسی توپ چیز نہیں ہے جو میں یعنی زینیہ اس سے جلے۔"اس کندھے سے شرٹ صاف کی جہاں ہانا نے ہاتھ رکھا تھا۔

" یہ تمہیں کس نے اس حال میں پہنچایا ! " اس کی نظر دوبارہ پٹیوں پر گئ تو سنجیدگی سے پوچھا۔

" بدتمیز جاہل احمر نے۔۔۔اتنی دفعہ کہا کہ نہیں پسند مجھے تم۔۔۔پھر بھی اسے اثر نہیں ہو رہا تھا۔۔۔ ذلیل نے اتنے برے کٹ مارے " لاپرواہی تو آج زینیہ پر ختم ہو گئ تھی۔اس کی اصل وجہ حیدر کا پاس ہونا تھا۔

حیدر کے ماتھے کی رگیں تن گئ۔

" اس کی اتنی جرائت کہ وہ حدر کی چاہت پر نظر رکھے۔۔۔میں اس کی ہستی مٹا دوں گا " حیدر کا جبڑا انتہائی درجے کا تن گیا تھا۔یقیناً وہ خیال میں ہی احمر ملک کے پتلے کو جہنم میں جھونک چکا تھا۔

زینیہ نے پھر اسے ساری بات بتائی۔کیا کیا ہوا کیسے کیسے سب کٹس لگے اور کیسے زولقرنین نے اسے بوتل دی خون کی۔

حیدر نے اسے زور سے خود میں بھینچ لیا۔
" میں تمھیں کھو نہیں سکتا زینی۔۔۔کسی صورت نہیں۔۔۔۔تم جان ہو میری۔۔۔ تمھیں کچھ ہو گا تو حیدر کو پہلے تکلیف آئے گی۔۔۔میری جان یو تم. " شدت سے اسے خود میں بھینچے وہ جزباتی ہو گیا تھا ۔کھو دینے کا ڈر کتنا بھیانک تھا اس وقت کوئی حیدر سے پوچھتا تو بتاتا۔

"حیدر۔۔۔ابھی انہوں نے آ جانا ہے صوفے پر جاؤ" زینیہ کو ہانا کا اچانک خیال آیا تو کہا۔

" اتنی دیر بعد مل رہی ہو۔۔۔شرینی تو وصولنے دو " اس کی آنکھوں میں شرارت سے دیکھتے بولا۔
اور اس پہلے وہ کچھ سمجھتی وہ اس کے لپس لاکڈ کر چکا تھا۔
زینیہ کے تو چودہ طبق روشن ہو گئے تھے ،بے شرم ہسپتال میں شروع ہو چکا تھا۔

اس نے اس کی کالرز پر سخت گرفت کی۔
حیدر نے اس کی کمر کے گرد انگلیوں کا جال بنایا اور جھٹکا دیا کہ وہ اس کے سینے سے جا لگی۔

اس کے بازو میں درد ہو رہا تھا تبھی ہاتھوں کی گرفت ہلکی کر دی۔

اور حیدر صاب کو اس کی گرفت ہلکا کرنے کا مطلب کچھ اور ہی لگا۔

اس نے ایک ہاتھ اس کے سر کے پیچھے رکھا اور اسی طرح اس کے ہونٹوں سے شرینی وصولنے لگا اس کے لمس میں کسی بھی قسم می شدت نہیں تھی۔بلکہ وہ پیار سے نرمی سے اسے محسوس کر رہا تھا۔ زینیہ چاہ کر بھی خود کو دور نہیں کر پا رہی تھی۔

پہلی دفعہ وہ اس کے اتنے نزدیک اور اتنے ڈھیٹوں کی طرح آیا تھا کہ اسے ری ایکشن ہی دینا نہیں آ رہا تھا۔بے اختیار اس کے لمس کو محسوس کرتے اس کی گردن کے گرد باہیں کر گئ۔یہ بے اختیار ہوا تھا۔

وہ اس کی کمر پر دباؤ دیتے خود میں مزید گھم کر گیا۔

For more visit (exponovels.com)

اس. کی سانس اب بھاری ہو رہی تھی کیونکہ وہ اسے سانس لینے نہیں دے رہا تھا۔۔یہ وہ تشنگی تھی جو اس نے زینیہ سے دور رہ کر گزاری تھی۔اسے وہ سب لمحے یاد آ رہے تھے جب وہ اسے یاد کرتا رہا تھا اور وہ اس کے پاس نہیں تھی۔

زینیہ نے اس کے بالوں پکڑ کر کھینچا۔

حیدر کو ہوش آیا۔
اس نے بنا پیچھے ہوئے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جو نیم آنکھوں سے نڈھال ہو رہی تھی۔
وہ مسکرایا اور اسے آزاد کیا۔

وہ ایک گہرا سانس لیتی اس کے شانے پر سر ٹکا گئ۔اس کا چہرہ خون چھلکا رہا تھا۔
ح
یدر نے اس کے گرد باہیں پھیلا دیں اور اسے کی موجودگی کو محسوس کرنے لگا۔

" ت۔۔۔تم۔۔۔ان۔۔انتہائ۔۔۔بے شرم۔۔۔۔۔بے۔۔۔حیا۔۔۔انسان ہو۔۔۔حیدر " اس کے کندھے پر مکے مارتے وہ سانسوں کی بحالی پر غصے سے بولی۔البتہ آنکھیں ملانے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔

" آپ کو ابھی بھی لگتا شک ہے۔۔۔یقین دلاؤں ! " اس کے چہرے کی سرخی سے محظوظ ہوتا وہ شرارت سے بولا۔

" اٹھو۔۔اٹھو یہاں سے " زینیہ نے اسے انگلی کے اشارے سے اٹھنے کا کہا۔

" یہ تم جو مجھے رعب دکھاتی ہو نا۔۔زرا شادی ہو لینے دو۔۔۔پھر تمہیں بتاؤں گا۔۔تب سدھاروں گا " اس کے ناک کو دباتا وہ بدمزا ہوتا بولا۔

" آرمی والوں نے کیسے تمہیں رکھ لیا۔۔اتنا چیپ رومینس کرتے ہو۔۔۔نمبر دو زرا اپنے ہیڈ کا میں انہیں تمہاری حرکتیں بتاؤں " زینیہ اپنے ہونٹوں کو ملتے خفگی سے بولی۔اسے مسلسل اپنے ہونٹ گیلے محسوس ہو رہے تھے جیسے ابھی بھی اس کا لمس قائم ہو۔لیکن وہ بھی کیا زینیہ جو اپنی حالت حیدر پر آشکار کر دے۔اندر سے وہ حیدر کے لمس سے کانپ گئ تھی۔اس کی سوچ سے بھی زیادہ جنونی نکلا تھا وہ۔

تبھی ان دونوں کو کاریڈور میں قدموں کی آواز آئی۔

وہ اس کے ہونٹوں ہر آخری چھوٹی سی جسارت کرتا واپس صوفے پر بیٹھ گیا۔زینیہ نے اسے قہر برساتی نظروں سے دیکھا البتہ اس کا سرخ ہونا حیدر سے چھپا نا رہا۔

"اسلام علیکم۔۔۔کیسی ہو اب ؟" زولقرنین اندر آتا بولا۔

میڈیسنز اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی. اس کی ہشت حیدر کی طرف تھی.

" میں ٹھیک " مسکرا کر جواب دیا۔
زولقرنین بھی اسے مسکراتا دیکھ کر مسکرایا۔

جیسے ہی وہ پلٹا تو سامنے حیدر پر نظر گئ۔
دونوں اپنی جگہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ساکت ہو چکے تھے
دونوں کے چہرے پر حیرانی اور پریشانی بیک وقت آئی تھی. یقیناً وہ ایک دوسرے کو یہاں ایکسپیکٹ نہیں کر رہے تھے۔

حیدر اور ذولقرنین ایک دوسرے کو حیرت و پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔اس سے پہلے وہ کوئی بات کرتے ہانا اور فریحہ اندر داخل ہوئے۔

" چلیں فارس ؟ " ہانا نے مسکرا کر حیدر ک ہاتھ پکڑا۔
زینیہ نے دانت کچکچائے۔

" ذولقرنین آپ زینیہ کو دو گھنٹے تک گھر لے جاسکتے ہیں ویسے۔۔۔۔کیا یہ آپ کی مسز ہیں ؟ میں نے پوچھا ہی نہیں آپ سے ؟ " ڈاکٹر فریحہ نے ذولقرنین کو دیکھتے پوچھا۔

اس سوال پر تین لوگوں کی آنکھوں میں الجھن پیدا ہو گئی۔
ایک حیدر جس کے تن من میں بھانپر مچ گئے تھے اسی سوچ پر کہ اس کی زینیہ کو کسی اور سے جوڑا جا رہا تھا۔

ذولقرنین جو چاہ کر بھی نہیں کہہ پا رہا تھا کہ یہ میری فیانسی ہے۔

زینیہ جو خود کو ذولقرنین کے ساتھ جوڑنے پر بدمزا ہوئی تھی۔

" نہیں یہ میری۔۔۔دوست ہیں کلاس فیلو ہیں۔۔۔ہم سروے پر آئے ہیں اور کل ان شاء اللہ جانے کا پلان ہے " ذولقرنین نے ڈاکٹر فریحہ کو دیکھتے جواب دیا۔

"واااااٹ ؟۔۔۔نو وےےےے۔۔۔ابھی مجھے پورا سوات گھومنا ہے۔۔ناران جانا ہے۔۔کیلاش کی وادی۔۔۔ایسے کیسے کل جائیں گے واپس ؟ " زینیہ غصے سے ذولقرنین کو دیکھ کر چلا اٹھی۔

" نو آرگیومنٹس۔۔۔اپنی حالت دیکھو۔۔اب مزید خطرہ نہیں لے سکتے" ذولقرنین بھی رعبدار انداز میں بولا

" ہم اس سروے کو مکمل کریں گے۔۔۔کل ہم کیلاش ویلی جا رہے ہیں بس " اس کو انگلی سے وارن کرتے حکم سنایا جیسے سارے فیصلے اس کے حکم سے ہونے تھے۔

" ایسا کچھ نہیں ہو رہا۔۔۔اب بحث نہیں " ذولقرنین نے اسے ڈانٹا۔

حیدر نے دانت پیسے۔اس کی زینیہ پر کوئی اور رعب جاڑھ رہا تھا۔اس نے تو آج تک کبھی اسے غصے سے نہیں دیکھا تھا پھر اس کی اتنی ہمت کے وہ اسے غصے سے بات کرے۔

" کول ڈاؤن بوتھ اوف یو۔۔۔یہ لڑائی ہوٹل میں کر لیجیے گا " ڈاکٹر فریحہ نے دونوں کو خاموش کروایا جو ایک دوسرے کو کھا جانے کی حد تک گھور رہے تھے۔

"اینی ویز اجازت دو فری " ہان بیزار ہوتے بولی۔
فریحہ اس سے گلے مل۔
وہ دونوں باہر کی طرف بڑھے۔

" مس۔۔۔۔گلاب سرخ ہیں (مس میں مشن پر ہوں)۔۔۔۔کانٹے ہیں بچ کے رہیے اورخون ک رنگ سرخ ہوتا ہے یہ کبھی نہیں بھولنا (مشکل ضرور ہے لیکن جیتوں گا۔۔اور میں تم سے محبت کرتا ہوں یاد رکھنا) " وہ جاتے ہوئے مسکرا کر کوڈ ورڈ بھول رہا تھا۔

زینیہ مسکرائی اور سر خم کیا۔حیدر کا من نہیں بھر رہا تھا لیکن اسے جانا تھا۔

ذولقرنین کا ماتھا ٹھنکا۔وہ کیپٹن تھا اسے بھلا کیسے نہیں پتہ چلنا تھا کہ دونوں میں کوڈورڈ میں بات ہوئی تھی۔لیکن کیا بات ہوئی وہ اس سے انجان تھا۔

"تم جانتے ہو ایک دوسرے کو ؟ " حیدر کے نکلتے ہی ذولقرنین نے الجھن سے پوچھا۔

" نہیں۔۔۔بس ہم پھولوں پر پہلے ڈسکس کر رہے تھے۔۔وہی بات کی انھوں نے " زینیہ نے لاپرواہی سے کندھے اچکا دیے۔مسکان اب بھی لبوں پر رقصاں تھی۔

ذولقرنین نے مسلسل نظریں زینیہ پر گڑھ دیں کہ وہ زچ ہو کر سچ اگلے لیکن اسے نہیں پتہ تھا کہ وہ زینیہ ہے جو اگر سچ نہیں کسی کے سامنے چھپا پاتی تھی تو وہ ایک حیدر تھا اور دوسری اس کی ماں۔

ذولقرنین کس کھیت کی مولی تھی اس بات میں زینیہ کو کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

دو گھنٹوں بعد اسے ڈسچارج کر دیا گیا اتھا۔زینیہ کے پورے اصرار پر ان کا پلین کینسل نہیں ہوا تھا۔ اب وہ کل کیلاش کے لیے نکل رہے تھے۔

٪٪

" تم فون کیوں نہیں اٹھا رہی تھی ؟" کشف کو کوریڈور میں روکتے وہ جھنجھلا کر بولا۔

" نہیں۔۔وہ۔۔۔بیٹری ڈیڈ تھی " کشف نے نروس ہوتے جواب دیا. اسے لگ رہا تھا کہ اب بھی اس کی نظریں کشف کو دیکھ رہی ہیں۔

"تم ٹھیک ہو ! " اس کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھتے بولا

" ہاں۔۔۔کیوں مجھے کیا۔۔۔ہو نا " نا محسوس انداز میں وہ زولقرنین سے دق قدم کی دوری بنا گئ۔

" کشف ! ۔۔۔۔تم ٹھیک نہیں لگ رہی۔۔۔یہ ہونٹوں پر کیا ہوا ؟ " زولقرنین نے اچنبھے سے پوچھا ۔

کشف گڑبڑا گئ۔وہ اسی وقت اور اسی سوال سے بچ رہی تھی۔

" و۔۔۔وہ۔۔۔میں گر گئی تھی " سفید پڑتے چہرے کے ساتھ جواب دیا۔زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔اب وہ اسے کیا بتائے کہ اس کے بھائی کی کارستانی ہے ؟

" کیسے گر گئ جو اتنی بری طرح ہونٹ زخمی ہوئے ؟اور تمہاری آواز کانپ کیوں رہی ہے ؟ " اس کو ہکلاتا پا کر وہ تجسس سے بولا۔اسے کچھ نا کچھ غلط لگ رہا تھا۔

" ک۔۔کب ایسے ہی لگ رہا تمہیں۔۔۔ہٹو مجھے جانا ہے ڈیوٹی میری " اس کی سائیڈ سے گزرتے وہ تیزی سے بولی۔

" کشف " وہ بنا پلٹے بولا۔

کشف کے قدم اپنی جگہ جم گئے۔اس نے ماتھے پر نمودار ہونے والے پسینے کے قطرے کو صاف کیا۔

" اگر کوئی بات ہے تو مجھے بتا دو۔"اس کی پشت کو گھورتے وہ سنجیدگی سے بولا۔

" میں بتا دیتی اگر کچھ ہوتا " کندھے اچکاتے جواب دیا۔

" اچھا مل تو لے۔۔۔جا رہا ہوں میں " زولقرنین نے اس کی طرف قدم بڑھائے۔

کشف کی آنکھیں کھل گئیں۔اسے اس اندھیرے میں بولتا جنونی ابراہیم سکندر یاد آ گیا۔

وہ بدک کر اس کی پہنچ سے دور ہوئی۔آنکھوں میں ڈر واضح تھا۔رنگ فق تھا۔
زولقرنین نے حیرت سے اسے دیکھا۔

" یار میں نے گھر ہی آنا ہے۔۔۔میں چلتی ہوں۔۔۔میری ڈیوٹی ہے نا " الٹے قدم لیتی جلدی جلدی میں بولی اور بنا اس کا جواب سنے وہ واپس پلٹ گئی۔

زولقرنین اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔

وہ جیسے ہی پیشنٹ وارڈ میں آئی تو سانس پھول چکا تھا۔تبھی اس کے موبائل پر رنگ ہوئی۔
سفید چہرے سے اس نے موبائل نکالا جہاں ان نون نمبر سے میسج چمک رہا تھا۔

دھڑکتے دل سے اس نے میسج پر کلک کیا۔

" Thats good darling .... اتنی ہی دور رہنا تم ابراہیم سکندر کی امانت ہو۔۔۔۔جلد ملیں گے ۔۔تمہارا نشہ جان لیوا ہے۔۔۔مجھے سکون نہیں مل رہا "

بے باک میسج تھا۔ان الفاظ کو پڑھتے کشف کا رنگ مکمل اڑ چکا تھا۔یعنی وہ صحیح سمجھی تھی اس پر نظر رکھی گئ تھی۔

وہ شائد نارمل ہو جاتی لیکن یہ پھر ملیں گے پر اس کا سانس اٹک گیا تھا. وہ بچی نہیں تھی کہ جان نا سکے کہ پھر ملنے اور نشے کا کیا مطلب ہے۔
کسی کا جنون تھی وہ۔اور یہ جنون ابراہیم سکندر کا تھا۔جو بچپن سے صرف کشف پر حکمرانی کرنا چاہتا تھا۔بے شک وہ کہیں چھپ گیا تھا۔لیکن اب پلٹا ہے تو جیسے جنون کی نئ داستان رقم کر دے گا۔

اس کی آنکھوں میں محبت کا ستارہ ہو گا
ایک دن آئے گا وہ شخص ہمارا ہو گا

زندگی اب کے مرا نام نہ شامل کرنا
گر یہ طے ہے کہ یہی کھیل دوبارہ ہو گا

جس کے ہونے سے مری سانس چلا کرتی تھی
کس طرح اس کے بغیر اپنا گزارہ ہو گا

عشق کرنا ہے تو دن رات اسے سوچنا ہے
اور کچھ ذہن میں آیا تو خسارہ ہو گا

کون روتا ہے یہاں رات کے سناٹوں میں
میرے جیسا ہی کوئی ہجر کا مارا ہو گا

جو مری روح میں بادل سے گرجتے ہیں وصی

اس نے سینے میں کوئی درد اتارا ہو گا

کام مشکل ہے مگر جیت ہی لوں گا اس کو
میرے مولا کا وصیؔ جوں ہی اشارہ ہو گا

" زینیہ زیادہ درد تو نہیں ہو رہا ؟ " فلک نے اس سے پوچھا۔

اس وقت وہ ہوٹیل کے باہر کیلاش کی اونچی پہاڑی پر لکڑیوں کو آگ لگائے اردگرد بیٹھے تھے۔زینیہ بھی چھوٹے چھوٹے قدم لے کر باہر ان کے پاس آ گئی تھی۔درد تھا لیکن شدت نہیں تھی۔

" نہیں۔۔بہتر ہے " چائے کا سپ لیتے کہا۔

" چلو یار گیم کھیلتے ہیں۔۔۔اس بوتل کو گھمائیں گے۔۔۔ڈھکن کا حصہ جس کے سامنے آیا اس سے ہم اب اپنی مرضی سے کچھ نا کچھ کروائیں گے۔"ارتضیٰ نے مشورہ دیا۔
سب اس کی بات سے رضامند ہو گئے۔

احمد نے بوتل گھمائی۔سب کا اشتیاق بڑھا۔
جیسے ہی بوتل رکی تو سامنے فلک تھی۔

" اوکے بتاؤ کیا کرنا ہے ؟ " فلک نے کہا۔

" تم یہ بتاؤ کہ یونیورسٹی میں تمہیں سب سے زیادہ برا ٹیچر کون سا لگتا ہے ؟ "ماہین نے سوال کی۔
اب کو یہ کھیل دلچسپ لگ رہا تھا. سب کے راز کھلنے تھے۔

" سر وحید۔۔۔مجھے بلکل نہیں پسند۔۔ایسے مجھے دیکھتے ہیں جیسے سالم نگل جائیں گے۔"فلک نے ان کے تصور کو زہن میں لاتے برا سا منہ بنایا۔

" خبردار میرے فیورٹ ہیں " تبھی ماہین بلبلا اٹھی۔اس نے سوال کیا تھا اور اسی پر حملہ ہو گیا۔

" چلو بوتل گھماؤ " اس سے پہلے دونوں لڑتے فیصل نے کہا۔

پھر سے بوتل گھمائی گئی۔
اس بار بوتل احمد پر رکی۔

" چل شہزادے کسی بھی ایکٹر کی میمکری کر" فیصل نے اسے ٹاسک دیا کیونکہ احمد میمکری اچھا کرتا تھا۔

احمد نے سلمان خان کی فلم تیرے نام کی ایکٹ گ کی سب کی تالیاں گونجیں۔

پھر سے بوتل گھمائی گئی۔اس بار بوتل زینیہ پر آ کر رکی۔

"یار زینی۔۔گانا ہو جائے" فلک پرجوش سی بولی۔۔
" بلکل۔۔گڈ ائڈیا" سمیع نے تائید کی.

ماہین نے اپنا گٹار زینیہ کی طرف بڑھایا جو ہر وقت اپنے پاس رکھتی تھی۔

زینیہ نے گٹار سنبھالا. اور پوزیشن سیٹ کی۔
زینیہ نے ایک تار کو چھیڑا۔لیکن یہ تار کہیں اور بھی بجلیاں گرا گئ تھی. زولقرنین کا دل بری طرح سے دھڑکا تھا۔گٹار کی تاریں تو زینیہ نے چھیڑیں تھیں لیکن یہاں زولقرنین کے دل کی تاریں چھڑ گئ تھیں۔

دل کا دریا۔۔۔۔بہہ ہی گیا۔۔

عشق عبادت۔۔۔بن ہی گیا۔۔۔

خود کو مجھے۔۔۔۔تو سونپ دے۔۔۔

میری ضرورت۔۔۔تو بن گیا۔۔۔

بات دل کی۔۔۔نظروں نے کی۔۔۔

سچ کہہ رہا۔۔۔۔تیری قسم۔۔۔

تیرے بن اب نا لیں گے اک بھی دم۔۔۔

تجھے کتنا چاہنے لگے ہم۔۔۔۔

تیرے ساتھ ہو جائیں گے ختم۔۔۔۔

تجھے کتنا چاہنے لگے ہم۔۔۔۔

اس کی سحر زدہ آواز میں ہر کوئی کھو گیا تھا۔زولقرنین کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہو رہا تھا۔

زینیہ کو اپنے بازوں میں درد محسوس ہوئی تو گٹار واپس رکھ دیا۔سب نے تالیاں بجا کر داد دی۔

زولقرنین اس کی آواز پر داد دیے بنا نہیں رہ سکا۔خدا نے سچ میں اسے بہت خوبصورت آواز سے نوازا تھا۔

پھر سے بوتل گھمائی گئی۔اس بار بوتل کا رخ سمیع کی طرف تھا۔سب کے چہروں پر شاطر مسکراہٹ عود پڑی۔آخر کلاس کا ٹوپر بوائے تھا ایسا ٹاسک دینا تھا کہ یاد رکھے۔

" چل جانی۔۔۔ڈھمکے ہو جائیں " احمد نے اس کے بعد بازو پھیلا کر شیطانی مسکان سے کہا۔
سب کے قہقہے چھوٹ گئے۔

" کسی صورت نہیں " سمیع ٹاسک سن کر بوکھلا گیا۔

" کرنا تو پڑے گا " زولقرنین نے ہنستے کہا۔
بیچارے سمیع کے لیے یہ شرم کا مقام تھا کہ سامنے محبوبہ کی بجائے منکوحہ تھی اور وہ ڈھمکے لگاتا۔
اوف۔

" چلیں چلیں سمیع صاحب۔۔۔ہو جائیں شروع " فلک نے آنکھ دباتے اسے چڑایا جس پر اسنے گھور کر فلک کو دیکھا۔اور اس گھوری کا فلک پر کوئی اثر نہیں پڑا یہ اثر بعد میں واضح ہونا تھا۔

سمیع کو چارو نچار اپنی جگہ کھڑے ہونا پڑا۔

اور جب سمیع راجپوت جس کا غصہ اور دبدبہ پوری راؤ حویلی جانتی تھی وہ سب کے سامنے ڈھمکے لگانا شروع ہوا تو سب کے قہقہے چھت پھاڑ تھے۔جن میں سب سے زیادہ اونچی کھلاہٹ فلک کی تھی۔

سب ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے یقیناً یہ منظر سب جو بھولنے والا نہیں تھا۔

" تمہیں تو میں بعد میں پوچھوں گا " سمیع نے فلک کو گھورا جس پر وہ بے نیزای سے کہیں اور دیکھنے لگ گئی۔دونوں آمنے سامنے جو بیٹھے تھے۔

" کیا بات میری لیلیٰ " فیصل نے ہنستے ہوئے سمیع کو چھیڑا جس پر اس کا اور منہ پھول گیا۔

پھر سے بوتل گھمائی گئی۔

اس بار زولقرنین پر بوتل رکی۔سب کے چہرے کھل اٹھے۔سب سوچنے لگ گئے کہ کیا مشکل ٹاسک دیں۔

" میں کوئی دوں ؟ " تبھی زینیہ نے پوچھا۔

" حکم " یہ آواز زولقرنین کے دل کی تھی جسے وہ زبان پر نا لا سکا۔

" ہاں دو " ماہین نے کہا۔

" وصی شاہ کی غزل مجھے صندل کر دو۔۔۔۔وہ پورے ایکسنٹ کے ساتھ سناؤ " زینیہ نے مسکرا کر کہا۔

سب نے ایک دوسرے کو دیکھا کہ شاعری اور زولقرنین ؟ لگتا نہیں تھا کہ وہ ایسا لہجہ لے آئے گا۔
" میں نے کبھی نہیں سنی " زولقرنین نے کہا۔

زینیہ نے اپنا موبائل نکالا اور گیلری میں موجود اس تصویر کو کھولا اور زولقرنین کو دی۔
زولقرنین نے وہ موبائل پکڑا۔اور پڑھا۔

ایک نظر زینیہ کو دیکھا جس کے چہرے پر عجیب سا کھلا سا تاثر تھا۔
وہ مسکرا دیا۔ٹاسک تھا کرنا تو تھا۔

اپنے احساس سے چھو کر مجھے صندل کر دو
میں کہ صدیوں سے ادھورا ہوں مکمل کر دو

نہ تمہیں ہوش رہے اور نہ مجھے ہوش رہے

اس قدر ٹوٹ کے چاہو مجھے پاگل کر دو

تم ہتھیلی کو مرے پیار کی مہندی سے رنگو
اپنی آنکھوں میں مرے نام کا کاجل کر دو

اس کے سائے میں مرے خواب دہک اٹھیں گے
میرے چہرے پہ چمکتا ہوا آنچل کر دو

دھوپ ہی دھوپ ہوں میں ٹوٹ کے برسو مجھ پر
اس قدر برسو مری روح میں جل تھل کر دو

جیسے صحراؤں میں ہر شام ہوا چلتی ہے
اس طرح مجھ میں چلو اور مجھے جل تھل کر دو

تم چھپا لو مرا دل اوٹ میں اپنے دل کی
اور مجھے میری نگاہوں سے بھی اوجھل کر دو

مسئلہ ہوں تو نگاہیں نہ چراؤ مجھ سے
اپنی چاہت سے توجہ سے مجھے حل کر دو

اپنے غم سے کہو ہر وقت مرے ساتھ رہے
ایک احسان کرو اس کو مسلسل کر دو

مجھ پہ چھا جاؤ کسی آگ کی صورت جاناں
اور مری ذات کو سوکھا ہوا جنگل کر دو

"ووووو ہووو " اس کے مکمل کرنے پر بھرپور ہوٹنگ ہوئی۔سب کی توقع کے برخلاف اس نے بہت اچھے انداز میں شاعری کہی تھی۔

زولقرنین نے زینیہ کو دیکھا جو آنکھیں بند کیے مسکرا رہی تھی جسے کای کا ہوش نہیں تھا۔زولقرنین کو یہ مسکان بہت پیاری لگی۔اس کا ابھی حق نہیں تھا ورنہ وہ اسے چھو لیتا۔یہ مسکان تو زینیہ کی خوبصورتی تھی۔

" ہوش میں آ جا بہن " فلک نے اسے کہنی ماری تو وہ ہوش میں آئی اور ہنس دی۔

پھر سے بوتل گھمائی گئی۔

اب بوتل آ کر عمر پر رکی تھی جو فطرتاً کم گو تھا اور اسی وجہ سے وہ اتنا ہلا گلا نہیں کر رہا تھا۔

" تم ہم میں سے کسی سے کوئی بھی بات کہنا چاہو۔۔۔مطلب کسی ایک انسان کو منتخب کرو اور اس سے کوئی دلی بات کرو جو تم اس کے لیے دل میں رکھتے ہو " یہ ٹاسک زولقرنین نے دیا تھا۔
وہ کم گو تھا اسی لیے اسے یہ ٹاسک دیا کہ دیکھتے ہیں وہ کسے منتخب کرتا ہے۔
عمر ہنس دیا۔اور سب کو دیکھا۔پھر نظر فلک پر رکی۔
فلک اس کی نظر خود پر رکنے سے گڑبڑا گئی۔
سمیع کا چہرہ سپاٹ تھا اس کی چھٹی حس کہ رہی تھی کہ عمر نے کچھ ایسا کہہ دینا ہے جو اس سے برداشت نہیں ہونا۔

" فلک راجپوت " اس نے مخاطب کیا۔
سب نے فلک کو دیکھا۔وہ اور پزل ہو گئی۔

" تم سب سے حسین لڑکی ہو۔۔۔میری پوری کلاس میں تم جیسا پیارا کوئی نہیں۔"ہلکی مسکان سے وہ اپنے دل کی بات کہہ گیا تھا۔
سب کے چہرے بنا تاثر کے تھے۔جیسے سانپ سونگھ جائے۔اب اتنی بھی دلی بات کی سب نے توقع نہیں کی تھی۔

سمیع کا جبڑا تن گیا تھا۔
فلک نے گھبرا کر سمیع کا دیکھا جو عمر کو سرخ نگاہوں سے دیکھا۔

" تمیں یہ حسین نہیں لگنی چاہیے " سمیع نے دانتوں کو پیستے ٹھہرے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
اس کی بات پر ماحول جیسے ایک دم سنجیدہ سا ہو گیا۔سب ہونق بنے فلک سمیع اور عمر کو دیکھ رہے تھے۔

" کیوں ؟ ... کوئی ہرابلم ہے ؟ " عمر بھی سنجیدگی سے بولا۔

" بہت بڑی پرابلم ہے۔۔۔اس کے حسن کو سراہنے کا حق صرف سمیع راجپوت کو ہے۔۔دماغ میں بٹھا لو " اس کی طرف انگلی سے وارن کرتے وہ تیزی سے اٹھا تھا پلٹ گیا تھا۔
سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

فلک دم سادھے بیٹھی تھی تبھی زینیہ نے اسے ہلایا۔
زینیہ نے اسے سمیع کی طرف اشارہ کیا کہ اسے دیکھو۔
فلک تیزی سے اٹھی اور اس کے پیچھے بھاگی۔
عمر پریشان نظروں سے اب سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

" کیا مطلب تھا سمیع کی بات کا ؟۔۔۔کیا وہ فلک کو پسند کرتا ہے ؟ " فیصل نے حیرانی سے پوچھا۔یہی سوال سب کے دماغ میں تھا۔

" فلک اور سمیع کا نکاح ہو چکا ہے۔۔۔فلک منکوحہ ہے سمیع کی " یہ دھماکہ زینیہ کی طرف سے ہوا تھا ۔

سب کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں تھی.
عمر نے بے یقینی سے زینیہ کو دیکھا جو اسے بنا تاثر کے دیکھ رہی تھی۔

" کبھی۔۔۔۔بتایا۔۔۔کیوں نہیں ؟ " پریشان آواز عمر کی تھی۔
" اب لگ گیا ہے نا پتہ۔۔۔خیال کرنا۔۔۔وہ فلک کے کے معاملے میں بہت پوزیسسو ہے " زینیہ نے اسے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

عمر کو یہ سچ برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا۔وہ جلدی سے اٹھا اور ہوٹل کی طرف قدم لے لیے۔

" اب ؟ ... یہ تو مسئلہ ہو گیا " ماہین نے پریشانی سے کہا۔

" عمر کو پیچھے ہٹنا پڑے گا۔۔۔ ہر قیمت پر۔۔۔ہر صورت " ذولقرنین نے جواب دیا تھا۔اور یہی حل تھا۔

پھر سب میں خاموشی قائم ہو گئ۔بات جیسے کوئی رہی ہی نہیں تھی کرنے کو۔

" سمیع۔۔۔ سمیع۔۔۔سم ... " فلک اسے پکارتے ہوئے ڈھلوان اتر رہی تھی۔وہ جیسے نظروں کے سامنے سے غائب ہوا تھا۔
تبھی اس کی نظر نیچے بینچ پر پڑی جہاں وہ بیٹھا تھا.
وہ گہرا سانس لیتی اس کے پیچھے گئ۔

" میں ہوٹل جا رہی ہوں کافی سردی ہے۔۔۔"زینیہ نے شال کو اپنے ارد گرد کرتے کہا۔

" چلو میں بھی چلتا ہوں " زولقرنین نے کہا۔
دونوں ہوٹل کہ طرف بڑھے۔

وہ ہلکے ہلکے قدم سے چل رہے تھے۔

" تم سے ایک سوال کروں ؟ " ساتھ چلتے زولقرنین نے سوال کیا۔
زینیہ نے سر ہلا کر اسے اجازت دی۔

" تمہیں وصی شاہ پسند ہے کیا ؟ " ہلکی مسکان سے پوچھا۔

زینیہ نے اسے دیکھا اور ہنس دی۔
" بے حد " مسکراتے جواب دیا۔

" جیسے کچھ سناؤ " اس کا اشتیاق بڑھا تھا۔

زینیہ نے آسمان کی طرف چلتے چلتے دیکھا۔موسم ابر آلود تھا۔ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔

اسے حیدر یاد آ رہا تھا جسے وصی شاہ پسند تھا۔اور نجانے کب زینیہ کو وصی شاہ پسند آ گیا. اس کی ساری پسند تو حیدر سے جڑی تھیں۔

گنگناتے ہوئے آنچل کی ہوا دے مجھ کو
انگلیاں پھیر کے بالوں میں سلا دے مجھ کو

زینیہ کا لہجہ خمار آلود تھا۔

جس طرح فالتو گلدان پڑے رہتے ہیں
اپنے گھر کے کسی کونے سے لگا دے مجھ کو

" واہ " زولقرنین کو پسند آیا تھا۔

یاد کر کے مجھے تکلیف ہی ہوتی ہو گی
ایک قصہ ہوں پرانا سا بھلا دے مجھ کو

ڈوبتے ڈوبتے آواز تری سن جاؤں

For more visit (exponovels.com)

آخری بار تو ساحل سے صدا دے مجھ کو

میں ترے ہجر میں چپ چاپ نہ مر جاؤں کہیں
میں ہوں سکتے میں کبھی آ کے رلا دے مجھ کو

زولقرنین نے اسے دیکھا جو ہلکے ہلکے قدم لیتے بلکل محو تھی۔جیسے ڈوب گئ ہو اس شاعری میں۔

دیکھ میں ہو گیا بدنام کتابوں کی طرح
میری تشہیر نہ کر اب تو جلا دے مجھ کو

روٹھنا تیرا مری جان لیے جاتا ہے
ایسے ناراض نہ ہو ہنس کے دکھا دے مجھ کو

اور کچھ بھی نہیں مانگا مرے مالک تجھ سے
اس کی گلیوں میں پڑی خاک بنا دے مجھ کو

لوگ کہتے ہیں کہ یہ عشق نگل جاتا ہے

میں بھی اس عشق میں آیا ہوں دعا دے مجھ کو

یہی اوقات ہے میری ترے جیون میں کہ میں
کوئی کمزور سا لمحہ ہوں بھلا دے مجھ کو

اس سحر زدہ موسم میں وہ سحر ہی جیسے پھونک رہی تھی۔ہوا کے ٹھنڈے جھونکے ان دونوں گرد جیسے طواف کر رہے تھے۔

وہ حیدر کی مسکان اس کی باتوں کو یاد کرتے بے حد مسکر رہی تھی۔
زولقرنین کو اپنا آپ بے حد کمزور لگا۔اسے نہیں پتہ تھا کہ وہ خود کو کیسے سنبھالنے گا۔

" اچھی تھی نا ! " زولقرنین کا اس کی آواز پر سکتہ ٹوٹا۔

" ہمم۔۔بہت۔۔۔تم تو ماسٹر پیس ہو " اس کے ساتھ قدم لیتے ہلکی شرارت سے کہا۔
زینیہ کھکھلا کر ہنس دی۔

" سچ میں۔۔۔اور تمہاری آواز بے حد حسین ہے۔۔پہلی بار کسی لڑکی کو ایسے سامنے گاتے سنا ہے " وہ دل سے تعریف کر رہا تھا۔

" شکریہ " وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔

تبھی اس کا پاؤں مڑا۔اور وہ یقیناً گر جاتی اگر زولقرنین فوراً سے اسے نا سنبھالتا۔
وہ خوفزدہ ہوتے اس کے کندھے تھام گئی۔۔

" دھیان سے چلو۔۔ابھی گر جانا تھا " اس کے لہجے میں ہلکی ہلکی سرزنش تھی۔اس کا خود کا دل بے قابو ہو گیا تھا کہ اگر وہ پاس نا ہوتا تو وہ اس ڈھلوان سے نیچے کتنا برا گرتی۔

" تھینکیو " سانس بحال کرتے جواب دیا۔اور سیدھی ہو گئی۔

وہ دونوں پھر خاموشی سے چلنے لگ گئے۔

وہ جانتی تھی کہ ابھی فلک کمرے میں نہیں آنے والی تھی کیونکہ اسے سمیع کو سنبھالنے میں وقت لگنا تھا۔اور اس سہانے موسم میں سمیع مان بھی گیا تو اسے واپس ہوٹل تک آنے نہیں دے گا۔

For more visit (exponovels.com)

وہ کمرے میں آیی۔شال اتار کر صوفے پر رکھی۔اس ہوٹل میں چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔دس گیارا سٹوڈنٹس تھے تو سب کو ایک ایک الگ روم دیا گیا تھا۔فلک اس سے گپے مارنے آتی تھی پھر اپنے کمرے کی طرف چلی جاتی تھی۔یہ معمول کل سے تھا جب وہ کیلاش آئے تھے۔

واشروم گئی۔فریش ہوئی اور باہر آ کر ہلکا سا ہیٹر جلا دیا۔جس سے ہلکی ہلکی گرمائش کمرے میں ہونے لگی۔

خود وہ سادا سے سوٹ میں تھی۔سونے سے پہلے اسے ہلکے کپڑے پہننے کا شوق تھا۔

وہ جیسے ہی اپنے بیڈ پر آئی اسے کمرے میں کھڑاک محسوس ہوئی۔

اس کی حیرت کی انتہاء نا رہی جب حیدر کو کھڑکی کا دروازہ کھولتے پایا۔

" تم یہاں کیا کر رہے ہو ؟" زینیہ اسے کھڑکی سے اندر آتا دیکھ کر دبی دبی آواز سے چیخی۔ایک دم اٹھ کر اس کا سر تو کھول سکتی نہیں تھی۔پاؤں میں اب بھی درد تھا۔

" اپنی بیوی سے ملنے آیا ہوں جانم " اس کے پاس بیڈ کی طرف آتے شوخ انداز سے کہا۔

" تمہیں کسی نے دیکھا تو نہیں ؟ " زینیہ نے پریشانی سے پوچھا۔یہ ہوٹیل اس کا اپنا تھوڑی تھا جہاں کوئی فکر نا ہوتی۔

" میں حیدر ہوں۔۔ایک آرمی آفیسر۔۔۔مجھے بھی کوئی دیکھ لے تو تف ہے ہماری ٹریننگ پر " قس کے سامنے دھپ سے بیٹھتے فرضی کالر جھاڑے۔

" تم مجھے ڈانٹ پرواؤ گے۔۔بندروں کی طرح دیواریں پھیلانگ کر پائپوں سے چڑھ کر آتے ہو۔۔۔کیا ضرورت تھی ؟ " زینیہ کو فکر لاحق ہو گئی تھی۔نکاح کے بعد وہ نئے نئے روہ حیدر کے دیکھ رہی تھی ۔

" ہے۔۔۔لسن " حیدر اس کے قریب ہوتا ہلکی آواز میں بولا۔اا وقت اس کا دل کتنا دھڑک رہا تھا وہ اسے بتانے آیا تھا۔

وہ جو اسے مزید سنانے لگی تھی اس کے قریب ہونے پر خاموش ہو گئی۔

"کیا ! " اس کے ٹکر ٹکر دیکھنے پر پوچھا۔

" تم ٹھیک ہو ؟ "اس کے گال پر ہاتھ رکھتے فکرمندی سے پوچھا.

" حیدر میں ٹھیک ہوں۔۔۔اور میں بلکل ٹھیک نہیں رہوں گی اگر کسی نے تمہیں دیکھ لیا " وہ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتی فکر سے بولی۔

حیدر نے اس کے ہاتھوں پر بوسہ لیا۔اس حرکت پر زینیہ کا دل دھڑک اٹھا لیکن زینیہ حیدر کے سامنے اپنی حالت ظاہر کر دے ہو ہی نہیں سکتا۔

" میرے پاس صرف آج کی رات ہے۔۔۔۔تم کچھ نہیں بولو گی۔۔۔۔جو بھی کروں گا میں کروں گا " اس کی آوارہ لٹ کو کان کے پیچھے اڑیستے پیار سے کہا۔

" کروں گا ؟؟؟ ... میں بولوں نا۔۔۔اور تم کرو گے۔۔۔۔کیا مطلب ہے اس بات کا ؟ " زینیہ اس کی بات پکڑتی آنکھیں سکیڑ کر بولی۔

" ششششش۔فیل اٹ " اس کے چہرے سے ایک انچ کا فاصلہ بناتے خماری سے کہا۔

" پی۔۔۔پیچھے رہو حیدر " زینیہ کا ایک دم سانس بھاری ہوا تھا۔حیدر کوئی عام نہیں تھا جس کی قربت زینیہ کو ہلاتی نہیں تھی۔

" کیوں ؟ " اس کی گال سے اپنا گال مس کیا۔

" حیدر۔۔۔"اس کی سانس مزید بھاری ہو گئ۔

وہ مسکرایا اور سرخ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

دونوں کی آنکھیں سرخ تھیں۔ زینیہ تو اس وقت تکلیف میں تھی جس کی سرخی آنکھوں میں تھی. حیدر نے اس کی آنکھوں پر بوسہ دیا. زینیہ نے اس کی شرٹ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔

" پتہ ہے۔۔۔تمہاری یہ آنکھیں۔۔۔۔مجھے بری طرح بہکا دیتی ہیں " اس کی آنکھوں کے کونے چومتا بولا۔زینیہ نے گہرا سانس لیتے آنکھیں بند کر لیں۔اس کی خوشبو نے زینیہ کے اندر تک سکون پہنچایا تھا۔

" حیدر "

For more visit (exponovels.com)

" ششششششش۔۔۔کہا نا۔۔تم نہیں بولو گی " اس کے نچلے ہونٹ پر انگلی رکھ کر گھمگھیر آواز میں کہا۔
حیدر نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جو اسے بری طرح گھائل کر رہی تھیں۔

اس کی نظر ان گلابی ہونٹوں پر گئ جو حیدر کو کوئی فلفی جیلی جیسے لگتے تھے جنہیں کھایا بھی جائے اور جب دل چاہے اان کا رس بھی پیا جائے۔

انگوٹھے سے اس کا نچلا ہونٹ مسل کر نرماہٹ محسوس کی۔

زینیہ نے اسے دیکھا جو اسے ترسا رہا تھا۔طلب اسے بھی تھی اب کیا وہ خود حیدر سے کہتی۔

اسے غصہ بھی آ رہا تھا جو نشیلی آنکھوں سے ایسے اس کے ہونٹ دیکھ رہا تھا جیسے چھونے پر کرنٹ ماریں گے۔

زینیہ نے اس کی گردن کے گرد باہیں کر دیں۔اسے ہلکا ہلکا سا درد تو محسوس ہوا بازوؤں میں لیکن پاس حیدر تھا جو زینیہ کو بھی بہکا دینے کا ہنر رکھتا تھا۔

حیدر نے اس دیکھا جو نڈر بنی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

For more visit (exponovels.com)

" طلب ہے ؟ " بھاری آواز میں پوچھا۔

"کہتے ہیں۔۔۔ظالم حسیناؤں کو۔۔۔اتنا نہیں ترپاتے " اس کے ہونٹوں کے پاس اپنے ہونٹ لا کر کہا۔

حیدر مسکرایا۔اسے زینیہ کی ایک ایک ادا پسند تھی.
" مگر سامنے موجود ہینڈسم سے شوہر کو بہکا سکتے ہیں۔۔ہے نا ! " اس کی ناک پر لب رکھتے سوال کیا۔
وہ ہنس دی۔

" ڈارلنگ۔۔۔۔آپ ہنس کر مجھ معصوم کو بہکا رہی ہیں " اس کے ہونٹوں کو دو انگلیوں میں پکڑ کر معصوم انداز سے کہا۔

زینیہ آنکھیں پٹپٹائیں۔یہ ادائیں کوئی لرکیوں سے پوچھے کتنے بڑے ہتھیار ہیں لڑکوں کو زیر کرنے کے لیے۔

ویسے سچ میں میڈم آپ بہکا رہی ہیں ! " آواز میں شرارت تھی۔

" ہاں تو۔۔۔ تمہیں بہکنا بھی چاہیے آفٹر آل میں تمہارے سامنے ہوں " اس نے ایکا دا سے بالوں کو جھٹکا دیا۔

"پتہ ہے کتنی حسین ہو تم ! " اس کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیتے کہا۔

" تمہاری سوچ سے بھی زیادہ حسین" ایک کھکھلاتا قہقہہ لگاتے کہا۔وہ بھی مسکرا دیا اس کی ہنسی میں ۔اس کی جان بستی تھی اس لڑکی میں۔
حیدر نے اس کی کمر کے گرد ہاتھ رکھے اور اپنی طرف کھینچا۔وہ بے ساختہ اس کے سینے سے لگ گئی ۔

اس نے خمار آلود نگاہوں سے زینیہ کو دیکھا جو اسے ایسے ہی دیکھ رہی تھی۔

اس کے بالوں کو ایک کندھے سے ہٹا کر دوسرے کندھے پر کیا۔
آگے ہو کر اس کے کندھے پر لب رکھے۔زینیہ نے گہرا سانس لیا۔
اس کے لب اس کی گردن کی طرف بڑھے۔
زینیہ کو اس کے دہکتے لب اپنی گردن پر محسوس ہو رہے تھے۔

حیدر نے اس کی گردن کو لبوں سے چوما۔اس کی طلب واضح تھی۔
وہ ہاتھوں سے اس کے کمر کے گرد گھیرا تنگ کر رہا تھا۔

ایک شدت سے بھرپور اس نے گردن پر جسارت کی۔
اس نے گھبرا کر حیدر کی گردن میں منہ دے دیا۔

وہ اور بہک سا گیا۔
اس کا چہرہ سامنے کیا جو لہو نما ہوا تھا۔لیکن وہ خمار لیے اسے دیکھ رہی تھی۔
اس نے مسکرا کر یہی عمل اس کے دوسرے کندھے پر کیا۔
زینیہ کا تنفس پھول رہا تھا۔

" حی۔۔۔حی۔۔در " ٹھہرے سانس سے اس کے بالوں میں ہاتھ ڈال دیے۔

وہ اس کی خمار زدہ آواز پر اس کے چہرے کے سامنے چہرہ کیا۔نظریں ان ہونٹوں پر تھیں جس کا دیوانہ حیدر تھا۔

For more visit (exponovels.com)

" تم "

وہ کچھ بولنے لگی تھی کہ حیدر نے آنکھوں سے ہی چپ رہنے کا کہا۔

" کہا ہے نا۔۔۔چپ رہو ! " اس کے رخساروں پر ہلکے ہلکے بوسے دیتے کہا۔

وہ خاموش ہو گئ تھی۔

" یہ خوشبو " اس کی گردن میں چہرہ دیتے وہ گہرا سانس لے گیا۔

اس کی روح فنا ہو رہی تھی۔وہ زینیہ کی قربت میں پاگل ہو رہا تھا۔

وہ اسے روکتی یا کچھ کرتی۔

حیدر نے دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ مقابل کیا.

" نا پیچھے ہٹو گی۔۔۔نا مجھے پیچھے کرو گی۔۔۔فیل اٹ "

ہوا کا سرد جھونکا کھڑکی سے اندر آیا۔

وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی جس کی سانسوں کی تپش اس کے رخسار جھلسا رہی تھی۔

حیدر نے اس کے ہونٹ دیکھے جو زینیہ نے نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دبا دیا.
انگلی سے اس کا ہونٹ آزاد کیا۔

اس لے چہرے پر جھک کر نچلے ہونٹ کو اپنے ہونٹوں میں لیا۔

زینیہ نے اس کی گردن کے گرد باہیں تنگ کر دیں۔
وہ اس کی نرماہٹ کو بہت دھیرے دھیرے محسوس کر رہا تھا۔

ایک اس نچلے ہونٹ میں اتنا نشہ تھا کہ حیدر اسے چھوڑنے کا سوچ بھی نہیں رہا تھا۔

اس کے ہونٹ کو وہ دس منٹس تک ایسے ہی چسکوں سے محسوس کر رہا تھا۔اس دوران وہ اپنی سانسیں زینیہ کی سانسوں میں الجھا بھی رہا تھا.
لیکن سانس پھر بھی بند ہو رہی تھیں۔

اس نے اس کی گردن پر ہلکا سا ہاتھ مارا۔جسے حیدر نے کسی خاطر میں نہیں لیا۔

وہ مزید شدت دکھاتا کہ زینیہ نے پورا زور لگا کر خود سے دور کیا اور چہرہ موڑ کر گہرے گہرے سانس لینے لگی۔

وہ اس کی گردن میں جھک گیا۔

اس کی طلب بڑھتی جا رہی تھی۔اس کے بھیگے ہونٹ اس کی گردن کو اب بھگو رہے تھے۔

" ح۔۔حیدر۔۔۔ک۔۔کوئی۔۔۔آ جائے گا" اس کے لمس ہر وہ بری طرح پاگل ہو رہی تھی لیکن دونوں کا ہوش میں آنا بھی ضروری تھا۔

" کوئی نہیں ٓئے گا " اس کے کان کی لو چومتے بہکتے بولا۔

زینیہ نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا جس کا جنون اس کی آنکھوں میں شامل تھا۔

اسے کندھوں سے پکڑ کر تکیے پر لٹایا اور خود اس پر سایہ کر لیا .

وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی جو سایہ بنے اس کے ہونٹوں پر دوبارہ جھکنے کا سوچ رہا تھا۔

" تمہیں ہوش میں لانا بہت مشکل ہوتا ہے حیدر " وہ اس کی طرف دیکھ کر منمنائی۔

وہ ہنسا۔

اس کے دونوں ہاتھوں میں اپنے ہاتھ الجھا کر وہ اوپر کر گیا۔

" حیدر کو کم سے کم ان ہونٹوں پر اب کے لیے بھکنے دو۔۔ورنہ حیدر کو تم سنبھال نہیں پاؤ گی " اس کی آنکھوں میں تشنگی سے دیکھتے آنچ دیتے لہجے میں کہا۔

اس کی پلکیں بے ساختہ جھک گئیں جو اجازت نامہ تھیں۔

" کچھ کہو " اس کے ہونٹوں پر ہلکا سا بوسہ دیا۔

" وہی کہوں گی۔۔جو تمہاری ڈائری میں۔۔میری تصویر کے نیچے لکھا ہے " حیدر کی ناک سے ناک ملاتے وہ مسکرا کر بولی۔

حیدر نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔اسے نہیں یاد آ رہا تھا کہ زینیہ کس کی بات کر رہی تھی۔

" کیا لکھا تھا۔تم بتا دو۔۔۔مجھے یاد نہیں" اس کے گالوں پر پے در پے بوسے دیتے کہا۔
وہ مسکرائی۔

" اپنے احساس سے چھو کر مجھے صندل کر دو " اس کے کان میں سرگوشی کی۔
حیدر کے لب مسکرا اٹھے۔

وارفتگی سے اسے دیکھا جو چمکتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

" تمہیں پور پور سراہوں گا اس دن جب تم میرے کمرے میں میری سیج سجاؤ گی۔۔۔اس دن تمہیں خود پر ناز ہو گا۔۔۔۔لیکن ابھی۔۔۔۔میرا لمس تمہیں معتبر کر دے گا " اس کو محبت سے دیکھتے کہا۔
تو وہ صدقِ دل سے مسکرائی.

حیدر نے پیار سے اس کے ہونٹوں سے اپنے ہونٹ ملا دیے۔

جنہیں الجھا دینا اور پھر الجھ کر شدت میں مبتلا کرنا حیدر اور زینیہ دونوں کے لیے مشکل نہیں تھا۔
□□□□□□□□□

باندھ لیں ہاتھ پہ سینے پہ سجا لیں تم کو
جی میں آتا ہے کہ تعویذ بنا لیں تم کو

پھر تمہیں روز سنواریں تمہیں بڑھتا دیکھیں
کیوں نہ آنگن میں چنبیلی سا لگا لیں تم کو

جیسے بالوں میں کوئی پھول چنا کرتا ہے
گھر کے گلدان میں پھولوں سا سجا لیں تم کو

کیا عجب خواہشیں اٹھتی ہیں ہمارے دل میں
کر کے منا سا ہواؤں میں اچھالیں تم کو

اس قدر ٹوٹ کے تم پہ ہمیں پیار آتا ہے
اپنی بانہوں میں بھریں مار ہی ڈالیں تم کو

کبھی خوابوں کی طرح آنکھ کے پردے میں رہو
کبھی خواہش کی طرح دل میں بلا لیں تم کو

ہے تمہارے لیے کچھ ایسی عقیدت دل میں
اپنے ہاتھوں میں دعاؤں سا اٹھا لیں تم کو

جان دینے کی اجازت بھی نہیں دیتے ہو
ورنہ مر جائیں ابھی مر کے منالیں تم کو

جس طرح رات کے سینے میں ہے مہتاب کا نور
اپنے تاریک مکانوں میں سجالیں تم کو

اب تو بس ایک ہی خواہش ہے کسی موڑ پر تم
ہم کو بکھرے ہوئے مل جاؤ سنبھالیں تم کو

"سمیع۔۔۔ سمیع۔۔ سم " وہ اسے آوازیں دیتی ہوئی آرہی تھی کہ اس کی نظر نیچے ڈھلوان والی سائیڈ پر بیٹھے سمیع پر گئی۔فلک نے گہرا سانس لیا۔

اور چھوٹے چھوٹے قدم لیتی اس کی طرف بڑھی۔
وہ سرخ چہرے سے بیٹھا ہوا تھا جیسے ہر چیز کو بھسم کر دے گا۔
فلک دھیمے لہجے سے چلتی اس کے ساتھ آکر بیٹھ گئی۔

For more visit (exponovels.com)

سردی بڑھ رہی تھی۔ہوا میں خنک تھی اور یہاں کی ٹھنڈی وادیاں خون جما دینے کی حد تک سرد تھیں۔

وہ انجان نہیں تھا اس کے آ جانے سے لیکن انجان بن رہا تھا۔غصہ جو تھا۔

اس کی طرف دیکھا جو لب آپس میں پیوست کیے سامنے دیکھ رہا تھا۔ماتھے پر بل تھے۔

" آہمم۔۔۔وہ " ابھی وہ کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ سمیع نے بنا اس کی طرف پلٹے اس کی طرف دیکھے انگلی اس کے ہونٹوں پر رکھ دی۔

فلک وہیں پر جامد ہو گئی۔اس کی سخت انگلی اسے اپنے لبوں پر محسوس ہو رہی تھی جو اس کا غصہ ظاہر کر رہی تھی۔یہ اس کا جنون تھا جو برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔اتنا سرد موسم بھی اسے سکون نہیں دے رہا تھا۔اندر لگی آگ مزید سلگ رہی تھی۔اندر کے بھانبڑ مزید بھڑک رہے تھے۔

" بہتر ہو گا کچھ نا بولو " دانتوں کو پیستے کہا۔

فلک نے اسے دیکھا جو بلکل بھی ٹھیک موڈ میں نہیں تھا۔کیوں اتنا جنونی تھا وہ اسے نہیں علم تھا۔

اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھ میں لیا۔

" سمیع " پیار سے اس کا نام لیا۔

"کب سے۔۔۔کب سے جانتی ہو تم ؟ " اس کہ طرف گھومتے شعلہ برساتی نگاہوں سے پوچھا . فلک بے اختیار بینچ کے بازو سے لگی لیکن سمیع کے ہاتھ پر گرفت سخت ہو گئ تھی۔

" مجھے۔۔۔کیا پتہ ؟ " ہلکی آواز میں منمنائی۔اس وقت وہ اونچی آواز میں بولنا نہیں چاہ رہی تھی۔

" تمہیں کیسے نہیں پتہ ؟ .... وہ تمہارے حسن کے قصیدے پڑھ رہا ہے اور تمہیں پتہ ہی نہیں ؟ " اس کے ہاتھ سے کھینچ کر ہاتھ نکالتے وہ شدید غصے میں تھا۔

فلک نے لب بھینچ کر اس کا یہ عمل دیکھا۔
" سمیع مجھے نہیں پتہ تھا۔۔۔مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہ۔۔"وہ اپنی صفائی میں بات پوری کر دیتی اگر آخری الفاظ ادا کرتے وقت سمیع کی سیخ پا آنکھوں کو خود پر الرٹ کی طرح نا دیکھتیں۔

" تم مجھے ایسے دیکھ رہے جیسے میری غلطی ساری " وہ تقریباً رو دینے کو تھی جیسے وہ غصہ کر رہا تھا۔

" تو کس کی غلطی ہے ؟؟؟۔۔۔کون الٹے سیدھے میک اپ تھوپتا ہے چہرے پر ؟؟؟ .... تم ہی ہو نا وہ جس کے چہرے پر ہر وقت آئی لائنر۔۔اور لپسٹک لگی رہتی ہے ؟ " وہ اس کی کلائیاں پکڑتا تعیش سے بولا۔اس کا اپنا غصہ کنٹرول نہیں ہو رہا تھا۔سمیع راجپوت تھا وہ جس نے جنون کی حد تک فلک کا چاہا تھا۔اور اس کی چاہت کے دعویدار نکل آئیں یہ معافی کے قابل نہیں تھا۔

" یو۔۔۔آر۔۔۔ہرٹنگ می سمیع ! " فلک نے نم آنکھوں سے اسے کہا جو اس کی کلائیاں اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھا .

" ایک بات کان کھول کر سن فلک۔۔۔تم بیوی ہو میری۔۔۔عزت ہو میری۔۔۔میں تمہیں بلکل اجازت نہیں دوں گا۔۔۔کہ تمہارے حسن پر میرے علاوہ کسی کی نظر پڑے ! " اس کی نم آنکھوں کو کسی خاطر میں لائے بغیر وہ مزید اس کی کلائیوں پر زور دیتا ایک ایک لفظ شعلہ بنا گیا تھا۔

اس کے دباؤ دینے سے فلک کا ایسا لگا جیسے اس کے ہاتھوں سے سارا خون رک گیا ہے۔اور اگر اب سمیع نے نہ چھوڑے ہاتھ تو یقیناً اس کی کلائیوں کے ماس پھٹ جائیں گے۔
شدتِ تکلیف اس کی آنکھوں میں سمیع کا چہرہ دھندلا ہو گیا۔
چند سیکنڈز میں آنسو کی لری گالوں پر بہہ گئ۔
وہ تو جیسے بے حس و ظالم بنا ہوا تھا۔

" سمیع۔۔۔یو آر ہرٹنگ می " اس کی آواز بھر آئی۔

سمیع نے مڑے تیوروں سے اسے دیکھا اور جھٹکے سے ہاتھ چھوڑے اور دوبارہ چہرہ سامنے کر لیا۔

اس کے جسم میں اچانک چھوڑنے سے ایک شدید درد کی لہر اٹھی۔سرد سے اس کے منہ سے سسکی ابھری۔

فلک نے رنجیدگی سے اسے دیکھا۔

" خبردار جو ایک قدم بھی یہاں سے ہلی " وہ اٹھ کر جانے لگی تھی کہ اس کی سخت وحشت زدہ ٓواز نے اس کے قدم وہیں جما دیے۔یہ بھی قبول نہیں تھا کہ وہ اس سے دور جائے۔

وہ اب اس کی حرکتوں پر بنا آواز کے رونے لگ گئی۔

اس کی حالت اتنی جنونی ہو گئی تھی کہ وہ مسلسل اپنا گھٹنہ ہلا رہا تھا۔جبڑا بھینچا ہوا تھا۔مٹھیاں بند تھیں۔

" آواز نا آئے تمہاری " اس کے ہلکے ہلکے سوں سوں کرنے پر وہ دوبارہ گرجا۔

فلک نے اسے قہر برساتی نگاہوں سے دیکھا۔

" دل تو کر رہا ہے جان نکال دون اس عمر کی " آنکھوں میں تپش لیے وہ دانت کچکچاتے بولا۔

" تم ایسا کرو مجھے مار ڈالو۔۔۔کوئی پھر فلک راجپوت کو نہیں دیکھے گا۔۔۔سب کو علم ہو جائے گا کہ میں خیر سے تمہاری منکوحہ تھی " جل بھن کر وہ بھی سمیع کی ٹون میں بولی۔
سمیع نے گردن موڑ کر اس کی طرف غصے سے دیکھا۔

" ہاں کیا۔۔۔کیا دیکھ رہے ایسے ؟ ... صحیح کہ رہی میں۔۔۔تمہیں تو اتن احساس نہیں کہ تم نے مجھے کتنی تکلیف دی ابھی۔۔۔اور جو تکلیف نہیں محسوس کر رہا اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی محبت جتائے یا اپنی محبت پر حق رکھے " اس کی طرف تیکھے چتونوں سے کہتے وہ روتے ہوئے بولی۔

اس کا بولنا بھی صحیح تھا کہ سمیع نے بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھا جو سرخ چہرے سے رو رہی تھی۔ اور دونوں ہاتھ ایک دوسرے بازو پر تھے۔اس کی نظریں کلائیوں پر گئیں جہاں سرخ نشان تھے۔

ایک پل میں سمیع کا غصہ غائب ہوا تھا۔ماتھے پر شکنیں مدھم ہوئی تھیں۔

خود کو نارمل کرنے کے انداز میں سر ہاتھوں میں گرا لیا۔وہ ایسا ہی تھا اپنے جنون کے آگے بے بس بے حس۔اس کا جو تھا وہ اسی کا تھا۔نہیں تھا اس میں اتنا ضبط کہ اپنی ملکیت پر کسی کی نگاہ دیکھے۔اور اس میں وہ دھیان نہیں دے سکا کہ اسے تکلیف دے گیا تھا۔

" تم رہو اسی جنون کے ساتھ یہیں۔۔۔خبردار جو مجھے منانے آئے یا بات کی۔۔۔مجھ سے زیادہ زہریلہ تمہیں کوئی نہیں ملے گا " اس کی طرف انگلی کرتے اسی کے طرز میں غصے سے کہا۔

اگر وہ سمیع راجپوت تھا تو پھر وہ بھی فلک راجپوت تھی سمیع راجپوت جیسے بندے کو سیدھا کرنے والی

۔

" فلک " اس نے خود کو کو کنٹرول کرتے اسے پکارا۔

" جا رہی ہے فلک۔۔خبردار پیچھے آئے تم۔۔۔پسٹل دیکھی تھی نا میرے پاس۔۔۔ساری گولیاں تمہارے اندر اتار دینی۔۔۔سب سے پہلے ان آنکھوں میں گولی ماروں گی جو۔۔۔مجھے نروس کر دیتی ہیں " اس کی طرف تیکھی آنکھیں کرتے کہا۔لہجہ ترش تھا۔

آخری بات پر سمیع نا چاہتے ہوئے بھی مسکرایا۔

اور سر گھما کر اسے وارفتگی سے دیکھا۔
اس کا یہی دیکھنا تو فلک کو روح تک پگھلا دیتا تھا۔
اس کی نگاہوں نے ایک سیکنڈ میں فلک کا غصہ سٹپٹانے میں بدل دیا تھا۔
اس نے بے اختیار تھوک نگلا۔

سمیع راجپوت کتنی دلکشی سے فلک کو دیکھتا ہے اگر کوئی ان نگاہوں کو دیکھ لے تو دل ہار بیٹھے۔جان فنا کر دے۔

" د۔۔۔۔۔دف۔۔۔دفعاں ہو جاؤ۔۔۔ج۔۔جا رہی میں " خود کو اس کی نگاہوں سے گھائل ہونے سے بچاتی اسی غصے والے انداز میں بولنا چاہا لیکن لہجہ وہ غصہ نہیں پکڑ سکا۔

سمیع نے اس کی کلائی پیار سے پکڑ ی۔بہکا دینے والی نگاہوں سے ہلکی مسکان سے اسے دیکھتے بینچ سے ٹیک لگائی۔

فلک کا سانس جیسے اٹک گیا تھا سینے میں۔وہ چاہ کر بھی اس کے ہاتھ سے اپنی کلائی نہیں نکال سکی۔
اس نے مسکراتے اس کی کلائی کو ہونٹوں کے پاس کیا۔

فلک نے پتھرائی آنکھوں سے اسے دیکھا جیسے اس نے کوئی جادو کر دیا ہو جو اس کے چہرے سے نظریں ہلنے نا دے۔

بڑی دل لگی سے اس کی کلائی پر گہرا بوسہ دیا۔
ایک کرنٹ سا اس کے پورے جسم میں جیسے سرائیت کر گیا۔ہاتھ جو سمیع کے ہاتھ میں تھا بے ساختہ کانپ اٹھا۔

وہ جانتا تھا کہ فلک کی حالت کیا ہو گی۔اس کی کلائی کو جھٹکا دیا۔وہ ملائم برف کی طرح اس کے سینے سے جا لگی۔بے اختیار فاصلہ بنانے کے لیے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔

" کیا کہہ رہی تھی " اس کے چہرے پر بالوں کو کان کے پیچھے کرتے پوچھا۔
اس کی گھمگھیر اوز نے فلک کی پلکیں جھکا دیں۔جتنا مرضی وہ غصہ کر کے اس کا غصہ اپنی آنکھوں سے گھائل کرنے کا ہنر صرف سمیع راجپوت کے پاس تھا۔

" م۔۔میں نے کیا۔۔کہا " اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش میں منمناتے کہا۔

" نہیں۔۔ کہہ رہی تھی کہ۔۔۔میری ان آنکھوں کو۔۔پہلے گولی مارو گی۔۔۔جو تمہیں گھائل کرتی ہیں " اس کی کلائی کو اور گرفت میں لیتے اسے سرخ کر گیا تھا۔

" نہیں۔۔تو " ہلکا سا سر نفی میں ہلایا۔اس کی گرم سانسیں اسے سیدھا اپنے ہونٹوں پر محسوس ہو رہی تھی۔یہ جان فنا کرنے کے لیے کافی تھا۔

" مسسز فلک راجپوت۔۔۔یہ سمیع راجپوت کی آنکھیں ہیں۔۔۔جن کی لگن فلک راجپوت سے ہے ۔۔۔اور فلک راجپوت۔۔۔ سمیع راجپوت کی سانسیں ہیں " اس کے من موہنے چہرے پر محبت کی تپش ڈالتے کہا۔

فلک نے گہرے سانس سے اسے دیکھا۔
" اتنا چاہتے ہو ؟ " اس کی گردن کے گرد باہیں پھیلاتے وہ مسمرائز سا بولی۔

" بے حد (اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیا)۔۔۔بے انتہاء " اس کے ماتھے پر بوسہ دیا ۔
" اور تم ؟ " پھر اسے دیکھا۔

" مجھے۔۔۔اُمم۔۔۔سوچوں گی " اس کی آنکھوں میں تڑنگی دیکھتے وہ اسے تنگ کرتے بولی۔

" فلک۔۔۔سے اٹ " اس کے ہونٹوں کے پاس ہونٹ لا کر گہری آواز سے کہا۔

" ک۔۔کیا " اس کی نزدیکی پاگل کر رہی تھی۔

" یہی۔۔۔کہ میں بھی تمہاری محبت ہوں " اس کے تشنہ لبوں کو دیکھتے وہ خماری سے بولا۔اور انہی وارفتگی سے فلک کی آنکھوں کو دیکھا جس سے وہ گھائل ہوتی تھی۔

" لڑکیاں۔۔۔اظہار کرنے میں ماہر نہیں ہوتیں۔۔۔وہ سراپا اظہار ہوتی ہیں " اس کی آنکھوں پر بوسہ دیتے وہ امید راجپوت کو معتبر کر گئی تھی۔
وہ آسودگی سے مسکرایا۔

" عشق۔۔۔محبت۔۔جنون۔۔۔تڑپ۔۔۔چاہت۔۔۔دل لگی۔۔۔وفا۔۔۔پسند۔۔۔سب کو ملایا جائے ۔۔۔تو صرف تم " اس کی آنکھوں پر ویسے ہی بوسہ دیتے کہا۔

وہ مسکرا دی کوئی آج فلک سے پوچھتا وہ کتنا خود کو معتبر محسوس کر رہی تھی۔

" میری جان ! " اس کے گال سہلائے۔

فلک نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

" میرے علاوہ۔۔۔تم کسی کے۔۔سامنے نا سجو گ ے۔۔۔نا سنورو گی " اس کے ہونٹوں کو سہلاتے ہوئے وارننگ بھی پیار سے دے رہا تھا۔جنونی تھا سوئی وہیں اٹکی تھی۔

" سمیع " فلک کی صدمے زدہ آواز نکلی۔اس کی سوئی اب بھی وہیں تھی۔

" ششششش۔۔۔فیل اٹ " اسے کوئی بھی بات کہنے سے منع کرتا وہ دوبارہ سے اس لی آنکھوں پر بوسہ دے گیا۔

اس کے ہونٹوں کو دیکھا جو کٹاؤ دار تھے۔اگر انہیں انگلیوں سے پکڑ کر اکٹھا کیا جاتا تو پورا دل بن جاتا۔

وہ اس کے ہونٹوں کا دل بنا کر دل فریبی سے ہنس دیا۔فلک نے گھورا جو اسے تنگ کر رہا تھا۔

" طلب۔۔تم " اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ فلک کہ پلکیں جھکانے پر مجبور کر گیا۔

مسکراتے اس کے لبوں کو نرم گرفت میں لیا۔
فلک نے ایک ہاتھ اس کے بالوں میں ڈال دیا اور دوسرا اس کی گردن کے گرد تھا۔

ہوا سرد تھی۔ کیلاش کی ہوائیں جھومتی ان کے ارد گرد ساز بجا رہی تھیں۔ان کی مدہوشی پر خامقش نے جیسے پہرا دے دیا تھا کہ کوئی انہیں تنگ نا کرے۔
ان کی قربت ایک دوسرے کے لیے کافی تھی۔ جیسے یک جان دو قلب۔

سمیع راجپوت جانتا تھا کہ فلک راجپوت کس طرح ہینڈل ہوتی ہے۔فقط ایک تشنگی سے بھری نگاہیں اس پر گاڑھ دی جائیں تو وہ الفت کے سمندر میں خود کو بہنے کے لیے چھوڑ دے گی۔وہ اتنا چاہتی تھی سمیع کو۔اور اگر سمیع کو بہکانا ہو تو فقط اس کے قریب ہونا ہی سمیع کو دلفریب کر دیتا تھا۔

جھکی جھکی سی نظر بے قرار ہے کہ نہیں
دبا دبا سا سہی دل میں پیار ہے کہ نہیں

تو اپنے دل کی جواں دھڑکنوں کو گن کے بتا
مری طرح ترا دل بے قرار ہے کہ نہیں

وہ پل کہ جس میں محبت جوان ہوتی ہے
اس ایک پل کا تجھے انتظار ہے کہ نہیں

تری امید پہ ٹھکرا رہا ہوں دنیا کو
تجھے بھی اپنے پہ یہ اعتبار ہے کہ نہیں

" تو تم ہو فارس ولی۔۔۔یہاں کے نواب " نجم چودھری نے اپنی مغرور آواز میں کہا۔

اس وقت وہ چودھری حویلی میں تھے۔یہ خاص میٹنگ روم تھا جو چوہدریوں کے لیے بنایا گیا تھا۔ سامنے ہی بڑی کرسی پر ٹھاٹھ سے نجم چوہدری بیٹھا تھا اور ہانا اک ادا سے ساتھ بڑی کرسی پر بیٹھی تھی۔ان کے سامنے میز تھا اور اس میز کے آخر پر ایک اور بڑی کرسی تھی جہاں حیدر بیٹھا تھا۔اس کی آنکھوں میں تپش تھی۔آج کی میٹنگ خاص تھی۔کیونکہ وہ بڑے آرام سے سب ثبوت نکال سکتا تھا۔

اس وقت اسے سیف کرنے کے لیے رومیز اور سلمان موجود تھے جنھوں نے سب ثبوت نکالنے تھے ۔حیدر کی کالر کے ساتھ بلیوٹوتھ لگا تھا۔کیونکہ اس نے شال لی ہوئی تھی اس لیے ان کو علم نہیں تھا۔ سلمان اور رومیز اسی بلیوٹوتھ کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔

" جی۔۔۔میں ہی ہوں۔۔۔نواب فارس ولی " ایک مغرور بارعب آواز میں کہا۔

نجم نے متاثر کن نظروں سے ہانا کو دیکھا۔اسے فارس کا روعب پسند آیا تھا۔

" نجم چوہدری کو ایسا ہی انسان چاہیے جو ہانا کے ساتھ جچے " نجم چوہدری نے فخر سے کہا۔

" میں صرف ملنے آیا ہوں آپ سے۔۔۔شادی کا میں نے سوچا نہیں " حیدر نے بھی صاف بات کی کیونکہ اسے بلیوٹوتھ سے اوکے کا سگنل مل گیا تھا اب اسے باہر نکلنا تھا جلد از جلد۔

" کیا مطلب؟ " نجم نے نا سمجھی سے پوچھا۔

" پھر بات کریں چوہدری جی۔۔۔ابھی مجھے لاہور کے لیے نکلنا ہے۔۔۔بابا سائیں آ گئے ہیں ہمارے ۔۔۔ہمارا جانا ضروری ہے " اپنی شال کو سہی کرتا اپنی جگہ سے اٹھا۔
نجم بھی مسکرا دیا۔لیکن اپنی جگہ سے اٹھا نہیں۔

حیدر نے ایک سپاٹ نظر ہانا کو دیکھا اور باہر کا رخ کیا۔

ہانا بھی تیزی سے اس کے پیچھے آئی۔

" فارس۔۔۔۔رکو " وہ تیز تیز اپنی جیپ کی طرف بڑھ رہا تھا کہ وہ تقریباً بھاگتے ہوئے بولی۔
وہ رکا۔اور اس کی طرف رخ کیا۔

" فارس پلیز۔۔شادی کر لینی چاہیے ہمیں۔۔۔اب میں مزید نہیں رہ سکتی تمہارے بن " اس کے سامنے آتی بولی۔

" تم ایک مغرور لڑکی ہو ہانا " حیدر نے سرد پن سے کہا۔

" ہاں۔۔۔خوبصورت ہوں۔۔دھن دولت ہے۔۔۔سب کچھ ہے میرے پاس۔۔غرور کیوں نا کروں " اپنی گردن کو اکڑاتے جواب دیا۔

" پھر ملتے ہیں ہانا۔۔۔۔ایک نئے روپ میں " وہ بحث کے موڈ میں نہیں تھا۔

اپنی جیپ میں بیٹھا اور تیزی سے چوہدری حدود سے دور لے گیا۔

وہ اب بھی مغرور بنی کھڑی تھی۔اسے محبت نہیں تھی فارس سے۔وہ بس یہ برداشت نہیں کر پا رہی تھی کہ فارس اس کے سامنے بچھتا کیوں نہیں ہے۔جیسے سب لڑکے ہوتے ہیں یہ کیوں جھکتا نہیں۔

وہ اپنے بھائی کے ایک ایک جرم میں برابر کی شریک تھی۔

اور ایسے کاموں میں ہر مجرم کو سزا دی جاتی ہے۔

" زینیہ مجھے تم سے بات کرنی ہے " زولقرنین نے دروازے پر دستک دیتے کہا۔

زینیہ اپنا بیگ پیک کر رہی تھی کہ اس کی آواز پر پلٹی۔جو دروازے پر کھڑا تھا۔

" آو۔۔۔اندر " زینیہ نے سادہ سے انداز سے کہا اوع دوبارہ الماری کی طرف بڑھ گئی۔

وہ چلتا ہوا اندر آ گیا۔ اس کی چال ہموار نہیں تھی۔یقیناً وہ پزل ہو رہا تھا۔

" وہ۔۔۔زینیہ۔۔۔کیا۔۔۔تم جانتی ہو ؟ " ہاتھوں کو آپس میں مسلتے پوچھا۔وہ بری طرح سے نروس ہو رہا تھا۔اسے نہیں علم تھا کہ وہ کیسے بات کرے۔

" کیا ؟۔۔۔کس بارے میں پوچھ رہے ہو ؟ " بیگ میں مصروف سے انداز میں دیکھتے بولی۔

" میرے۔۔۔اور۔۔۔تمہارے۔۔۔بارے میں۔۔۔"ہچکچاتے پوچھا۔آنکھوں میں عجیب سا ڈر تھا۔

زینیہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

" جیسا کہ ؟ " زینیہ کو وہ الجھا سا گا۔

" جیسا۔۔۔ کہ۔۔۔ تمہارے۔۔۔۔اور میرے۔۔۔رشتے کے بارے میں ؟ " ہمت کر کے وہ بول ہی پڑا جسے جاننے کا اسے اشتیاق تھا۔اور یہ وہ سوال تھا جو زولقرنین کو بہت پریشان کر رہا تھا۔

" واٹ ؟؟؟؟ ... دماغ سیٹ ہے تمہارا ؟ " زینیہ کا ایک دم چہرہ فل سنجیدہ ہو گیا۔

زولقرنین نے حیران نظروں سے دیکھا۔اسے نہیں علم تھا کہ وہ ایسے ری ایکٹ کرے گی۔

" کیا مطلب ؟ " زولقرنین اپنے ہی کیے گئے سوال میں الجھ گیا۔

" تم۔۔۔میرے بارے میں سوچ بھی سکتے ہو ؟؟؟؟ جب کہ تم حقیقت جانتے ہو " زینیہ سرد لہجے میں بولی۔کوئی نرمی دکھانے کا موڈ نہیں تھا۔

" کیسی حقیقت۔۔۔جو مجھے پتہ ہے میں اسی۔۔۔کے لحاظ سے بات کر رہا ہوں۔۔۔۔تم کیا بات کر رہی ہو ؟ " زولقرنین کا بھی لہجہ اب سنجیدہ تھا۔یہ بات تھی ہی سیریس۔

" تم نے کبھی۔۔۔جاننا نہیں چاہا۔۔۔۔مجھ سے رشتہ تو دور۔۔۔۔مجھے سوچنے کا بھی تمہیں حق نہیں ہے ۔۔۔زولقرنین وحید سکندر " زینیہ نے دانت پیستے کڑے تیوروں سے اس کا پورا نام لیا۔

زولقرنین جو اس کی بات پر چوکنا ہوا تھا۔اس کے پورے نام لینے پر اور پریشان ہو گیا۔کیونکہ کسی کو بھی نہیں علم تھا کہ زولقرنین کا پورا نام کیا ہے تو اسے کیسے پتہ۔اگر پتہ ہے تو یعنی وہ پہچان گئ تھی اسے۔ایک خوشی کی لہر اس کے اندر سرائیت کر گئ لیکن پہلے ادا کیے الفاظ اسے الجھن میں ڈال گئے ۔

" کھل کر بات کرو۔۔۔تم میرے بابا کا نام لے رہی ہو۔۔۔تو تمہیں سب۔۔یاد ہو گا نا " زولقرنین کی آنکھیں چمکی تھیں۔

" میرا نام۔۔۔زینیہ حیدر ہے۔۔۔اس سے بڑھ کر۔۔۔۔مجھے کوئی کھل کر بات نہیں آتی " بیگ کے اندر کپڑے زور سے رکھتے وہ ایک ایک لفظ چباتے بولی۔

زولقرنین کو ایسے لگا جیسے کئی بمب اس کی سماعتوں پر ایک دم گر دہے گئے ہوں۔اس کی آنکھیں اس کے کان اس کا دل اس کے قدم جیسے وہیں جم گئے تھے۔اس کا دل اس بات کو سننے تک کے لیے تیار نہیں تھا۔

" تم۔۔۔م۔۔مزاک کر۔۔رہی م۔۔۔میرے ساتھ ؟ " اس کی زبان تک لڑکھڑا گئ تھی۔

" تمھیں یہ بات مزاک لگ رہی ؟ " زینیہ حیرانی اور غصے سے بولی۔وہ بلکل انجان تھی زولقرنین کی حالت سے۔

" تم۔۔ جھوٹ بول رہی ہو " زولقرنین نے نفی کی۔اس کا دل جیسے خود کو روک رہا تھا۔

" میں۔۔۔کیوں جھوٹ بولوں گی نین ؟۔۔۔تم کزن ہو میرے۔۔۔میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گی ؟۔۔۔حیدر بھائی ہے تمہارا۔۔۔۔تم مجھسے جھوٹ کی امید کر رہے ہو ؟ " زینیہ کو سمجھ نہیں رُہی تھی کہ سامنے کھڑا شخص اتنا ڈرامہ کیوں کر رہا ہے۔کیونکہ وہ زولقرنین کی حالت سے یکسر غافل تھی

۔

زولقرنین کے قدم لڑکھڑا گئے۔اسے نہیں بھولا تھا کہ سامنے کھڑی لڑکی اس کی منگیتر ہے۔وہ یہ کیسے اچانک مان لے کہ وہ اس کے بھائی کہ بیوی ہے ؟

" دیکھو زینی۔۔"وہ دل کو سنبھالتا اس کی طرف بڑھا۔

زینیہ کو اس کی حالت صحیح نا لگی۔

" دیکھو۔۔۔مجھے پتہ ہے۔۔تم مجھ سے۔۔غصہ ہو گی۔۔اتنے سال نہیں۔۔۔رابطہ رکھا۔۔شائد اسی لیے۔۔ہاں ہاں اسی لیے۔۔۔تم مجھ سے ناراض ہو " اس کے ہاتھوں کو پکڑتا وہ دیوانہ لگ رہا تھا ۔

زینیہ کا بھک سے رنگ اڑا ۔اس کے سامنے زولقرنین اس حالت میں۔

" تم۔۔ایک۔۔ایک دفعہ۔۔کہہ دو۔۔بس ایک۔۔۔دفعہ۔۔۔کہ تم مزاک کر رہی ہو " اس کے ہاتھوں پر دباؤ دیتا وہ ہارا ہوا لگا۔اس کی آنکھوں میں ڈھیڑوں پانی آ گیا تھا۔

" نین " زینیہ کو وہ کوئی پاگل دیوانہ لگا۔یہ روپ اس نے کبھی امیجن نہیں کیا تھا۔

" کہہ دو نا۔۔۔۔تم جھوٹ بول رہی ہو " اس کے ہاتھوں پر دباؤ دیتا وہ چلا کر بولا۔

زینیہ کا دل خوف سے کانپا۔

" تم میری ہو۔۔۔۔شروع سے۔۔۔۔زولقرنین سکندر کی۔۔۔میری۔۔۔میرییییی " وہ اس کے ہاتھوں کو جھٹکے سے چھوڑتا پوری قوت سے دھاڑا تھا۔اس کا جنون جیسے آنکھوں اور آوز پر غالب تھا۔
زینیہ اس کی تیز آواز پر بے ساختہ پاس دیوار سے لگ گئ۔

اس اونچی آواز ہر ساتھ رومز میں موجود سٹوڈینٹس باہر نکل آئے اور جو کوریڈور میں کھڑے تھے وہ بھی بے ساختہ اندر آئے۔

" زینیہ۔۔۔۔صرف حیدر کی ہے " زینیہ نے نفی کی۔اسے نہیں علم تھا کہ زولقرنین کیسے اتنا پوزیسسو ہو گیا اس کے لیے اسے وہ گیم سمجھ نہیں آ رہی تھی جو زولقرنین کھیلے بیٹھا تھا۔

" نہیں۔۔نو۔۔۔نو۔۔۔نہیں۔۔۔تم میری امانت ہو۔۔تم میری مانگ ہو۔۔۔میری محبت ہو " وہ اس کی طرف انگلی کرتا دیوانوں کی طرح بولا۔

" نین۔۔۔میرے یار سن " تبھی سمیع آگے بڑھا۔

اسے بھی جب سے علم ہوا تھا کہ زینہ کا نکاح حیدر سے ہوا ہے تب سے وہ زولقرنین کی وجہ سے بے حد پریشان تھا۔اس کی سوچ سے زیادہ براری ایکشن تھا زولقرنین کا۔

" یار تو سن.۔۔۔ یہ میری ہے۔۔۔۔یہ کسی کی نہیں ہے۔۔۔میری۔۔۔زولقرنین سکندر کی۔۔۔منگیتر ہے یہ.۔۔یہ میرے بھائی۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔وہ اپنے بھائی کی محبت پر نظر نہیں رکھ سکتا۔۔۔وہ حیدر ہے۔۔۔ہم دونوں میں ایک خون ہے۔۔۔وہ مجھے دھوکہ نہیں دے سکتا " وہ دیوانگی سے وہ سمیع کو کندھے سے پکڑے بتا رہا تھا۔اس کا دل اس کی آنکھیں اس کے کان اس بات کو نہیں تسلیم کر پا رہے تھے۔

سارے سٹوڈینٹس ایک دوسرے کہ طرف دیکھ رہے تھے۔سب کے لیے یہ عجیب بات تھی۔ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جو زینیہ کے نکاح یا منگنی کے بارے میں جانتا ہو۔سب آپس میں ایک دوارے سے بات کرنے لگ گئے۔

" سن سمیع۔۔۔تو بتا۔۔۔یہ مزاک کر رہی ہے نا" سمیع کا دوبارہ کندھا ہلاتے پوچھا۔

سمیع نے بے بسی سے اسے دیکھا۔کتنا مشکل ماحول بن گیا تھا۔

" یہ سچ ہے۔۔۔زینیہ کا نکاح۔۔۔۔حیدر سے ہو گیا ہے " اس بار فلک مدھم لہجے میں بولی۔اس کا دل جیسے مٹھی میں آ گیا تھا زولقرنین کی حالت پر۔

زینیہ کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔اس کا دماغ بلکل ماؤف ہو رہا تھا۔وہ کیا کہہ رہا تھا منگیتر اور وہ بھی زولقرنین کی ؟ یہ کیا پہیلی تھی جو اسے معلوم نہیں تھی۔

" نہیں " زولقرنین کو اپنا سر بھاری ہوتا محسوس ہوا۔وہ اس کی چاہت تھی۔بھابھی کے روپ میں کیسے اس کا دل قبول کرتا۔وہ بے دم سا پاس پڑی کرسی ہر بیٹھ گیا۔دل پھڑک پھرک دھڑک رہا تھا۔ آنکھوں کی پتلیوں میں سرخ ڈورے تھے۔اس کے دماغ میں وہ ہسپتال والا سین آیا جب اس نے حیدر کو دیکھا تھا۔پانچ سیکنڈز میں پہچان لیا تھا کہ یہ حیدر ہے۔لیکن کیسے بھول گیا کہ وہ اتنے سال دور تھے تو پیچھے سے اس کی امانت کی حفاظت کی جاتی ؟۔آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔نا قابلِ برداشت حالت تھی زولقرنین کی۔اگر کوئی اسے سنبھال سکتا تھا تو دو ہستیاں تھیں۔ایک کشف جو اس کے بولے بنا اس کے دل کی بات سمجھ جاتی تھی۔اور دوسرا ابراہیم جو اس کا چھوٹا بھائی تھا مگر لگتا بڑا تھا۔دوستوں سے بڑھ کر بھائیوں سے زیادہ۔ایک آنکھ کے اشارے تک کو وہ سمجھ جاتا تھا۔

زولقرنین سکندر کی رگ رگ سے واقف ابراہیم سکندر۔لیکن وہ پاس نہیں تھا۔دس سال ہو گئے تھے دور تھا بہت۔

آج وہ اکیلا تھا جب اتنی بڑی قیامت پلیٹ میں سجا کر پیش کر رہے تھے سب۔اس کی محبت کو چھین رہے تھے۔بلکہ چھین لیا تھا۔اس کا دل نکال لیا تھا۔کسی نے نہیں بلکہ اس کے اپنے سگے بھائی نے۔ حیدر نے۔اس کی منگیتر کو اپنی منکوحہ بنا لیا تھا۔اور کیوں کیا یہ تو اب اسے حیدر سے پتہ لگانا تھا۔

" آپ سب یہاں کیوں اکٹھے ہیں ؟ " سر وجدان نے نا سمجھی سے سب کو دیکھا وہ تو سب کو بلانے آئے تھے۔آج واپسی تھی ان کی۔

" اٹس اوکے آل ؟ " اب کو خاموش پا کر وہ دوبارہ بولے۔
زولقرنین زمین کو گھور رہا تھا۔ٹپ ٹپ آنسو اب بھی بہہ رہے تھے۔ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا ۔

زینیہ نے اسے دیکھا جو اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔
وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا لیکن اس کے قدم رکے۔

دل نے زور دیا کہ پلٹ کر ایک بار اسے دیکھ لے۔ دیکھنے کے لیے سر گھما بھی لیا لیکن نظریں نا اٹھ سکیں نا اس سے مل سکیں۔

دل نے جیسے یقین کیا تھا کہ وہ اس کے بھائی کے نکاح میں تھی تو کیسے وہ اپنی وارفتہ نگاہوں سے اسے دیکھ لیتا جو اس وقت قابلِ عزت رشتے میں بندھ چکی تھی۔
دوبارہ سے نظریں واپس لیتا تیزی سے کمرے سے نکل گیا.

" وہ کچھ الٹا سیدھا تو نہیں کرے گا نا " ماہین نے پریشانی سے کہا۔

" رکو۔۔۔نا جاؤ "
سمیع اس کے پیچھے جانے لگا تھا لیکن زینیہ کی آواز نے روک لیا۔

" مجھے نہیں پتہ کہ ابھی زولقرنین کی باتوں میں کتنی سچّائی تھی۔۔۔ لیکن وہ ایسا نہیں کہ۔۔۔اس سے کسی حماقت کی امید کی جائے " بے دم سے بیڈ پر بیٹھتے افسردگی سے کہا۔

" چلیں اب ہمیں نکلنا " سر وجدان نے دوبارہ کہا کوئی بول جو رہا نہیں تھا کہ کیا ہوا تبھی وہ دوبارہ بولے۔

سبھی ان کی آواز پر کمرے سے باہر چلے گئے۔
جبکہ فلک اور سمیع وہیں پریشانی سے بیٹھ گئے۔سامان اپنا وہ رکھوا چکے تھے۔

" اب۔۔زینی ؟ " فلک نے پریشانی سے پوچھا۔

" وہ مجھے اپنی۔۔۔امانت کیوں کہہ رہا تھا ؟ " اس کی حیرت زدہ آواز نکلی۔

" تم دونوں کزنز ہو ؟ " اب سمیع کی حیرت سے بھرپور آواز ابھری۔فلک نے بھی سوالاً زینیہ کو دیکھا
۔

" ہمم۔۔۔حیدر اس کا بڑا بھائی ہے۔۔"زینیہ نے گہرا سانس لیتے خود کو نارمل کرنا چاہا۔

کمرے میں پھر خاموشی چھا گئی۔جیسے نا سوال ہوں۔اگر ہوں تو کہنے کی ہمت نا ہو۔
کسی نے نہیں سوچا تھا کہ اتنے شاندار ٹرپ سعوے کا اختتام اتنا افسردہ اور رنجیدہ ہو گا۔

" یہ فون کیوں نہیں اٹھا رہا

؟ " وہ زچ ہوتے بولی۔کب سے وہ ذولقرنین کو کال ملا رہی تھی لیکن وہ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔اسے غصہ آ رہا تھا۔

وہ جھنجھلاہٹ میں کوریڈور میں گزر رہی تھی تا کہ اپنے فلیٹ میں جا سکے۔اس کی انٹرنشپ اتنی مشکل میں پڑ جائے گی۔اس ابراھیم کی وجہ سے اس کا دھیان اپنی جاب پر نہیں لگ رہا تھا۔ڈرا جو رکھا ہوا تھا اس ابرہیم نے۔

" بد تمیز تم ملو زرا " دروازہ کھولتے وہ موبائل کو گھورتے بولی۔

ابھی اس نے دروازہ اپنے پیچھے بند ہی کیا تھا کہ اسے غیر معمولی احساس ہوا۔وہ وہیں رک گئی۔

مردانہ کلون کی خوشبو پورے جوش سے اس کے فلیٹ میں پھیلی ہوئی تھی۔لیکن خوشبو مدہوش کن تھی۔

بے ختیار وہ آنکھیں بند کرتے گہرا سانس لے گئ۔
تبھی اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔

" گڈ ایوننگ وائف * ایک بارعب آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

کشف نے فوراً آنکھیں کھولیں۔
جھٹکے سے سائیڈ پر گے بٹن کو دبایا تو ہر طرف روشنی ہو گئی.

ادھر ادھر نظریں گھماتے جیسے ہی سامنے رکی تو جیسے سانس بھی رک گیا۔

وہ سامنے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے فل بلیک تھیم میں سحر طاری کر رہا تھا۔

کشف تو پلک جھپکنا بھول گئ۔پورے دس سال بعد اسے دیکھ رہی تھی۔وہ تو پہلے سے کئ زیادہ حسین خوبرو ساحر اور توانا ہو گیا تھا۔جسے ہ دس سالوں سے صلوتیں سناتی رہی تھی آج سامنے ہ تو آنکھیں اسے دیکھنے سے بھر ہی نہیں رہی تھی۔
کوئی اتنا حسن مرد بھی ہو سکتا ہے ؟
ہاں۔۔۔ ابراہیم سکندر جو جان لیوا مسکان سے اسے دیکھ رہا تھا۔

" زولقرنین کہاں ہے ؟ " بس میں چڑھتے ہی اس کی نظریں زولقرنین کی تلاش میں گھومی مگر وہ موجود نہیں تھا۔تو اس نے فوراً سے اونچی آواز سے پوچھا کہ جو بھی جانتا ہو بتا دے۔

" زینیہ سر بتا رہے تھے کہ اس نے آنے سے منع کر دیا ہے اس کا کہنا ہے وہ خود ی آ جائے گا "
فیصل نے فوراً سے بات بتائی جو اسے ادھر ادھر لڑکوں سے سنائی دی تھی۔

جو کچھ دیر پہلے ہوٹیل میں تماشہ ہوا تھا کسی کو بھی اصل بات نہیں پتہ تھی لیکن سب کی زبان پر یہ تزکرہ تھا۔ کوئی جھوٹ گڑھ رہا تھا تو کوئی سنی سنائی بات کو موضوع بنائے ہوا تھا۔کوئی اا انتظار میں تھا کہ کسی طرح کوئی اندر کی بات ان تک پہنچ جائے بس۔ایسے موقعوں پر اپنے بھی تماشبین بن جاتے ہیں۔

زینیہ کو اس کی فکر لگ گئی تھی۔اس کا شدید ری ایکشن کسی بھی خطرے سے خالی نہیں تھا۔اسے نہیں پتہ تھا کہ پیچھے کیا ہوا تھا ان بڑوں کے درمیان۔وہ بس جانتی تھی کہ وہ اور حیدر نے کبھی ایک دوسرے کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا تھا نا ہی ان کے نکاح پر کسی گھر کے فرد نے واویلا مچایا تھا بلکہ خود بڑوں کی دلی خواہش تھی۔اب جو راز کھلا تھا وہ بری طرح سے زینیہ کو گھائل کر رہا تھا۔اسے زولقرنین کی بری طرح سے فکر ہو رہی تھی۔
وہ مرجھائے چہرے سے شیشے والی سائیڈ پر بیٹھ گئ اور شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔

" ڈونٹ وری یار۔۔۔سب ٹھیک ہو گا۔۔۔اللہ پر یقین رکھ " فلک نے اسے حوصلہ دیا۔

" اگر وہ۔۔۔ سچا ہوا تو ؟ " زینیہ نے اپنا ڈر فلک کے سامنے رکھا۔

" ہم گھر پہنچ کر اس پر بات کریں گے زینیہ۔۔۔حوصلہ رکھو " فلک اردگرد کا خیال کرتے بولی۔
زینیہ نے سر ہلا کر دوبارہ باہر کی طرف رخ کر دیا۔

اسے اس وقت شدت سے حیدر کی کمی محسوس ہو رہی تھی نجانے کہاں تھا۔اس سے ملنا تھا اس سے ساری باتیں بتانی تھی جو کچھ ہوا جو جو وہ سن چکی تھی اس کا سینہ درد سے بھر رہا تھا۔یہ دکھنے میں ایک راز تھا لیکن اس کی حیثیت اتنی گہری جڑوں والی ہو گی کسی کو نہیں علم تھا۔

مجتبیٰ اور شکیل کی شادی ایک ہی وقت ہوئی تھی۔لیکن اللہ کی طرف سے اللہ نے مجتبیٰ کو بیٹے سے نوازا تھا۔ان کی فیملی میں نعمتِ خداوندی نے قدم جمائے تھے۔

دو سال بعد شکیل کے گھر خوشخبری سنائی گئ۔اور اسی دوران نوین مجتبی کو دوسری مرتبہ خوشخبری نصیب ہوئی۔

نوین مجتبیٰ کے بھائی وحید سکندر نوین سے بڑے تھے۔لیکن ان کی شادی کے پانچ سال گزرنے کے باوجود کوئی اولاد نہیں تھی۔ہر ٹیسٹ کروا لیا تھا ہر دم کروا کر دیکھ لیے کونسا ایسا ہسپتال تھا جو چھوڑا دیا ہو لیکن وہی بات کہ جب تک اللہ نا چاہے انسان کچھ نہیں کا سکتا۔

نوین کے ہاں جب زولقرنین نے جنم لیا تو سب کی رضامندی پر اسے وحید سکندر کی گود میں دے دیا گیا۔اسی دوران زینیہ شکیل بھی اس دنیا میں آ چکی تھیں۔انھی دنوں میں وحید اور شکیل جب شکار پر گئے تو باتوں باتوں میں وحید نے یہ خواہش ظاہر کر دی کہ زینیہ اور زولقرنین بڑے ہو کر ایک ڈور میں بندھ جائیں۔ شکیل کو بھی یہ رشتہ کوئی برا نہیں لگا تھا۔لیکن یہ بات بس عام سے وقت میں ہوئی جس کا علم صرف شکیل کو تھا اور وحید سکندر کو۔اس کے بعد اس پر بات نہیں ہوئی۔

شکیل کے دماغ سے نکل گیا کہ وہ گھر میں یہ بات کہے جو وحیدر نے کہی تھی۔دماغ میں رہا ہی نہیں تھا ان کے۔

شائد زولقرنین بھی ایک وصیلہ تھا کہ جب وہ وحید سکندر کے گھر کا فرد بنا تو ایک سال بعد اللہ نے وحید سکندر کو چاند سا بیٹا عطا کیا۔جس کا نام انہوں نے ابراہیم سکندر رکھا۔ابراہیم کی پیدائش پر وحید سکندر کی بیوی مزید جی نا سکیں۔یہ غم سکندر فیملی کے لیے بہت بڑا تھا۔وحید سکندر کو اپنی بیوی سے

بے حد محبت تھی۔کتنا ترسے تھے وہ اپنی اولاد کے لیے اس کی خوشی کے لیے۔لیکن جب اللہ نے انہیں اولاد دی تو وہ ساتھ چھوڑ گئیں۔

وحیدر سکندر کو مشن پر بھیجا جا رہا تھا یمن کیونکہ وہ اس وقت میجر تھے۔ان کے لیے اچھا موقع تھا خود کو اس غمزدہ ماحول سے نکالنے کے لیے. وہ یمن جاتے ہوئے زولقرنین اور ابراھیم کو بھی لے گئے۔ان کا جانا بھی کیا جانا تھا کہ پلٹ کر دیکھا نہیں . بلکہ رابطہ جیسے ختم ہو گیا تھا۔
وحید سکندر نے اپنے دونوں بیٹوں کو بڑی محنت و محبت سے پالا ۔انہوں نے دوسری شادی نہیں کی کیونکہ ان کا چھوٹا بیٹا ابراھیم طبیعت کے حساب سے بہت حساس اور شدت پسند تھا۔اسے اپنے سے جڑی کسی بھی چیز کو شئیر کرنا نہیں پسند تھا۔اور اگر کوئی اس کی پسند کی چیز کو چھیننا چاہے تو وہ اسے نقصان تک پہنچا دیتا تھا۔لیکن ایک واحد زولقرنین تھا جس سے وہ اپنی چیزیں شئیر کرتا تھا۔اسے دیتا تھا۔اس سے ہنس کر بات بھی کر دیتا تھا۔

جب وہ لوگ یمن سے حیدرآباد آئے تب بھی وحید سکندر کا اپنے خاندان سے کوئی تعلق نہیں تھا جس مشن پر وہ تھے اس میں یہی مناسب تھا کہ وہ کسی سے رابطہ نا رکھتے۔اب بچے ان کے سات اٹھ سال کے ہو گئے تھے۔زولقرنین اپنی طبیعت میں ہلکا سا شوخ مزاج رکھتا تھا لیکن بڑھتی عمر کے ساتھ ابراھیم کے مزاج میں سنجیدگی آتی جا رہی تھی۔وہ زولقرنین سے بڑا لگنے لگا تھا۔اس کے لہجے میں بھی ایک خاص قسم کا ٹھہراؤ تھا۔

جس فلیٹ میں وہ رہ رہے تھے اس کے بلکل سامنے والے فلیٹ میں ایک فیملی رہتی تھی جو تین ہی افراد پر مشتمل تھی۔والدین اور ان کی لاڈو پلی بیٹی کشف۔کشف نے پارک میں ان دونوں کو دیکھا تھا۔وہ تب خود چھے سال کی تھی۔اسے زولقرنین سے دوستی کرنا اچھا لگا تھا کیونکہ وہ ہنس مکھ تھا۔اس کی باتوں کا جواب بھی دیتا تھا لیکن ابراھیم کو دیکھ کر وہ یا تو ڈر جاتی تھی یا کھار کھاتی تھی . کیونکہ وہ اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا تھا۔جب بھی وہ زولقرنین کے ساتھ کھیلنے باہر جاتی تو زولقرنین بینچ پر بیٹھے بس اسے ہی گھورتا۔اور کبھی کبھی جب وہ اس کے پاس سے گزرنے لگتی تو ٹانگ آگے کر کے گرا دیتا جس کا واضح مطلب تھا کہ وہ اس سے بھی خار کھاتا ہے۔لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ ابراھیم کی برداشت سے باہر تھا اسے اپنے بھائی کے ساتھ دیکھنا۔

وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ تینوں بڑے ہو رہے تھے۔زولقرنین کی شکل اس کا قد اس کی چال ڈھال حیدر جیسی ہوتی جا رہی تھی۔وحید سکندر کو اپنے خاندان سے ملنا تھا اور وہ اس بات کو بھولے نہیں تھے کہ انہوں نے شکیل سے زینیہ اور زولقرنین کی بات کی تھی۔انھوں نے زولقرنین کے دماغ میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ جب وہ بڑا ہو گا اس کا نکاح زینیہ سے ہو گا اور زولقرنین نے بھی اس بات کو دل سے مانا تھا کہ وہ زینیہ سے ہی نکاح کرے گا۔
ابراھیم کو کشف میں دلچسپی تھی۔وہ ہر چیز زولقرنین سے شئیر کر سکتا تھا مگر وہ کشف نہیں کر سکتا تھا ۔یہاں اس کی بس ہو جاتی تھی۔کوئی شک نہیں تھا کہ وہ جان چھڑکتا تھا اپنے بھائی پر لیکن کشف کے معاملے میں وہ زولقرنین کو کچھ نہیں جانتا تھا۔

وقت گزرا اور تینوں مزید بڑے ہو گئے۔ابراھیم پندرہ سال کا تھا جب اس کی ہمت ختم ہو گئ تھی۔ اس نے زبردستی کشف سے نکاح کیا تھا۔اس نکاح کا کسی کو بھی علم نہیں تھا۔لیکن اس نے کیا تھا۔ اس کا ساتھ دینے والے اس کے سکول کے دوست تھے۔مولوی بھی کرائے پر نجانے کیسے ہائر کر لیا تھا۔کشف تو بیچاری ابراھیم کی قہر برساتی سرخ آنکھوں سے اتنا ڈرتی تھی کہ اس ڈر میں ہی اس نے نکاح کر لیا جب کہ وہ صرف تیرہ سال کی تھی۔ابراھیم تو کشف سے نکاح کے بعد جیسے چوڑا ہو گیا تھا۔کہ اب کوئی پاس آکر دکھائے س کی کشف کے۔

اسے جلدی اس بات کی تھی کہ وہ سیکرٹ ایجنٹ کے لیے اپلائے کرنے والا تھا۔یعنی اس کی زہنیت کو ایجینسی والوں نے نوٹس کر کے اپنے ساتھ کام کرنے کی آفر کی تھی۔یہ ایک گولڈن چانس تھا۔اور اس سلسلے میں کتنے سال وہ گھر سے دور رہتا وہ نہیں جانتا تھا۔اپنے بابا کو بس اس نے ہنٹ دیا تھا کہ وہ کیا کرنے جا رہا ہے اور کسی کو نہیں بتایا تھا۔کشف سے وہ نکاح کر چکا تھا تو اب اسے دلی سکون تھا کہ پیچھے سے چڑیا اڑ نہیں سکتی تھی اب۔زولقرنین وحید سکندر کے نقشِ قدم پر چل پڑا تھا. کشف کو ڈاکٹر بننا تھا سو وہ اس فیلڈ میں مصروف ہو گئ. جب اسے علم ہوا تھا کہ ابراھیم شہر سے باہر کافی وقت کے لیے گیا ہے تو اس نے خوشی میں اپنے جمع کیے سارے پیسے غریبوں میں بانٹ دیے تھے. اس کو آزادی کا پروانہ ملا تھا۔

لیکن وہ ابراھیم کی نظروں سے دور نہیں تھی۔وہ اس پر ایک سیکنڈ کے لیے بھی نظر رکھے بنا نہیں رہا تھا۔وہ اس سے ملنے اتنے سال نہیں آیا کیونکہ ایک تو اس کی ٹریننگ اور ساتھ ہی مشن تھا جو ہر صورت پورا کرنا تھا دوسرا زولقرنین کی آرمی کا سیشن تھا۔اور کشف خود ایم بی بی ایس کے لیے لاہور چلی گئ تھی تو اس صورت میں دونوں پاس نہیں تھے اور ابراھیم کو سکون تھا۔لیکن وہ لوٹا تھا دس سال بعد اسی دن جب بیچاری کشف نے زولقرنین کے دکھ میں ہمدرد بنتے اسے گلے لگایا تھا اور یہاں ابراھیم کا میٹر گھوم گیا تھا۔وہ اس لیے تو نہیں واپس آیا تھا کہ آتے ساتھ ہی وہ زولقرنین کے گلے لگتی۔زولقرنین کو کیا مسئلہ تھا یہ تو وہ پوچھ ہی لیتا بعد میں لیکن کشف کے ہوش ٹھکانے لگانے بہت ضروری تھے۔

میڈل سرمنی میں زولقرنین نے حیدر کو دیکھا تھا تب وہ ٹریننگ کے آخری مراحل میں تھا اور حیدر کیپٹن بن چکا تھا. حیدر کے نام سے اور چہرے سے وہ جان گیا تھا. زولقرنین کو بے حد خوشی ہوئی تھی کہ وہ اتنے سال بعد مل رہے ہیں۔زولقرنین نے اٹھ کر ملنا بھی چاہا تھا لیکن حیدر جلدی ہی اپنی فیملی سے ملنے کے لیے گھر کی طرف گیا تھا۔اس کے پارٹنرز سے سنا تھا کہ اس کی کسی کزن کا ہاکی میچ تھا اس کے کالج میں جس میں شامل ہونا حیدر کے لیے بے حد ضروری تھا۔وہ پھر خاموشی سے لوٹ آیا۔

جس دن اس کا مشن احمر کو پکڑنے کا تھا اس دن اسے علم ہوا کہ زینیہ بھی اسی یونیورسٹی میں پڑھتی ہے جہاں اس نے ایک سٹوڈینٹ کے روپ میں جانا تھا. اس کی خوشی کی انتہاء نہیں تھی کوئی۔اور جب اس نے زینیہ کو دیکھا تو اس کو یقین نہیں آیا تھا کہ وہ اس قدر حسین ہو گی ؟ اس کی امید سے بھی بڑھ کر حسین اسے پایا تھا لیکن اس کی مجبوری تھی کہ وہ اس سے شناسائی نہیں برت سکتا تھا۔اس کی چاہت جو بچپن سے سینے میں سلگ رہی تھی وہ اتنی حسین تھی زولقرنین تو جتنا شکر ادا کرتا کم تھا۔

اور اب جو اسے خبر ملی تھی وہ اس کی دنیا اس کے دل کی بنیاد ہلا چکی تھی۔اتنی شدت سے جسے چاہا تھا وہ کسی اور کے نکاح میں تھی۔کتنا ظلم ہوا تھا اس پر۔اس کے بابا نے تو کہا تھا کہ وہ صرف اور صرف زولقرنین کی ہے تو پھر کیسے وہ حیدر کی ہو گئی۔اسے اس گیم کی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔لیکن جو بھی تھا وہ کیسے برداشت کرے یہ حقیقت کہ وہ کسی کے نام کی منگیتر ہونے کی بجائے مکمل کسی کی دسترس میں تھی یعنی اسے حاصل کرنے کا ایک بھی حصہ پیچھے نہیں چھوڑا تھا۔وہ کیا کرے گا اب ؟ جب اس کا دل اس کی روح تک زینیہ سے محبت کرتی تھی۔

لیکن وہ انجان تھا حقیقت سے۔وہ بات جو کبھی وحید اور شکیل کے درمیان ہوئی تھی وہ وہیں کہیں رہ گئی تھی۔شکیل کے دماغ میں کبھی نہیں بیٹھی اور اسے اب تک یہ بات یاد نہیں آئی تھی۔اگر اسے زرا بھی یاد ہوتا تو آج وہ کسی صورت اپنی بیٹی کو ایسے حیدر کے نام نا کرتے .

اور اگر حیدر کو علم ہوتا کہ زولقرنین سے بات ہوئی ہے زینیہ کی تو وہ اس پر ایک سیکنڈ کے لیے بھی نگاہِ غلط نا ڈالتا۔بھائیوں کی پسند قابلِ عزت ہوتی ہے یہ بات دونوں بھائی جانتے تھے۔

نجانے کیا انجام ہونا تھا اس محبت کا۔

" چوہدری صاحب۔۔۔ہم بری طرح پھنس چکے ہیں۔۔۔فوجیوں نے چاروں طرف سے حویلی کو گھیر لیا ہے " ملازم بھاگتا ہوا ڈرے ہوئے انداز میں بولا۔

" کیا بکواس کر رہے ہو تم " نجم چوہدری پوری قوت سے دھاڑا۔

تین دن سے اسے ہر سودے میں ہار مل رہی تھی۔اور اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا تھا ۔اس کے بنائے سارے اڈوں پر پولیس کی ریڈ پڑ چکی تھی۔کوئی ایسا شاطر بندہ تھا جو سب کر رہا تھا لیکن ان کے ہاتھ نہیں لگ رہا تھا۔

ابھی اسے دوبارہ خبر ملی تھی کہ پولیس اب اس کی تلاش میں ہے تو وہ غصے سے بھرا ہوا تھا اور اب نوکر کی پشن گوئی نے اسے ہتھے سے اکھیڑ دیا تھا۔

" میں سچ کہہ رہا ہوں صاحب۔۔۔باہر ہولیس کی گاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں " ملازم نے ڈرتے ہوئے دوبارہ کہا۔
نجم چوہدری کے ہاتھ میں جو وائن کا گلاس تھا وہ اس کی گرفت میں کرچیوں میں بدل گیا۔اا کا غصہ سوا نیزے پر تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی عمل کرتا جھٹکے سے کمرے کا دروازہ کھلا اور دھڑا دھڑ پولیس اہلکار اندر بھاگتے ہوئے آ گئے۔سب کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں۔
نجم چوہدری یہ اب دیکھ کر گھبرا گیا۔اتنی جلدی پولیس اس کی دہلیز پر ہو گی اسے علم نہیں تھا اور حیرت کی بات تھی جن پولیس اہلکاروں کے منہ وہ ہر ہفتے پیسے سے بھرتا تھا وہ اس کی گرفتاری کے لیے لائن میں بندوق لیے آنکھیں چرا رہے تھے۔

تبھی حیدر اپنے بلیک تھیک میجر کے یونیفارم میں گن تانے بڑے انداز سے چلتا اندر آیا۔اس کا شہانہ انداز ایسا تھا جیسے حویلی کے در و دیوار اس کے سامنے جھک گئے ہوں۔اگر کوئی اتنا غضبناک اپنے یونیفارم میں لگتا ہے تو حیدر مجتبیٰ کو دیکھ لیتا جو مغرور ادا کے ساتھ ایک شہانہ طرز کا شخص تھا۔صرف دیکھنے پر ہی اگلے کا دل سینے سے نکال کر اپنے ہاتھ کی مٹھی میں رکھ لے اب تو پھر میجر کے بلیک

سوٹ میں وہ غضب کا طوفان لگ رہا تھا۔اس وقت زینیہ یہاں ہوتی تو یقیناً اسے آرمی سے محبت چھوڑ کر حیدر کے اس روپ کی غلامی قبول ہونی تھی۔وہ سچ میں ساحر تھا.

اس کے پیچھے نوریز اور رومیز تھے جو اسے کور کیے اسی کی طرح بلیک تھیم میں گن لوڈ کیے کھڑے تھے۔

نجم چوہدری کا جبڑا بھینچ گیا۔اسے نہیں پتہ تھا کہ اس سب کے پیچھے اس گھنے میسنے فارس کا ہاتھ ہو گا ۔جو خود کو یہاں کا نواب کہتا تھا۔جس نے ایک سیکنڈ بھی بھنک پڑنے نہیں سی تھی کہ وہ انڈر کور مشن پر تھا۔

" نجم چوہدری۔۔۔یو آر انڈر اریسٹ " اس کی طرف گن کرتے اپنی رعبدار آواز میں کہا۔اس کی آنکھیں قہر لیے نجم پر ٹکی تھیں۔

" تم ہوتے کون ہو مجھے اریسٹ کرنے والے ؟۔۔تم جانتے نہیں مجھے ابھی نا ہی میری پہنچ کو جانتے ہو " نجم چوہدری اس کی طرف انگلی کرتا خونخوار انداز سے پھنکارا۔اس کی رگیں پھول گئی تھیں۔پہلی بار اتنی زلت بڑی شکست ملی تھی۔

" مجھے یا میری ٹیم کو تم جیسے انسان کو جاننے کی تمنا نہیں۔۔یہ اوفر کسی للو پنجو کے لیے بچا کر رکھو ۔۔۔دعا ہے کہ وہ ضرور جانے تم کون ہو ! " حیدر نے سپاٹ چہرے سے کہا۔قانون کو ہاتھ میں نہیں لے سکتا تھا ورنہ اس کا دل کر رہا تھا کہ جتنی گولیاں اس کی پسٹل میں تھیں وہ ساری کی ساری اس کے سینے میں اتار دے۔

اس کی آنکھوں میں ان لڑکیوں کا رونا یاد آ رہا تھا جنہیں یہ سمگل کرنے لگا تھا لیکن اس کی ٹیم نے بچا لیا۔وہ بچے یاد آ رہے تھے جنہیں اغوا کر کے ان کی معصومیت چھیننی چاہی تھی۔اور جتنے بھی انسان جو معصوم تھے اور اس کے گناہوں کی بھینٹ چڑھے سب یاد آ رہے تھے۔وہ مائیں یاد آ رہی تھیں جو اپنے جوان بچوں کو لال کو بلک بلکل کر روئی تھیں۔وہ منظر کتنا دل دہلا دینے والا تھا یہ نجم جیسے سفاک انسان کو نہیں پتہ تھا.

نجم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی اس بندے کا کچھ کر دے جس نے اس کی بہن کو بیوقوف بنایا اور اسے بھی۔کیسے وہ اس کی شاطر نگاہیں نا پکڑ سکا۔

" کیا ہو رہا ہے یہ۔۔۔میرے بھائی پر ایسے کیوں ... " ہانا جو پولیس کی خبر سن کر اپنے کمرے سے نکل کر اس طرف آ کر چیخی تھی کہ حیدر کا چہرہ دیکھ کر رک گئی۔اس کی تو آنکھیں ہی ابل کر باہر آنے کو تھیں۔

For more visit (exponovels.com)

حیدر کو اس یونیفارم میں دیکھ کر ہانا کو چار سو چالیس کا جھٹکا لگا تھا۔اس کی نظریں جیسے برف ہو گئی تھیں۔اسے بھی یاد تھا کہ یہ فارس ولی تھا جو نواب تھا سوات کا۔یہ گن مین کب کا بن گیا تھا۔

" اس شخص سے تم شادی کرنا چاہتی تھی جو دھوکے باز نکلا ؟ جو ایک آرمی آفیسر تھا۔۔۔تف ہے تمہاری سوچ اور عقل پر " نجم چوہدری نے ہانا کے منہ پر رکھ کر تھپڑ مارا وہ لڑھک کے نیچے گری۔ اگر آج ہانا خود کو سنبھالتی تو کبھی ایسا موقع نا آتا۔

" تم ؟۔۔۔نہیں۔۔۔۔تم تو فارس نواب ہو۔۔۔۔نا۔۔۔یہ کا حلیے میں ہو ؟ "ہانا اپنا تھپڑ بھولتے حیرت سے حیدر کو دیکھتے بولی۔

" مس ہانا۔۔۔یو آر آلسو انڈر ارسٹ " بنا اس کی کسی بات کا جواب دیے وہ چٹانوں کی سختی سے بولا۔ اسے کاش اس سے ہمدردی ہو جاتی اگر اس کے کرتوت یاد نا آتے اور وہ وڈیو نا دیکھتا جس میں اس نے کتنی بے دردی سے اپنے بھائی کے کہنے پر اپنی ہی بھابھی یعنی نجم کی بیوی کا قتل کیا تھا اس کے پیٹ اور گلے میں چھریاں چلائی تھیں کیونکہ وہ ان کے راز جان گئ تھی اور ان کے لیے خطرہ تھی۔

ہانا نے تیزی سے نفی کی۔اسے علم تھا کہ اسے اس لیے پکڑ رہے ہیں کہ وہ اپنے بھائی کے ہر جرم میں ساتھی رہی تھی۔اس نے مدد طلب نظروں سے اپنے بھائی کو دیکھا جو قہر برساتی نگاہوں سے حیدر کو دیکھ رہا تھا۔

تبھی دو لیڈی پولیس آفیسرز اندر آئیں اور اس کو ہتھ کڑی پہنانے لگی۔ہانا مچل رہی تھی لیکن ان کی گرفت سے نا نکل سکیں۔اسے نہیں پتہ تھا کہ اسے یہ دن اتنی جلدی دیکھنا پڑے گا۔

" چلیے چوہدری صاحب۔۔۔اصل ملاقات اب جیل کے ساتھیوں سے کیجیے گا " اپنے ساتھیوں کو نجم چوہدری کو ہتھ کڑی پہنانے کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

" میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں " غصے سے برا حال ہو چکا تھا نجم کا۔

ان دونوں کو پولیس تیزی سے اپنی گاڑیوں میں بٹھاتی لے گئی۔

" مبارک ہو۔۔۔مشن کمپلیٹ ہوا " رومیز نے حیدر کا کندھا تھپتھپایا۔
حیدر نے بھی اس کے گلے لگا۔

" شکر۔۔۔یہ معاملہ بھی سلجھا " نوریز نے گہرا سانس لیا۔

" اب تو بہت گھر کی یاد ستا رہی مجھے " زینیہ کا تصور کرتے وہ اپنے دل سے مخاطب ہوا اور ان دونوں کے ساتھ اپنی جیپ کی طرف بڑھا۔

" گڈ ایوننگ وائف " ایک بارعب آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

کشف نے فوراً آنکھیں کھولیں۔
جھٹکے سے سائیڈ پر لگے بٹن کو دبایا تو ہر طرف روشنی ہو گئی .

ادھر ادھر نظریں گھماتے جیسے ہی سامنے رکی تو جیسے سانس بھی رک گیا۔

وہ سامنے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے فل بلیک تھیم میں سحر طاری کر رہا تھا۔

کشف تو پلک جھپکنا بھول گئ۔پورے دس سال بعد اسے دیکھ رہی تھی۔وہ تو پہلے سے کئ زیادہ حسین خوبرو ساحر اور توانا ہو گیا تھا۔جسے وہ دس سالوں سے صلوتیں سناتی رہی تھی آج سامنے وہ تھا تو آنکھیں اسے دیکھنے سے بھر ہی نہیں رہی تھی۔

کوئی اتنا حسن مرد بھی ہو سکتا ہے ؟

ہاں۔۔۔ابراہیم سکندر جو جان لیوا مسکان سے اسے دیکھ رہا تھا۔

" کیا حال ہے سویٹی ؟ مجھے مس کیا ؟ " ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے اک ادا سے پوچھا جس میں زچ کرنے کا عنصر صاف شامل تھا۔

" او مائی گاڈ۔۔۔۔۔۔تم ؟ ... تم ہو یہاں۔۔۔مجھے یقین نہیں۔۔آ رہا ؟ " وہ اپنی حیرانی چھپانے میں ناکام ہو رہی تھی۔

" او سویٹی۔۔۔تمہیں یقین کیوں نہیں آ رہا ؟ بھلا کسی کی اتنی جرأت ہے تمہیں آنکھ بھر کر دیکھے ؟ " اس کے سراپے پر ایکس رے کرتی نگاہیں ٹکائے ہلکی مسکان سے کہا۔

اس کی بات پر کشف نے دانت پیسے۔

" تم کتنے بے شرم ہو نا۔۔بدتمیز " جھٹکے سے کیز سائڈ ہینگر پر لٹکاتی کچن کی طرف بڑھی تا کہ پانی پی سکے۔

اس کی بات پر ابراھیم کا قہقہہ گونجا۔
"مسز کشف آپ ابھی اپنے قابلِ عزت ہزبنڈ سے مخاطب ہیں جن کی بے شرمی ابھی آپ نے دیکھی نہیں " اپنی جگہ سے اٹھتا مزید اسے سلگا گیا۔

خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھتی کیبن سے گلاس نکالا اور پٹخنے کی طرح شلف پر رکھا۔فرج سے بوتل نکالی اور اس میں انڈیلنے لگی۔

اس کی نظر بے ساختہ اس کی طرف اٹھی جو شہانہ چال چلتا اس کی طرف آ رہا تھا۔اس کی پرسنلٹی اتنی شاندار کیسے ہو سکتی تھی !
یہ کشف کی سوچ تھی اسے یاد تھا کہ جب اس نے نکاح کیا تھا تب وہ صرف ایک عام پندرہ سال کا لڑکا تھا جس کے نا مسلز تھے نا سکس پیکس نا ہی اس کا جبڑا ایسا تھا کہ آنکھیں نا ہٹیں۔لیکن اب ؟ اس کی جاء لائن کتنی شارپ تھی۔اس کی آنکھیں کشش سے بھرپور تھیں۔بلیک ہائی نیک کے اوپر بلیک جیکٹ پہنی تھی لیکن اس کے جسم سے چپکی ہوئی تھی جو بتا رہے تھے کہ وہ کوئی سکا پتلا سا لڑکا نہیں۔فولادی جسم کا مالک ہے اب۔اس کی کلائی جو نظر آ رہی تھی وہ کافی چوڑی تھی جیسے بہت

کسرت کی جاتی ہو۔اور اس کے ہاتھوں میں پہنے گلوز جس کی ہاف انگلیاں تھیں۔وہ اس وقت کسی فلم کا ہیرو لگ رہا تھا۔

وہ اس میں اتنا مگن تھی کہ پتہ ہی نا لگا کب وہ اس کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

اس جو ہوش تب آیا جب ایک جھٹکے سے ابراھیم نے کشف کا بوتل والا ہاتھ پکڑا۔

وہ ہڑبڑا گئ۔

" ڈارلنگ کچن میں سیلاب لانا ہے کیا ؟ " اس کے ہاتھ سے بوتل لیتے مزاق کیا۔

کشف نے گلاس کی طرف دیکھا جو فل بھر گیا تھا اور کافی پانی شلف پر بکھرا تھا۔

کشف نے ماتھا مسلا وہ اتنی محو کیسے ہو سکتی تھی وہ بھی اس انسان میں جس نے ہر بار اسے ڈرایا دھمکایا اور پریشان کیا تھا۔

" پانی نہیں پینا ؟ " اس کو ماتھا مسلتے دیکھ کر وہ بولا۔

کشف نے اسے دیکھا جو ایک قدم کی دوری پر چہرے پر سنجیدگی لیے اسے دیکھ رہا تھا لیکن آنکھوں میں شرارت واضح تھی۔

" تم ہٹو گے تو پیوں گی نا " اس نے دانت پیسے۔

" میں نے ابھی کچھ کیا بھی نہیں اور تمہیں پیاس بھی لگ گئی۔۔اتنی تپش میری قربت میں ! " اس کے گال پر چھوٹے بالوں کو انگلی سے پیچھے کرتے کہا۔صاف تھا کہ وہ کشف کو آگ لگا رہا تھا۔

" مجھ سے کوئی فضول بات نا کرو۔۔پانی بھی گر گیا ہے جو مجھے صاف کرنا پڑے گا۔۔تم مجھے الٹی سیدھی باتیں نا سناؤ۔"وہ اس کی بات سے سرخ ہوتی چڑ کر بولی۔

" او۔۔تو پانی صاف کرنا ہے ! " گھمگھیر آواز میں پوچھا۔
اس نے ابراھیم کو دیکھا جس کی اسے سمجھ بلکل نہیں آ رہی تھی۔
اس سے پہلے وہ کچھ کہتی ابراھیم نے اس کے بازوؤں سے پکڑ کر شلف پر گرایا کہ اس کی کمر پانی والی جگہ پر لگ گئی۔

" او مائی گاڈ۔۔۔یہ کیا حرکت ہے۔۔۔میری کمر گیلی ہو گئی ساری " وہ آنکھیں پوری کھولے اس کی طرف دیکھتی چیخی۔

" ششششش " تبھی اس کی زبان تالو سے لگی جب وہ اپنا چہرہ اس کے پاس لایا۔

اس کے دونوں اطراف میں ہاتھ ٹکائے۔اور خود سایہ بن کر اس کے چہرے کے قریب تھا۔

" بس کمرسے گیلی ہوئی ہو ؟ مجھے تو لگا تھا میرے قریب آنے سے تم پوری شرابور ہو جاؤ گی " اس کی ہراساں نگاہوں میں اپنی سرخ آنکھیں ڈالے پوچھا۔
کشف نے اپنا حلق تر کیا۔

" تمہارے۔۔۔پاس۔۔۔آنے سے۔۔۔مجھے کوئی۔۔فیلنگ نہیں۔۔۔آتی " اس کی طرف مشکل سے دیکھتے ہوئے کہا لیکن یہ اسے خود نہیں پتہ تھا کہ اس کی زبان تک ساتھ نہیں دے رہی تھی اس کا۔ اس کی قربت میں کشف بری طرح نروس ہو چکی تھی جس کی گواہی اس کا دھڑکتا تیز دل تھا۔

" اچھا۔۔۔پھر اس دل سے کہو کہ رک جائے۔۔۔ورنہ۔۔۔ابراھیم کو کشف سے بے پناہ محبت ہونے لگتی ہے " اس کے چہرے پر پھونک مارتے ہوئے کہا۔
کشف نے آنکھیں بند کرلیں اس کی گرم سانسیں اس کا چہرہ جھلسا رہی تھیں۔

" ہٹو۔۔۔ابراھیم " اس کو ایسے جم کر دیکھنے پر وہ زور لگا کر بولی۔

" پہلے خاموش " اس کے لبوں پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

کشف نے ڈر کر اس کی آنکھوں میں دیکھا جو حد سے گزر جانے والے جزبات کیے اسے دیکھ رہا تھا

" تمہیں چھو لوں ؟ " وہی سوال جو اس نے اس دن بھی کیا تھا اور آج بھی اپنے دل کی خواہش سے پہلے وہ اس کی اجازت مانگ رہا تھا۔

کشف کا دل ایک سو بیس کی سپیڈ پر دوڑنا شروع ہو چکا تھا۔

" بولو۔۔۔چھو لوں ! " اس کی تھوڑی پر انگلی رکھتے پوچھا۔

" تم ہر بار اپنی منمانی کرتے ہو۔۔۔اور اجازت ایسے مانگ رہے ہو جیسے میرے مطابق چلتے ہو " اس کی آنکھوں میں خفا نظروں سے دیکھتے کہا۔

وہ مسکرا دیا۔

ابراھیم سیدھا ہوا۔

کشف نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

For more visit (exponovels.com)

پھر اس نے کشف کا ہاتھ پکڑ کر سیدھا کیا اپنے مقابل۔
اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا۔
کشف نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فاصلہ بنانا چاہا۔

" تم مجھے اجازت تو دو۔۔۔۔۔میں تمہیں تمہاری منمانی کرنے دوں گا " اس کے گال پر انگلیوں سہلاتے پیار سے کہا۔
کشف کی بے اختیار نظریں جھک گئیں۔

وہ تو سوچ کر بیٹھی تھی کہ جب سامنے آئے گا تو اچھے خاصے بدلے لے گی۔بچپن میں جس جس طرح ستایا تھا اس نے اس سے بھی ڈبل بدلے لے گی۔اس کے بال کھینچے گی۔اس کے کپڑے پھاڑ دے گی۔اس کے کپڑوں پر استری رکھ کر جلا دے گی۔اس کی ٹوتھ پیسٹ میں کالی اور لال مرچ بھر دے گی۔اس کی شیو والی کریم میں گلیو ڈال دے گی۔اس کے کھانے میں نمک کا انبار لگا دے گی ۔اس کے پرفیومز کو لیڈیز پرفیومز میں بدل دے گی۔جب سامنے آئے گا تو ایسی ایسی بے عزتی کرے گی کہ ابراھیم اس کے سامنے غلام بن کر رہے گا۔
لیکن جب وہ سامنے آیا تھا تو اسے اپنے کیے گئے ارادوں میں سے ایک بھی یاد نہیں آیا تھا۔نا ہی اس کی زبان اتنی پٹر پٹر چلنا چاہ رہی تھی جس سے بے عزتی کرے نا ہی آنکھوں میں وہ غصہ اور نفرت لا پا رہی تھی جس سے وہ ابراھیم کو نیچا دکھائے بلکہ وہ تو اس کی بہکتی نگاہوں اس کی پرسنلٹی اس کی

خوشبو اس کی پکڑ اس کی قربت میں اتنی بری طرح پھسل گئی تھی کہ سانسوں کا تناسب بگڑ گیا تھا۔
جسم جیسے اس کے رحم و کرم پر تھا اور اس کا دل وہ تو اس کی نزدیکی پر جیسے سرشار ہوا اس کی دھن گا رہا تھا۔

اور ایک یہ شرم جو اسے بے حد آ رہی تھی۔اس کی بے باک گفتگو اس کے بے شرم جملے خالصتاً اس کے لیے تھے۔

" میں دیکھو تمہیں سارے حق دے رہا ہوں۔۔ جیسے مرضی منمانی کرنا۔۔۔بس اجازت تم مجھے دے دو " اس کی تھوڑی سے چہرہ مقابل کیا۔
کشف تو اپنی بات میں ہی پھنس گئ تھی۔

" شرم کرو ابراھیم " اس کی بات اور اس کی ایکسرے کرتی نگاہوں سے تنگ آتی وہ اسی کے سینے پر سر رکھتے منمنائی۔
وہ پوری جان سے مسکرایا۔

" ابھی کوئی کہہ رہا تھا اسے کوئی فرق نہیں پڑتا میرے پاس آنے سے میری قربت میں کوئی فیلنگ نہیں آتی " اس کے گرد دونوں بازو کرتے ہنستے کہا۔

For more visit (exponovels.com)

" اب تم بدلہ لو گے مجھ سے " سر اٹھا کر معصوم شکل بنا کر اس سے پوچھا۔

" جی جان۔۔۔ بلکل یہی ارادے ہیں " اسی کی طرح معصوم شکل بناتے جواب دیا۔

" کیا بدلہ لو گے " وہ دوبارہ آنکھوں کی باڑ گراتے منمنائی۔

" تم اجازات تو دو۔۔۔سب بتا دوں گا " شاطرانہ نظروں سے اسے دیکھتے کہا۔

" یار تم بہت برا کس کرتے ہو۔لاسٹ ٹائم تم نے جتنی بے دردی سے کاٹا تھا نا میں تین دن تک بام لگاتی رہی تھی اور اس کی درد کتنی بری تھی۔۔بلڈ بھی اتنا نکلا۔۔ایک ڈاکٹر ہوں میں اور مجھے اس کا حل نہیں مل رہا تھا۔۔۔لوگوں کے سوال پتہ کتنے تھے اس وقت " وہ اس کی وہی منطق جان کر تنگ آ کر پٹر پٹر شروع ہو گئ تھی .

شرم گئ بھاڑ میں۔

ابراھیم کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ آئی۔

" مجھ سے تین دن تک سب پوچھتے رہے کیسے ہونٹوں پر کٹ آ گیا۔۔۔میں کبھی کہتی میں گر گئی تھی ۔۔ کبھی کہتی کہ میرے ہاتھوں میں بلیڈ تھا وہ غلطی سے لگ گیا۔۔اور کوئی مانتا ہی نہیں تھا۔۔۔سب کا جواب ایک یہ تو کاٹا ہے کسی نے۔۔۔سکیننگ آنکھیں تھی۔۔۔اور کتنی میری کولیگز ڈاکٹرز نے مجھے چھءڑا اور اس وقت مجھے ایسے لگا تھا کہ وہ میرے اندر کا سچ اگلوا ہی لیں گی " وہ ان تین دنوں کو یاد کرتی برس پڑی تھی۔

وہ اس کو اپنے حصار میں لیے پٹر پٹر کرتے سن رہا تھا۔اور وہ اس کے حصار میں کھڑی ان تین دنوں کی بھڑاس نکال رہی تھی۔

" تمہاری ثابت کی گئی اس تشنگی پر مجھے ایک ڈاکٹر نے پتہ ہے کیا ریکمنڈ کیا ؟؟؟۔۔ٹیٹنس کے انجیکشن لگوانے کا مشورہ دے دیا تھا اس نے۔۔۔لائک سیریسلی ؟؟ " اس کی طرف دیکھ کر وہ اسے شرم دلانا چاہتی تھی۔اور حیرانی اور خفت الگ تھی۔

" تو صاف کہہ دیتی۔۔۔میرے ہزبنڈ نے دس سال بعد پہلا گفٹ دیا ہے " بے باکی سے کہتے وہ کشف کا حیرت سے منہ کھول گیا۔

" تمہیں زرا شرم ورم ہے کہ نہیں۔۔۔تم ہمیشہ سے ایسے تھے کیا ؟ ہاں ! " اس کی بات پر وہ مزید آگ بگولہ ہوتی بولی۔

اسکی سرخ تپی شکل پر ابراھیم کو قہقہہ لگانے کا دل کیا لیکن وہ کنٹرول کر گیا۔

" میں ہمیشہ سے تمہارے لیے ایسے ہی تھا۔۔۔تم ہی دھیان نہیں دیتی تھی جو مجھے جنونی بنا دیتا تھا۔۔۔ بچپن سے عشق کیا میں نے تم سے۔۔۔تم اگر محسوس کرتی تو آج مجھ سے سوال نا کرتی " اس کی آنکھوں میں دیکھتے بھاری آواز میں کہا۔
اس کی گھمگھیرتا پر وہ یک ٹک اسے دیکھنے لگی۔

" مجھے اب اجازت نہیں چاہئے۔۔۔تمہارا ردِ عمل چاہیے " اس کی ناک سے ناک جوڑ کر گہرا سانس لیتے کہا۔
کشف نے آنکھیں جھکا لیں۔

" مائ لو۔۔۔یو آر مائ ڈیسٹنی۔۔۔اونلی یو اینڈ فور ایور " اس کے ہونٹوں کے پاس ہونٹ لاتے دھیمی مگر محبت سے چور آواز میں کہا۔

کشف نے اس کی سانسوں کو اپنی سانس کے زریعے اندر جاتے محسوس کرتے وہ اس کی جیکٹ کو مٹھیوں میں تھام گئ۔

اس کے ہونٹوں کے نرمی سے اپنی گرفت میں لیا۔

اس کا دل اس سے بھی تیز سپیڈ پکڑ چکا تھا۔وہ سوچ رہی تھی کہ اب وہ اس کے ہونٹوں پر دانت گاڑے گا اور اسی طرح زخمی کر دے گا مگر نہیں اس بار وہ کوئی منمانی نہیں کر رہا تھا۔
میٹھی سی چھوٹی سے گہری سی جسارت کے بعد وہ تھوڑا دور ہوا۔

" بابا آئیں گے کل تمہارے گھر۔۔۔کوئی واویلا مت مچانا۔۔نا کسی ہاؤس جاب کا سیاپہ ڈالنا۔۔۔نا کسی سپیشلائزیشن کا سین کری ایٹ کرنا۔۔۔سیدھی طرح حامی بھرنا۔۔۔ورنہ تمہیں شادی سے پہلے بچوں کے نام سوچنے پڑ جائیں گے " اس کی کندھاری صورت پر اپنی وارفتہ نگاہیں رکھتے کہا۔
وہ جو سانس اور دل دونوں سنبھال رہی تھی اس کی بات پر جھٹکے سے اسے دیکھا۔

" و۔۔۔واٹ ؛ " اس کے حلق نے بھی اب ساتھ نہیں دیا تھا.
وہ ہنسا اور اس کی گردن میں چہرہ دیا۔

وہ گہرا سانس لیتی آنکھیں بند کر گئی کتنا بڑا جادوگر تھا جس کے لمس میں جادوگری تھی۔

" آج کی تاریخ اپنے نوٹ پیڈ پر لکھ لینا۔۔آج کے دن سے تم ابراھیم سکندر کی محبت میں گرفتار ہوئی ہو۔۔۔اور پور پور تمہیں مہکانے کا ارادہ میں شادی کے بعد رکھتا ہوں۔۔۔"اس کی گردن پر دانت گاڑے گہرا بوسہ دیتے کہا۔

وہ اس میٹھے درد سے نم آنکھیں لیے اسے دیکھنے لگی۔

" قبول ہے ؟ " فاتحانہ مسکراہٹ سے اس سے پوچھا۔

وہ اس کی نظروں کی تاب نا لا سکی تو جھکا گئی۔مگر اس کی اس ادا نے قبول کر لیا تھا کہ وہ ابراھیم سکندر کی چاہت میں فنا ہو جانے کو تیار تھی.

" کپڑے چینج کر لو۔۔۔یہ نا ہو کہ میرا ارادہ بدل جائے " اس سے دور ہوتا پلٹ کر بولا۔

وہ اس کی بات پر بری طرح سٹپٹائی۔اسے اب ہوش آیا تھا اس کی کمر سے شرٹ ساری گیلی تھی اور نمی آگے تک آ گئی تھی۔

" زولقرنین سے دس فیٹ دور " دروازے کی طرف بڑھتا وہ اونچی آواز میں بولا جس پر نا چاہتے ہوئے بھی وہ سر جھکا کر ہنس دی۔

وہ رکا اور پلٹ کر اسے دیکھا جس نے ابھی سر اٹھایا تھا چہرے پر مسکراہٹ واضح تھی۔

آنکھ ونک کی اور ایک فلائنگ کس اس کی طرف اچھالی جس پر وہ مزید سرخ ہوتی سر جھکا گی۔

آج وہ میٹھے سے شرارتی سے ابراھیم سے ملی تھی جس کی آنکھوں میں کوئی وارننگ نہیں تھا نا ہی ڈرانے کا کوئی ارادہ۔بس محبت تھی چاہت تھی۔اپنے ہونے کا احساس تھا۔

اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں سجا لے مجھ کو
میں ہوں تیرا تو نصیب اپنا بنا لے مجھ کو

میں جو کانٹا ہوں تو چل مجھ سے بچا کر دامن
میں ہوں گر پھول تو جوڑے میں سجا لے مجھ کو

ترک الفت کی قسم بھی کوئی ہوتی ہے قسم

تو کبھی یاد تو کر بھولنے والے مجھ کو

مجھ سے تو پوچھنے آیا ہے وفا کے معنی
یہ تری سادہ دلی مار نہ ڈالے مجھ کو

میں سمندر بھی ہوں موتی بھی ہوں غوطہ زن بھی
کوئی بھی نام مرا لے کے بلا لے مجھ کو

تو نے دیکھا نہیں آئینے سے آگے کچھ بھی
خود پرستی میں کہیں تو نہ گنوا لے مجھ کو

باندھ کر سنگ وفا کر دیا تو نے غرقاب
کون ایسا ہے جو اب ڈھونڈ نکالے مجھ کو

خود کو میں بانٹ نہ ڈالوں کہیں دامن دامن
کر دیا تو نے اگر میرے حوالے مجھ کو

میں کھلے در کے کسی گھر کا ہوں ساماں پیارے
تو دبے پاؤں کبھی آ کے چرا لے مجھ کو

کل کی بات اور ہے میں اب سا رہوں یا نہ رہوں
جتنا جی چاہے ترا آج ستا لے مجھ کو

" میری بچی۔۔۔تم نے تو اداس کر دیا تھا ہمیں " نوین زینیہ کو اپنے گلے سے لگاتی نم آواز سے بولیں تو وہ فقط مسکرا سکی۔

" کیا ہوا ! .. میری بیٹی ٹھیک ہے ؟ " نوین نے اس کی چہکتی آواز جو نہیں سنی تھی تبھی پریشانی سے اس کا چہرہ تھاما۔

" جی۔۔۔بس سر بڑا درد کر رہا ہے۔۔۔امی کہاں ہیں ؟ " نوین کو مسکرا کر جواب دیا اور اپنی ماں کی تلاش میں اندر بڑھیں جو کچن سے نکلتے اس کی طرف آ رہی تھیں .

" میرا بچہ " انہوں نے آگے بڑھ کر اپنی آغوش میں لیا۔

زینیہ نے ان کے سینے سے لگتے آنکھیں بند کر لیں۔کل صبح کے سارت لمحے اسے یاد آ گئے۔وہ کس زینی پریشانی سے گزر رہی تھی کسی کو علم نہیں تھا۔وہ کس سے پوچھے سب ؟ کس سے زولقرنین کی باتیں کرے ! حیدر بھی نہیں تھا لیکن وہ کیسا ری ایکٹ کرتا اس سب پر ؟ اگر زولقرنین کی محبت میں آ کر اس نے زینیہ کو چھوڑ دیا تو ؟

اس کے دماغ میں جھکڑ چل رہے تھے۔

" میری بیٹی اس پل کتنی سمجھدار لگ رہی ہے نا نوین " فزا نے ہنستے ہوئے کہا۔

جس پر نوین بھی ہسن دی۔

زینیہ اپنی ماں کی بات پر خود کو سنبھالتی دور ہوئی اور مسکرا دی۔

" میں نے بہت مس کیا آپ سب کو " نم آنکھوں سے دونوں کو دیکھتے کہا۔

" ہم نے بھی میری چندا۔۔اب جلدی سے فریش ہو جاؤ ناشتہ لگواتی میں " نوین نے اس کے ماتھے پر پیار دیتے کہا تو وہ مسکراتی سر ہلا گئ۔

جیسے ہی اپنے کمرے کے لیے سیڑھیاں چڑھنے لگی تو چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔قدم تو کمرے کی طرف اوپر بڑھ رہے تھے لیکن آنکھیں اور دماغ موجود نہیں تھا۔

" تم میری ہو۔۔۔شروع سے میری ہو۔۔۔بچپن سے میری ہو۔۔۔میرے سے نسبت تمہاری "

زولقرنین کے جملے اس کے اعصاب ہلا رہے تھے۔

آخری سیڑھی پر بے دھیانی میں پاؤں رکھا کے آگے سے کسی سخت چیز سے ٹکڑائی۔جتنی زور سے ماتھا لگا تھا سامنے دیوار ہی لگ رہی تھی لیکن سیڑھیوں کے سامنے دیوار کا کیا کام۔

اس سے پہلے وہ گرتی مقابل نے اسے تھام لیا۔

زینیہ کے ہاتھ سے بیگ سائیڈ پر گر گیا تھا اور وہ دونوں ہاتھوں سے مقابل کو تھامے کھڑی تھی۔

اپنے ڈانواڈول دماغ کو قابو میں لاتے آنکھیں کھولیں تو اپنی آنکھوں میں حیدر کا چہرہ دیکھا۔

وہ مسکرا رہا تھا۔یعنی کسی دیوار سے نہیں بلکہ وہ حیدر سے ہی ٹکڑائی تھی۔وہ اسے اپنی آغوش میں لیے کھڑا تھا۔

بجائے خوش ہونے کہ اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں.

حیدر کا مسکراتا چہرہ سمٹا۔اس نے زینیہ کو سیدھا کیا۔ماتھے پر بل آ گئے تھے۔اسے زینیہ کی حالت ٹھیک نہیں لگی تھی۔

آنسو ٹپ ٹپ اس کی گال سے بہے۔
" زینی۔۔۔میری جان " حیدر نے اس کے آنسو کو جلدی سے صاف کیا۔

وہ اپنی ہچکی چھپاتی اس کے سینے سے ایک دم سے جا لگی جیسے اس جگہ کے علاوہ کوئی ایسا سہارہ نہیں تھا جو اسے سمیٹ لیتا۔

حیدر نے پریشانی سے اس کے گرد باہیں کی۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔اس کا دل دھڑک اٹھا تھا جیسے کسی انہونی کا ڈر تھا۔

حیدر نے پریشان نظروں سے نیچے دیکھا کہ کہیں اس کی ماں یا چاچی نیچے تو نہیں لیکن دونوں ہی کچن میں تھیں ان کا دھیان اوپر نہیں تھا ورنہ وہ زینیہ کو روتے دیکھ کر فوراً پریشانی سے اوپر آ جاتی۔

زینیہ نے زور سے اس کے گرد باہیں کی ہوئی تھیں۔وہ اس کے سینے میں منہ دیے پوری کوشش کر رہی تھی کہ اس کی ہچکی نا بندھے لیکن اس کا کنٹرول جا رہا تھا۔

" زینیہ " حیدر نے اس کے سر پر بوسہ دیا وہ اس کی گرفت سے جان گیا تھا کہ وہ اس وقت اس سے دور نہیں ہونا چاہتی تھی۔

تبھی خاموشی سے اسے باہوں میں اٹھا لیا۔

زینیہ نے اس کی گردن میں چہرہ دے دیا اور کس کر اس کی گردن کے ارد گرد باہیں رکھ دیں۔

حیدر نے لبوں کو سختی سے آپس میں بھینچ لیا اور اسے لیے اس کے کمرے میں آیا اور پاؤں سے دروازہ بند کیا۔

خود بیڈ پر بیٹھا اور اسے اپنی گود میں بٹھا لیا۔

وہ اس کا رونا محسوس کر رہا تھا۔یہ نارمل نہیں تھا

اس نے نہیں ٹوکا اسے کہ خاموش ہو جاؤ یا کچھ اور۔وہ اسے رونے دے رہا تھا نجانے کب سے وہ خود پر کنٹرول کر رہی تھی۔

وہ پیار سے اس کے بالوں پر انگلیاں پھیر رہا تھا۔کبھی بوسہ دے رہا تھا۔اس کی آنسو وہ اپنے شرٹ پر محسوس کر رہا تھا۔اس کی سخت گرفت جو گردن پر تھی وہ بتا رہی تھی کہ کوئی مسئلہ ہے لیکن وہ اس کے نارمل ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

کچھ پل گزرے کے اس کے رونے میں کمی آئی تو سکون سے اس کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

For more visit (exponovels.com)

"کیا ہوا ہے ! " اس کا چہرہ اپنے سامنے کرتے پوچھا۔

زینیہ نے اپنی روئی ہوئی سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔

" پہلے بتاؤ۔۔۔مجھے۔۔۔کبھی۔۔۔کسی بھی۔۔۔وجہ سے۔۔چھوڑو۔۔۔گے تو نہیں " اس کے چہرے جو اپنے ہاتھوں میں لیے نم آواز سے پوچھا۔

اس کی آنکھوں میں نمی تھی ڈر تھا جیسے ابھی حیدر اسے چھوڑ دے گا۔

وہ ہنسا اور اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا۔اور اس کی آنکھوں پر بوسہ دیا۔

اس کے مان نے مزید رونے پر اکسایا اسے۔

حیدر نے آگے ہو کر اس کے ہونٹوں کو اپنی چاشنی میں سمیٹا۔

بے اختیار وہ اس کے چہرے پر ہاتھوں کو رکھے اسے محسوس کرنے لگی۔

وہ جتنی ٹوٹ رہی تھی اس وقت وہ اس کے لمس میں تحلیل ہو رہا تھا۔

حیدر کا استحقاق سے بھرا لمس اور اس میں مان اس کی محبت اس کے اندر تک سکون پیدا کر رہے تھے۔

وہ اس کے گال پر ہاتھ رکھے پیار سے نرمی سے اپنا لمس بخش رہا تھا۔اسے اپنا ہونے کا احساس دلا رہا تھا۔اس کے اندر کے ڈر کو ختم کر رہا تھا جس کی وجہ سے وہ اتنا پریشان تھی۔

جب محسوس کیا کہ اس کی دھڑکنیں اور دل اب نارمل ہیں سکون میں ہیں آنکھوں میں سکون ہے تو پیار سے دور ہوا۔

زینیہ کی آنکھیں جھک گئیں تھیں۔

" اب کیسا محسوس کر رہی ہو ! " اس کی تھوڑی سے چہرہ اوپر کرتے پوچھا۔آنکھوں میں سنجیدگی تھی کوئی شرارت نہیں تھی۔اس کی حالت پر وہ خود پریشان ہو گیا تھا۔

" تھینکیو۔۔۔میں ڈر گئ تھی۔۔۔"اس کے سینے سے دوبارہ لگتے کہا۔

" مجھ پر یقین ہے ! " اس کی آنکھوں سے نکلنے والا آنسو صاف کیا۔

" ہمم۔۔بہت " اس کے گرد باہیں کرتے لاڈ سے کہا۔

" میں ناشتہ لاتا ہوں۔۔تم فریش ہو جاؤ۔۔پھر بات کرتے ہیں " اسے احتیاط سے بیڈ پر بٹھاتے کہا ۔تو زینیہ نے سر ہاں میں ہلایا۔

" ویسے میری قربت میں زرا سی شرم بنتی تھی " اس کو ہنسانے کی غرض سے وہ وہی بات کر گیا جو ہر بار کہتا تھا۔

" تم میرے رہنا۔۔بس۔۔۔شرما بھی لوں گی۔۔۔"وہ اس کی بات سے اس بار نہیں چڑی تھی نا کوئی ادا دکھائی تھی بلکہ اس کے لہجے میں کھونے کا ڈر تھا۔
حیدر نے پریشانی سے اسے دیکھا۔یہ اس کی زینی نہیں تھی۔

" میں آتا ہوں " اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور باہر چلا گیا۔
زینیہ نے اپنے لب کاٹے۔

وہ ایک ہی خاندان کے تھے۔اسے ڈر تھا کہ اگر بڑوں نے زولقرنین کے ساتھ بچپن میں باندھا تھا تو کہیں اس کے بابا جو اصول پسند تھے وہ زولقرنین کے لوٹنے پر وحیدر سکندر اور زولقرنین کی باتوں کے دباؤ میں آکر اسے اور حیدر کو دور کردینے پر آمادہ ہو گئے تو وہ کیا کرے گی ؟ یا اگر زولقرنین نے حیدر سے کسی طرح منوا لیا تو کیا حیدر اسے چھوڑ دے گا اپنے بھائی کے انصاف کے لیے۔

ایک دفعہ پھر اس کا دماغ گھومنے لگ گیا تھا۔
فوراً سے اپنی جگہ سے اٹھی اور شاور لینے کی غرض سے واشروم میں چلی گئی۔

... This Night is cold in the kingdom

.... I can feel you fade away

.. From the kitchen to bathroom sink and

... Your steps keep me away

, Don't cut me down , throw me out

..... leave me here to waste

.... i once was a man with dignity and grace

.. No I'm slippin through the cracks of your cold embrace

..... so please please

... ? Could you find a way to let me down slowly

... A little sympathy, I hope you can show me

... If you wanna go then I'll be so lonely

... If you're leaving, baby let me down slowly

For more visit (exponovels.com)

... LET ME DOWN SLOWLY

... LET ME DOWN SLOWLY

... LET ME DOWN SLOWLY

... LET ME DOWN SLOWLY

... If you wanna go

... then I'll be so lonely

, If you're leaving baby

.... Let me down slowly

اس وقت وہ زینیہ کی مسکراتی تصویروں میں کھویا ہوا تھا۔آنکھیں لہو رنگ تھیں۔جھپکنا تو جیسے بھول گیا تھا .

پورا کمرہ خالی تھا اور دیواروں پر جگہ جگی زینیہ کی مختلف تصویریں لگی تھیں۔جیسے اس نے نجانے کتنے وقت سے یہ سب کیا تھا۔اس کی محنت سامنے تھی۔سب تصویریں فوٹو فریم تھیں۔

کہیں وہ مسکرا رہی تھی۔کہیں غصے سے دیکھ رہی تھی کہیں وہ بات کر رہی تھی۔اس کے کئی روپ ہر تصویر میں قید تھے۔

اور وہ ایک مردا جسم کی مانند ٹکٹی باندھے اس سامنے تصویر کو دیکھ رہا تھا جو سب سے بڑی تھی اور پوری دیوار کے وسط میں لگی تھی۔
اس تصویر میں دو لوگ تھے۔
ایک زینیہ اور دوسرا وہ خود۔یہ تب کی تصویر تھی جب وہ دونوں کیمپ فائر میں بیٹھے تھے۔
اپنے ایک آدمی سے کہہ کر اس نے یہ تصویر کھچوائی تھی۔وہ دونوں ساتھ تھے لیکن نا مکمل۔

" برو۔۔۔زولقر " دروازے پر ناک ہوئی تب بھی اس کی لو نا ٹوٹی۔

" زی۔۔۔اوپن دا ڈور ڈیمٹ ! " ہمیشہ کی طرح جلدی غصے میں آ جانے والا ابراھیم اب بھی اپنا ٹیمپر لوز کر رہا تھا۔اس کمرے کا صرف ابراھیم کو پتہ تھا کیونکہ وہ اس کے سیکرٹس رکھتا تھا۔

زولقرنین نے اس کی تعیش زدہ آواز پر آنکھیں بند کی اور گہرا سانس لیا۔اور اپنی جگہ سے اٹھا۔
اس کا بھائی اسکا چیمپئن آیا تھا۔جس کے گلے لگ کر اسے سب ٹھیک کرنا تھا۔

دروازہ کھولا تو سامنے ہی ابراھیم غصے سے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اب دروازے پر کک مارنے لگا تھا کہ اتفاق سے جلدی زولقرنین نے دروازہ کھول دیا۔

For more visit (exponovels.com)

ابراھیم کی نظر اس پر گئ جو سرخ نگاھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

" بھائی " وہ اس کہ حالت پر تیزی سے اس کے سینے سے لگا۔
زولقرنین نے بھی اسی جوش سے اس کے گرد باہیں کر دیں۔اور اپنا چہرہ اس کی گردن میں دے دیا۔

" کس نے آپ کی یہ حالت کی۔۔۔نام بتائیں۔۔میں اس کو آپ کے قدموں میں نا لے آؤں تو میرا نام بھی ابراھیم سکندر نہیں " اس کو خود میں بھینچے وہ کڑے تیوروں سے بولا۔

" ن۔۔۔۔۔نہیں۔۔۔تم کچھ نہیں کر و گے " اس سے جدا ہوتے خود کو سنبھالتے کہا اور دروازہ اپنے پیچھے بند کر دیا ساتھ ہی فنگر پرنٹ لاک کر دیا۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ ابراھیم اندر زینیہ کے بارے میں جانے اپنے بھائی کے لیے وہ بہت جنونی تھا اسے علم تھا۔

" بھائی۔۔۔نام بتائیں۔۔۔ابھی " اس نے ضدی لہجے میں کہا۔

" چلو۔۔۔بابا. کے سامنے بات کرتے ہیں " اسکی کلائی پکڑتے وہ اسے اپنے پیچھے کھینچنے لگا۔

" مجھے بس نام بتا دو۔۔۔آگے میں سنبھال لوں گا۔۔یہ بابا بڑوں والے کام آپ کریں " وہ اس کے پیچھے چلتا پھر سے غصے سے بولا۔

" تم۔۔۔کچھ نہیں کرو گے۔۔۔ابراھیم " زولقرنین نے رک اسے سختی سے منع کیا جس پر اس نے لب بھینچ لیا۔

" چلو اب " وہ اسے کھینچتا اپنے بابا کے کمرے کی طرف لے گیا جہاں وحید سکندر صبح ہی آئے تھے۔ چارو نچار ابراھیم کو خود پر قابو کرنا پڑا۔وہ اتنا شریف نہیں تھا فطرت کے لحاظ سے یہ زولقرنین تھا جو سنبھال لیتا تھا اسے ورنہ اس کا غصہ اللہ کی پناہ۔

کمرے میں بہت خاموشی تھی۔یہ زندگی میں پہلی بار ہوا تھا کہ کمرے میں زینیہ اور حیدر موجود تھے اور خاموشی تھی۔گہری خاموشی جیسے کمرے میں کوئی ہے ہی نہیں۔

حیدر کی خاموش نظریں زینیہ پر ٹکیں تھیں۔جبکہ زینیہ ساکت ویران نظریں بیڈ کے کسی نقطے پر لگائے بیٹھی تھی .

ناشتے کے بعد اس نے ایک ایک بات ایک ایک چیز جو وہاں ہوٹیل میں ہوئی تھی سب بتا دیا تھا۔جس پر حیدر نے ساری بات خاموشی سے سنی تھی۔اور اب بھی وہ خاموش اسے ہی دیکھے جا رہا تھا .

" تم سے اتنی بیوقوفانہ حرکت کی امید نہیں تھی مجھے" کمرے کی خاموشی کو حیدر کی سنجیدہ آواز نے توڑا۔

زینیہ نے فوراً سے اس کی سمت دیکھا۔

" کیا مطلب ! " وہ نا سمجھی سے بولی۔

" ہاں تو اور کیا " وہ غصے سے اسے آنکھیں دکھاتے بولا۔

زینیہ کے پلے اب بھی کچھ نہیں پڑا۔

" تمہیں پتہ تھا کہ زولقرنین سے تمہارا نام جڑا ہے ؟ " حیدر نے سوال کیا۔

" نہیں " فوراً سے زینیہ نے انکار کیا۔

" مجھے پتہ تھا ! ' اب اگلا سوال کیا۔

" ظاہر ہے نہیں " اس نے پھر سے کہا۔

" میرے پیرنٹس اور تمہارے پیرنٹس کو پتہ ہے ! " اب سنجیدگی سے پوچھا۔

" مجھے۔۔۔نہیں پتہ " زینیہ نے کنفیوز نگاہیں اس کی طرف مرکوز کیں۔

" تو یہ پتہ لگانا چاہیے یا یہاں اپنا دماغ الٹے سیدھے خیالوں سے بھرنا چاہیے ؟ " حیدر غصے سے اپنی جگہ سے اٹھتے بولا کہ زینیہ اس کی آواز پر سر جھکا گئی اسے مزید رونا آ رہا تھا۔

"بتاؤ " اس کے سامنے بیٹھتے وہ تیز آواز سے بولا۔

" ہمم۔۔۔پوچھنا۔۔۔چاہیے " معصوم صورت کے ساتھ سر ہلاتے جواب دیا۔لہجہ پھر بھیگ رہا تھا.

" خبر دار جو روئی تم " حیدر نے اسے مزید ڈانٹا جو رونے کے پر تول رہی تھی۔

" اچھا۔۔بس کرو۔۔مجھے ڈانٹنا " زینیہ بھی اسی طرح نم آواز سے بولی۔بندہ بات ہی پیار سے کر لے لیکن نہیں حیدر صاحب کو ڈانٹنا تھا اس کی حرکت پر جو کب سے ٹسوے بہا رہی تھی فضول سوچوں پر۔

" میرا تو دل کر رہا ہے تمہاری اچھی خاصی دلائی کر دوں۔۔تا کہ تمہارا دماغ سیٹ ہو جائے " اس کی بھیگتی آنکھوں کی پرواہ کیے بنا وہ دوبارہ غصے سے بولا۔
زینیہ نے اسے شکایتی نظروں سے دیکھا۔

" خودی سے سب سوچ کر بیٹھی ہو کہ ایسا ہوا ویسا ہوا ایسا ہو گا ویسا ہو گا۔۔ہاں ! " اس کی طرف کڑے تیوروں سے دیکھتے کہا۔

" ہاں۔۔تو کیا کرتی میں۔۔۔۔میں ڈر گئ تھی سب کچھ جو ہوا " زینیہ نے بے تکا سا جواب دیا۔

" سیریسلی۔۔۔تم کیسے سوچ سکتی ہو۔۔۔کہ میں۔۔۔تمہیں چھوڑ دوں گا۔۔۔سچ میں ! گڈے گڈی کا کھیل ہے ہمارا رشتہ ! " وہ اس کے کنپٹی پر دو انگلیوں سے دباؤ دیتا سختی سے بولا۔

" نہیں۔۔۔میں ڈر گئ تھی بس " سر نیچے کرتے وہ منمنائی۔

" کیا ڈر گئی تھی ! ۔۔۔اس میں کیا ڈرنے والی بات ہے ؟۔۔۔۔میں گھر نا ہوتا تو تم گھر میں بات ہی نا کرتی ؟۔۔۔جو سب زولقرنین سمجھتا ہے اور جو اب اسے پتہ لگا ہے تمہیں کیا لگتا ہے وہ ہمارے گھر نہیں آئے گا وحید انکل کے ساتھ ! ۔۔۔یہ معاملہ دبا رہے گا ! بات نہیں کھلے گی کیا ؟ " اس کے آنکھوں میں غصے سے سرخی آ رہی تھی۔اسے زینیہ سے اس بیوقوفی کی امید نہیں تھی۔

" ہاں۔۔۔یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں " زینیہ اس کا پوائنٹ سمجھتے حیرانی سے بولی۔اب تو اسے بھی اپنی عقل پر ماتم کرنے کو دل کر رہا تھا۔اتنی بیوقوف تو وہ کبھی نہیں ہوئی تھی جتنا حیدر سے دور جانے کے ڈر نے بنا دیا تھا۔

" محبت کرنا گناہ نہیں۔۔۔ہم تو پھر ایک دوسرے کے نکاح میں ہی کوئی کیوں ہمیں دور کرنا چاہے گا جب سب بڑوں کے فیصلے سے یہ رشتہ بنا ! .... یہ جو مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔۔۔یہ بات کرنے سے سلجھے گا۔۔۔اصل بات نا تمہیں پتہ نا مجھے نا زولقرنین کو۔۔۔ہم تینوں صحیح ہیں اپنی جگہ۔۔۔لیکن تم اتنی بیوقوف کب سے ہو گئی مجھے بس یہ سمجھا دو " اس کے سر پر ہلکی سی چپٹ لگاتے وہ پھر سے عزت کر رہا تھا زینیہ کی۔

" بس کر دو حیدر۔۔۔کب سے مجھے ماری جا رہے ہو۔۔شرم نہیں آ رہی تمہیں اپنی اکیلی بیوی پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے ! یہ نہیں کہ پریشان ہے تو اسے پیار سے سمجھائے ایک تو ڈانٹ رہے ہو کب سے اور اب مار رہے ہو ! " وہ اسکے غصے بھرے لہجے سے تنگ آتی ترخ کر بولی اور شدید گھوریوں سے اسے دیکھنے لگی۔اب اپنی بیوقوفی پر پردہ بھی تو ڈالنا تھا۔

اس کے مارنے والے لفظ پر حیدر کی حیرت سے آنکھیں کھل گئیں۔یعنی اس نے کب مارا !

" میں تمہیں مار رہا ہوں ؟... کدھر مارا تمہیں میں نے ! کتنا خون نکلا ہے ! ہاں ؟ سر تو نہیں پھٹ گیا " دانتوں کو پیستے ہوئے کہا اسے مزید غصہ آ رہا تھا . ایک اور چپٹ وہ اسے لگا چکا تھا۔

" ہاں۔۔یہاں مارا تم نے۔۔۔تم جو غصے سے مجھے کب سے ڈانٹ رہے ہو وہ کافی نہیں تھا کیا۔۔پھر سے مارا تم نے۔"اپنے سر کی جگہ اشارہ کرتے کہا جہاں ابھی اس نے چپٹ لگائی تھی .

" حیدر۔۔۔یہ زینیہ کیا بول رہی ہے ! " تبھی نوین کمرے میں آتی حیرانی سے بولیں۔

حیدر نے آنکھیں گھماتے سر پکڑ لیا۔

وہ تو اپنے دھیان ناک کر کے اندر آنے لگی تھی کہ زینیہ کی بات پر وہ سیدھا ہی پریشانی سے اندر آ گئیں۔

" آپ آ جائیں۔۔۔اسے بیوقوفی کا ایک اور موقع دیں " اپنی جگہ سے اٹھتا وہ اپنا غصہ ضبط کرتے بولا.

" حیدر " انہوں سرزنش کیا جو پھر سے گھور رہا تھا زینیہ کو۔

" دیکھیں چاچی۔۔۔کیسے گھور رہا مجھے۔۔۔کب سے اس سے بھی زیادہ خطرناک انداز سے دیکھ رہا تھا ڈانٹ بھی رہا تھا اور مجھے مارا بھی " نوین مجتبیٰ کے ساتھ لگتی وہ شکایتیں لگا رہی تھی۔

" تم نے زینیہ کو مارا ! ۔۔۔حیدر ؟ " نوین مجتبیٰ حیرت سے بولیں۔انہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔ان کے بیٹے نے ہاتھ اٹھایا !

" آپ کی بہو۔۔۔۔بے حد بیوقوف ہے۔۔۔بہت ڈرماباز ہے۔۔۔۔میرا دماغ گھوما ہوا ہے۔۔۔مجھ سے کوئی فضول بات نا کی جائے " اپنا ماتھا مسلتا وہ سنجیدگی سے دونوں جو دیکھتا بولا۔

یہ جو زینیہ نے اپنے دماغ کی کھچڑی حیدر کے سامنے کھولی تھی تب سے اس کا میٹر گھوم گیا تھا کہ محترمہ اس لیے رو رہی ہیں کہ حیدر اسے چھوڑ دے گا۔مطلب مزاق ہے کیا یا کوئی ڈرامہ چل رہا ہے جس میں وہ کوئی اضافی کردار ہیں۔یا کوئی چیریٹی پروگرام جس میں زینیہ چیریٹی ہے اور اپنے بھائی پر ترس کھا کر وہ زینیہ کو پیش کر دے گا۔

" کیا بات ہے ! " وہ دونوں کو دیکھتی بولیں۔

" امی۔۔۔شام کو سب گھر پر ہوں۔۔۔بات کرنی مجھے " اپنی امی کو سنجیدگی سے دیکھتے کہا۔
زینیہ کا سر اور آنکھیں جھک گئیں۔

" خیریت ! " انہوں نے پریشانی سے پوچھا۔ان کا بیٹا کافی سنجیدہ جو تھا .

" بلکل۔۔۔اس کا دماغ سیٹ کرنا ہے " زینیہ کے سر پر دوبارہ چپٹ لگاتے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

زینیہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا جو اسے منٹ بعد چپٹ لگا کر غصہ دلا رہا تھا۔

" اچھا میری بیٹی پریشان ہو۔۔۔میں ہوں نا " وہ اس کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتی پیار سے بولیں تو زینیہ نے سر ہلا دیا.

حیدر اور زولقرنین۔یعنی دو بھائی۔اور ایک محبت۔

اور دونوں اس وقت آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ایک ہی ٹیبل پر۔لیکن خاموشی اتنی زیادہ تھی کہ پاس موجود ٹیبلز پر بیٹھے چند لوگوں کی کھسر پھسر بھی وہ محسوس کر رہے تھے۔

حیدر کی نظر زولقرنین پر تھی جبکہ زولقرنین ساکت ویران نظروں سے گردن ترچھی کیے کسی جگہ پر دیکھ رہا تھا۔

حیدر کو سچ میں زولقرنین میں اپنی پرچھائی نظر آئی۔اس کا دیکھنا۔اس کا اگنور کرنا۔اس کا بیٹھنا۔اس کے بال۔اس کا چہرہ۔اس کا قد و قامت۔سب تو حیدر جیسا تھا۔کوئی بھی اگر دیکھتا تو پہلی نظر میں جڑواں ہونے کا گمان کرتا لیکن وہ جڑواں نہیں تھے لیکن وہ جدا بھی نہیں تھے۔

"کیسے ہو ! " حیدر نے اس خاموشی کو توڑا۔

" یہ سوال یہاں آپ کے لیے مناسب نہیں ہے۔۔۔اور میرے لیے تو یہ بلکل نہیں ابھی " بنا حیدر کو دیکھے سنجیدگی سے جواب دیا۔

حیدر کو برا نا لگا۔

" مانا کہ۔۔۔تم ہر چیز مجھسے چرا گئے لیکن۔۔۔یار تم تو محبت بھی ایک ہی رکھ گئے۔"حیدر نے ہلکی سی ہنسی سے اسے کہا۔

زولقرنین نے سنجیدہ چہرہ اس کی طرف کیا۔
حیدر کو اس کی آنکھیں بے حد مرجھائیں اور ویران لگیں۔یہ ان آنکھوں جیسی روشن نہیں تھیں جو اس نے کبھی میڈل سرمنی اور اس دن ہسپتال میں دیکھی تھیں۔یہ تو زولقرنین کی آنکھیں نہیں تھیں ۔

" کیا یہ میری غلطی ہے ؟ " اس کا لہجہ تکلیف دہ تھا۔

" تو کیا اسے میں اپنی غلطی سمجھوں کہ میں اور زینیہ۔۔۔بڑوں کے کسی بھی فیصلے سے انجان۔۔۔ایک رشتے میں بندھے ؟ " حیدر بھی اسی کی طرح سپاٹ انداز سے بولا۔

" کتنی آسانی سے کہہ دیا آپ نے " زولقرنین کی آنکھوں کے کونے بھیگے کہ اس نے فوراً رخ پھیر لیا ۔

" سوچ بھی کیسے لوں یہ سب جو میں۔۔۔اپنے ساتھ سوچ چکا ہوں " ضبط سے چہرہ حیدر کی طرف کرتا وہ ٹیبل پر زور سے ہاتھ مارتا بولا۔

حیدر پر سکون تھا۔

" بچپن سے مجھے بتایا گیا کہ۔۔۔زینیہ ہی تمہاری ہے۔۔۔اس سے شادی ہو گی۔۔۔اور جب میری محبت اتنی بڑھ گئی کہ سانس بھی اس کے بغیر لینا دشوار ہے تو۔۔۔اب مجھ سے۔۔سب سانسیں چھیننے پر آ گئے ہیں ! " وہ ضبط کر رہا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں پانی تیر آیا تھا۔وہ اب بول رہا تھا اس دن کے بعد سے۔

" اس احمر کو میں نے دیکھنے کے چلنے کے قابل نہیں چھوڑا کہ اس نے زینیہ کو تکلیف پہنچائی تھی۔۔۔ میری بھی سانس رک گئی تھی جب زینیہ کو میں نے بے ہوش ہوتے دیکھا تھا۔۔۔آپ نہیں تھے وہاں ۔۔۔میں تھا۔۔۔میں تھا۔۔۔میں تھا وہاں۔۔۔اس کے پاس۔۔۔میں نے بچایا تھا " وہ وہ درد اور غصہ برداشت کرتا چیخنے کے انداز میں بولا۔

حیدر نے گہرا سانس لیا۔

"کچھ باتیں کلیئر کر لو نین۔۔۔ایک تو یہ کہ میں حیدر ہوں۔۔۔میں۔۔۔میرا نام ہی فقط زینیہ کے لیے تقویت ہے۔۔۔تو سوچو۔۔۔میرا پورا وجود کیا اہمیت رکھتا ہو گا اس کے لیے ! " ٹیبل پر دونوں ہاتھ رکھتا تحمل انداز سے بولا۔

زولقرنین نے سر جھٹکا۔یہ سب نہیں سننے آیا تھا وہ۔

" میرے نکاح میں آنے سے پہلے بھی۔۔۔اس نے کسی لڑکے کی طرف نہیں دیکھا۔۔۔یہاں تک کہ مجھے علم بھی نہیں تھا کہ وہ مجھے پسند کرتی ہے۔۔۔نین اگر تمہارے لیے وہ بنی ہوتی تو میرے نکاح میں ہونے یا نا ہونے سے فرق نا پڑتا۔۔۔وہ تمہیں مل جاتی " وہ ایک بڑے بھائی کی طرح بول رہا تھا۔وہ جیسے زولقرنین کی اندر کی حالت سمجھ رہا تھا۔

" میں اگر وہاں ہوتا۔۔۔تو اس احمر کے پاس اتنی بھی ہمت نہیں ہونی تھی کہ وہ ایک غلط آنکھ اٹھا کر بھی زینیہ کو دیکھ لے تکلیف پہچانا تو دور کی بات تھی" اس احمر کے تصور پر اس کا جبڑا بھینچ گیا تھا ۔

زولقرنین نے اسے دیکھا۔

" تم سے میں یہ ڈسکس نہیں کرنے آیا کہ تم کیا کر سکتے ہو اور میں کیا کر سکتا ہوں ۔۔۔میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ تم کون ہو۔۔۔اور میں کون ہوں " وہی تحمل انداز تھا اس کا کہ زولقرنین خود کو ریلیکس کرے۔

" تم زولقرنین ہو جسے زینیہ کبھی اس آنکھ سے نہیں دیکھے گی جس آنکھ سے وہ حیدر کو دیکھتی ہے ۔۔۔میں نا بھی رہا تو وہ اتنی وفادار ہے کہ میرے نام پر اپنی زندگی گزار دے گی۔۔۔اور تم اس امید پر ہو میری زندگی میں ہی کہ وہ مجھے چھوڑ کر تم تک آئے گی ! " اب حیدر نے اصل پوائنٹ اس کے سامنے رکھا تھا جو زولقرنین کے دماغ میں چل رہا تھا۔

زولقرنین نے رخ پھیر لیا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ حیدر اس کا دماغ پڑھ لے گا۔

" تم چاہتے ہو کہ میں اسے۔۔چھوڑ دوں اور وہ تمہارے پاس آ جایے کیونکہ اصولاً تم نے اب تک اس کا انتظار کیا اور اس سے محبت کی ! " حیدر نے سوال داغا۔
ایک اور پڑھک وہ اس کے دماغ کی سامنے رکھ چکا تھا۔
" ہمم " اس نے کمزور سی حامی بھری۔

For more visit (exponovels.com)

" یہ غلطی ہے تمہاری۔۔۔اول تو وہ مجھے ایسا کرنے نہیں دے گی کیونکہ جب سے وہ واپس آئی ہے رو رو کر اس نے میری سانس تنگ کی ہوئی ہے کہ کہیں میں اپنے بھائی کی محبت میں اسے چھوڑ نا دوں حالانکہ اسے نا بڑوں کی فکر ہے نا تمہاری اسے یاد آتی ہے" حیدر نے کندھے اچکاے اسے ایک حقیقت دکھائی۔

زولقرنین کا دل مزید دکھا یعنی وہ بھی اس سے دور ہی رہنا چاہتی تھی۔

" میں اسے اگر چھوڑ بھی دوں تمہاری خاطر نین۔۔۔تو پتہ کیا ہو گا ! "

زولقرنین نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

" وہ بھاگ جایے گی۔۔۔بہت دور۔۔۔جہاں اس پر۔۔۔اپنے بڑوں کا۔۔۔میرا تمہارا سایہ بھی نا پڑے ۔۔۔اپنی محبت میں باغی ہے وہ " سکون سے کرسی پر ٹیک لگاتے وہ ہنس دیا۔وہ کیسے بتا دے کہ زینیہ کیا ہے۔

" مجھے آپ صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ تم پلٹ جاؤ " زولقرنین نے جل کر جواب دیا۔

" تو اب تل تمہیں کیا لگتا ہے میں بھاشن کس بات کا دے رہا ہوں " اب حیدر کو بھی غصہ آ گیا تھا
۔

" حیدر بھائی۔۔میرے لیے بے حد مشکل ہے " زولقرنین نے ہارتے ہوئے جواب دیا۔

" اتنے دن اسے دیکھے بنا بات کیے بنا تو تمہاری سانسیں چلتی رہی ہیں۔۔۔ آگے بھی زندہ رہ لو گے ۔۔۔۔ہاں پھر بھی تم چاہتے ہو کہ زینیہ تمہاری ہو جائے تو میری شہادت کا ویٹ کر لینا آخر کو میجر ہوں بھری جوانی میں بھی شہادت مل سکتی ہے۔۔۔وہ بھی بھری جوانی میں پھر بیوہ ہو جائے گی۔۔پھر تم ٹرائے کر لینا " حیدر اسے سکون سے شہادت کا پیغام دیتا بے سکون کر گیا تھا۔

" اللہ نا کرے۔۔۔۔آپ کا ساتھ سلامت رہے ہمارے ساتھ۔۔۔اور میں کیسے۔۔۔آپ سوچ بھی کیسے سکتے ہیں کہ میں ایسا سوچوں گا ! " وہ ہتھے سے اکھڑ کر اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

حیدر مسکرایا۔اس کی مسکراہٹ حسین تھی یہ تو نین کو بھی یقین ہوا تھا۔
" ابھی تو آپ سے ملاقات ہوئی ہے۔۔۔اور آپ شہادت کی بات کر رہے۔۔۔۔مانا کہ ہم نڈر ہوتے ہیں ایسی باتوں کے لیے۔۔۔ہم ہر وقت شہادت کے لیے تیار رہتے ہی لیکن۔۔۔آپ کیسے میری

خواہش کی خاطر ایسا بول سکتے ہیں " زولقرنین کا دل پھٹنے کو آ گیا تھا۔اپنے باپ کے بعد اس کا آئیڈیل آرمی فیلڈ میں حیدر ہی تو تھا۔وہ الگ بات تھی کہ وہ ملتے نہیں تھے یا مل نہیں پاتے تھے۔

حیدر کھڑا ہوا اور اس کے پاس آیا۔

" ہم دونوں جس راستے پر کھڑے ہیں ہمارے بڑوں نے وہ راستہ دکھایا غلطی ہماری نہیں۔۔۔لیکن جزبات میں آ کر اگر غلطی کر دی۔۔۔تو شائد سب تباہ ہو جائے۔۔۔اب ہمیں غلطی نہیں کرنی چاہیے " اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے تحمل سے سمجھایا۔

زولقرنین نے اسے دیکھا۔اس کی بات سو فیصد صحیح تھی۔

" سوچ لو سمجھ لو۔۔۔اور اگر دل مان جائے تو گھر میرے آ کر میرے سینے سے چپ چاپ لگ جانا۔" اس کے کندھے پر تھپکی دی۔

زولقرنین تو بس اسے دیکھتا ہی رہ گیا جو سحر سا اس کے اندر اتار گیا تھا۔

" اللہ حافظ " آنکھوں پر گوگلز لگائے اور پلٹ کر چلا گیا۔

وہ گلاس ڈور سے اس کا گاڑی میں بیٹھنا اور جاتا دیکھنے لگا۔

اس وقت تو زولقرنین کو حیدر ہی سنبھال سکتا تھا جو وہ سنبھال گیا۔
سب ایسے ہی نہیں کہتے تھے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کا عکس ہیں۔
وہ چاہتا تو زولقرنین سے لڑ سکتا تھا۔اور زولقرنین بھی چاہتا تو حیدر سے لڑ سکتا تھا۔لیکن ایسا نہیں ہوا۔
بلکہ دونوں ہی فطرتاً ٹھنڈے مزاج کے تھے اپنوں کے لیے۔

" ہم تو بہت خوش ہیں۔۔۔ہمیں ابراھیم سے بہتر لڑکا نہیں مل سکتا ہماری کشف کے لیے " کشف کے والد نے خوش دلی سے جواب دیا۔

ابراھیم اپنی عادت کے خلاف کافی سلیقے اور سکون سے بیٹھا تھا۔نا اکڑ دکھا رہا تھا جو ہر وقت کشف کو دکھاتا تھا نا ہی کوئی معنی خیز بات کر رہا تھا۔بلکہ خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا جبکہ اس کی نظریں بری طرح سے کشف کو ڈھونڈ رہی تھیں جو ابھی تک گھر نہیں پہنچی تھی۔اس وقت جتنا سکون دہ وہ لگ رہا تھا اندر سے اتنی آگ بھر رہی تھی۔اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ کشف کی جاب کو آگ لگا دے اور اسے گھر بٹھا دے۔کتنے پیار سے کہا تھا کہ وہ اپنے والدین کو بھیجے گا رشتے کے لیے اور اسے علم بھی ہو گیا تھا کہ وہ اس کے گھر اپنے والدین کے ساتھ گھر آ گیا ہے تو اس کا کام بنتا تھا کہ گھر پہنچتی اور تیار ہو کر اس کے لیے سجتی۔لیکن نہیں اسے ابراھیم سے زیادہ کام ضروری تھا اس وقت ! یہ بات ابراھیم کو ہضم کرنی مشکل ہو رہی تھی۔

" تو اس جمعے کو میں نکاح کے ساتھ رخصتی بھی چاہتا ہوں۔۔۔کیونکہ زولقرنین کو کچھ دن کا رلیف ملا ہے پھر سے اسے جانا پڑے گا۔۔۔تو اس سے پہلے پہلے میں اس کی موجودگی میں ابراھیم کی شادی کرنا چاہتا ہوں " وحید سکندر نے بہت تحمل سے سنجیدگی سے ساری بات کی تھی۔

" ہمیں کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔بلکہ یہ تو بہت خوشی کی بات ہے " کشف کے والد نے خوش دلی سے کہا۔

" تو پھر بات پکی سمجھیں ! " وحید سکندر نے مسکرا کر پوچھا۔

" بلکل بلکل۔۔۔جاؤ صائمہ مٹھائی لاؤ " تبھی انہوں نے مسکراتے اپنی بیوی کو کہا تو وہ بھی مسکراتی اپنی جگہ سے اٹھیں۔

ابراھیم کا چہرہ ضبط سے سرخ ہو رہا تھا۔سب کی نظر میں سکون دہ حالت میں نظر آنے والا ابراھیم اس وقت اندر سے کتنی تپش سے بھرا ہوا تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔
وہ انہی سوچوں میں غرق تھا کہ جھٹکے سے دروازہ کھلا۔

ابراھیم نے گہرا سانس لے کر آنکھیں بند کیں یعنی کہ محترمہ آ گئیں تھیں۔اب غصہ برداشت کرنا اور مشکل لگ رہا تھا۔

" اسلام۔۔۔ علیکم۔۔۔ سو سوری میں۔۔لیٹ ہو گئی۔۔۔ایمرجینسی تھی " وہ ڈرائینگ روم میں آتی پھولی سانسوں کے درمیان بولی۔ہراساں نگاہیں تو ابراھیم پر بھٹک بھٹک کر جا رہی تھیں جو سنجیدہ چہرہ لیے سامنے ایل ای ڈی کو گھور رہا تھا جیسے وہ آیا ہی اسی کام کے لیے تھا۔لیکن یہ کشف جانتی تھی کہ اس وقت ابراھیم کس حالت میں تھا۔اس کا خوف سے جسم سنسنا اٹھا۔

" اٹس اوکے بچے۔۔۔ آپ آؤ یہاں " وحید سکندر نے پیار سے کہا۔
کشف نروس سی ہوتی ان کے پاس آئی اور سر پر پیار لیا۔

" ڈاکٹرز اور آفیسرز کے لیے ہمیشہ ان کا پیشہ اہم ہونا چاہیے۔۔پھر فیملی " انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے کہا۔
کشف نے چور نگاہوں سے اسے دیکھا جو اب بھی لاپرواہ بنا بیٹھا تھا۔

" ایکسکیوز می۔۔۔۔ چینج کر لوں ۔۔۔پھر آتی ہوں ؛ " کشف نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

For more visit (exponovels.com)

" ہاں بیٹا شیور " وحید سکندر نے نرمی سے کہا تو کشف ایسے تیزی سے کمرے سے نکلی جیسے کوئی ٹرین ہاتھ سے چھوٹ رہی ہو۔

" ایکسکیوز می ڈیڈ۔۔۔میں آتا ہوں۔۔۔دس منٹس تک۔۔۔امپورٹنٹ کال " اپنا موبائل نکالتا سب پر نظر دوڑاتا تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔

" وحید صاحب۔۔۔زولقرنین نہیں آیا آپ کے ساتھ ! " کشف کے والد نے سوال کر ہی لیا جو انہیں ڈسٹرب کر رہا تھا۔

" اسے اس وقت اپنے پلٹون کے کسی میجر سے ملنا تھا۔۔۔اس کا جانا ضروری تھا۔۔۔تو میں نے روکا نہیں " وحید سکندر نے ان کو ریلیکس کیا۔
" اچھا سہی " وہ بھی ان کے جواب سے اب مطمئن ہو گئے تھے۔

" یا اللہ۔۔۔۔۔۔اوفففففف۔۔۔۔میں لیٹ ہو گئی۔۔۔۔ابراھیم مجھے کچا کھا جائے گا " وہ دروازہ کھول کر اندر آتی پریشانی سے اونچی آواز سے بولی۔قدم اس کے ڈریسنگ روم کی طرف تھے۔

" میرا بھی یہی دل کر رہا ہے کہ تمہیں میں کچا چبا جاؤں " تبھی کمرے میں رعبدار آواز گونجی۔

" واٹ ؛ " وہ ابراھیم کی آواز سن کر پریشانی سے جھٹکے سے گھومی اور اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر جیسے بے ہوش ہونا باقی رہ گیا تھا۔
وہ اس کے بیڈ پر بیٹھا ہوا تھا اور چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی۔

" میرے ۔۔۔ کمرے میں ۔۔۔ پہلے کیسے ۔۔۔ آ سکتے ہو ! " وہ حیرانی سے چند قدم اس کی طرف لیتی بولی۔
ابراھیم جھٹکے سے بیڈ سے اٹھا کہ کشف ڈر کر ایک قدم پیچھے ہوئی۔

وہ اب ایک ایک قدم اس کی طرف لینے لگ گیا تھا اور کشف حلق تر کرتی پیچھے قدم لے رہی تھی۔

" ایم ۔۔۔ سو سوری ۔۔۔ رئیلی سوری ۔۔۔ میں لیٹ نہیں ۔۔۔ ہونا چاہتی تھی " وہ ڈریسنگ روم کے دروازے سے لگتی منمنائی۔

" کیا کہا تھا میں نے ! " زور سے اس کی سائڈ پر ہاتھ رکھتے اس کے چہرے پر غرایا کہ وہ آنکھیں بند کر گئیں۔

" سوری نا۔۔۔" آنکھیں بند کیے وہ دوبارہ سے منمنائی۔

" بتایا تھا نا۔۔۔کہ میں آؤں گا۔۔۔اور تمہیں فرصت نہیں ملی ! " دوسرا ہاتھ اس کے دوسری طرف دروازے پر زور سے رکھتے پوچھا۔
اللہ جانے اسے کشف کو ڈرانے میں کیوں لطف آتا تھا.

" سو سوری۔۔۔پلیز " ہلکی سی آنکھیں کھولتی وہ منت کے انداز میں بولی۔۔

" میرا دل کر رہا ہے۔۔۔۔تمہارا خون پی جاؤں " اس کے چہرے پر اپنی سرخ نگاہیں ٹکاتے ہوئے دوبارہ دانت پیسے۔

" تم نے۔۔۔کیا قسم کھائی ہوئی ہے ک۔۔۔۔کہ مجھے۔۔۔بس ڈرایا کرو گے۔۔۔۔جب بھی ملو گے ! " اپنی نم ہتھیلیوں کو اس کی ویسٹ پر رکھتے ناراضگی سے پوچھا۔البتہ نظریں کبھی اٹھ رہی تھیں تو کبھی جھک رہی تھیں۔

" تو تم ڈرتی ہو مجھ سے ! .... مجھے تو لگا تھا بہت پیار کرتی ہو مجھ سے ! ۔۔۔۔میں ایسے ہی خوش تھا اور رشتہ لے کر آ گیا " اس کے جبڑے کو ہاتھ کی نرم گرفت لیتے پوچھا۔ایکٹرت بہت بڑا.

" ہوووو۔۔۔۔بئ تم خوش ہو۔۔۔اوکے۔۔۔۔بہت پیار کرتی تم سے میں۔۔۔وہ الگ بات ہے تم مجھسے کبھی پیار سے بات نہیں کرتے بس ڈرانے پر لگے رہتے ہو۔۔سانس سکھا دیتے ہو " اس کی ویسٹ سے شرٹ کو مٹھیوں میں بھینچے وہ جلدی سے بولی۔یہ بھی برداشت نہیں ہوا تھا کہ ابراھیم کوئی غلط بات اس کے لیے سوچے۔

" اچھا۔۔۔۔تو کبھی پیار تو دکھایا تو نہیں۔۔۔"اس کے چہرے سے دو انچ کے فاصلے پر گھمگھیر آواز سے کہا کہ اس نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

" تم۔۔۔نے بھی۔۔۔۔۔تو۔۔۔نہیں دکھایا پیار کبھی " اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا انداز روٹھا ہوا تھا۔

" میں تو ہر بار۔۔۔غصے میں بھی بے پناہ پیار کرتا ہوں۔۔۔لیکن تم نے کبھی مجھے پیار کیا ہی نہیں۔۔۔ ہوتا تو کرتی نا " اس کی آنکھوں میں دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔آنکھوں میں ہلکی سی شرارت کی رمق تھی لیکن اسے احساس دلایا جا رہا تھا۔

کشف نے اس کی ہر ملاقات کو یاد کیا تو اسے ان ملاقاتوں میں جو محسوس کیا تھا وہ یہ تھا کہ ابراھیم کی تشنگی اسکی چاہت اس کا لمس ملتا رہا تھا۔ایسی کوئی ملاقات نہیں تھی جس میں ابراھیم اسے اپنا لمس بخشے بنا گیا ہو۔

" تم مجھ۔۔۔سے کیا۔۔۔چاہتے ہو " اس کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھتے پوچھا۔

" اپنا پیار ثابت کرو " اس کی آنکھوں میں جھانکتے کہا۔

" کیسے ! " آواز مدھم ہو گئی تھی۔
وہ اس کے چہرے کے بلکل قریب اپنا چہرہ لے گیا۔

" مسز ابراھیم۔۔۔میرا پیار کیا ہے کیسا ہے کتنا ہے کیوں ہے یہ سب سوالوں کے جواب میں۔۔۔ تمہیں اس دن دوں گا۔۔جب تم میری سیج سجا کر۔۔۔میرے روم میں۔۔۔میرے بیڈ پر ہو گی۔۔۔ لیکن ابھی "
وہ اس کے کانوں میں سرگوشی کرتے اور اس کے قریب ہوا کہ اپنا وزن اس پر منتقل کر دیا۔
کشف نے سہم کر ایک انچ کے فاصلے پر اسے دیکھا۔

" یو نیڈ ٹو شو یور لو۔۔۔فار ابراھیم " اس کی ناک پر لب رکھتے گھمگھیر آواز میں کہا کہ وہ اس کی آواز کے سحر میں بری طرح جکڑتی اس کے کمر سے ہاتھ گزار کر اس کے سینے کا حصہ بن گئ۔

" مسز ابراھیم۔۔۔شو می یور لو " اس کے سر پر لب رکھتے اسی آنچ دیتے لہجے میں کہا۔

" تم مجھے۔۔۔مار دو گے " اس کی گھبرائی سی آواز نکلی۔

ابراھیم کا دل کیا قہقہ لگائے۔

" نہیں۔۔تم ٹرائے کرو " اس کے اوپر اور اپنے جسم کا زور لگاتے اسے بے بس کر دیا۔

" مجھے دروازے میں گھسانا ہے کیا " اس کے وزن کے نیچے دبتے وہ ہلکے غصے میں بولی۔

لیکن غصہ کہاں ٹکنا تھا جب اس کی نگاہیں اپنے ہونٹوں پر محسوس کیں۔دل جیسے بری طرح دھڑک اٹھا تھا۔

" ابراھیم۔۔۔تم مجھے۔۔۔مار دو گے " وہ آنکھیں جھکا گئ۔

ابراھیم نے اس کا چہرہ اوپر کیا۔

" مجھے تنگ نہیں کرو گی تو۔۔۔سزا نہیں ملے گی " اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی پھونک مارتے کہا۔

" مگر تم۔۔۔اپنے تلوار جیسے دانت۔۔۔میرے روئی جیسے ہونٹوں میں گھسا دیتے ہو۔۔۔ایڈیٹ۔۔۔ ویمپائر کی طرح میرا ہی بلڈ پیتے ہو " اس کہ کمر پر مکا بنا کر مارتے وہ زچ ہو کر بولی کہ ابراھیم کا قہقہہ گونجا۔

اس کی ہنسی کو اتنے پاس سے وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی کہ خود بھی ہنس دی۔

اس کے قدموں پر اپنے پاؤں رکھے کہ ابراھیم نے اس کی کمر سے اسے تھاما تا کہ گرے نا۔

" تمیز سے پیار کرو گے نا۔۔۔تو میں تمہیں پیار کرنے سے تھکوں گی نہیں " اس کے چہرے کے پاس چہرہ کرتے دل جلا دینے والی مسکان سے کہا.
وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

کشف نے آگے ہوتے اس کے ہونٹوں پر ہلکا سا بوسہ دیا. اور چہرہ پیچھے کیا۔اسے لگا تھا کہ وہ پیچھے ہٹنے نہیں دے گا مگر اس نے کوئی ریسپونس نہیں دیا۔

" اب لڑکیاں اچھی لگتی ہیں ایسے کرتے ہوئے " دوبارہ اس کی کمر پر مکا مارا جو اس کے پیار پر ریسپونس بھی نہیں دے رہا تھا۔

" میرا مسئلہ ہے ایک۔۔۔۔کہ جب میں پیار کرتا ہوں نا۔۔۔۔تو شدت سے کرتا ہوں " اس کے ناک پر دانتوں کا دباؤ دیتے کہا کہ وہ ہنس دی۔جانتی تھی کہ پیار سے پیار کرنے کا مادہ ابراھیم میں نہیں .

اور وہی ہوا جس سے کشف ڈر رہی تھی۔

اس کا لمس جو شدت سے بھرا تھا مگر اس کا مان اس کی چاہت اس کا دلبرانہ انداز الگ تھا۔
پاگلوں کی طرح چاہنے والا ابراھیم سکندر کشف ابراھیم کی سانسوں کو بس اپنے اندر گھول دینا چاہتا تھا ۔کسی بھی طرح کسی بھی قیمت پر۔
کشف نے اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں بھینچ لیا۔
اور وہ اپنے تلوار جیسے دانتوں سے اب اس کے روئی جیسے ہونٹوں کے ساتھ کھیلنا شروع ہو چکا تھا.
دانتوں میں دبا کر زور دیتا پھر چھوڑ کر خوب پیار کرتا۔پھر سے وہی عمل دوہراتا۔
اس کی سانسوں کو تو جیسے بند ہی کر دینا چاہتا تھا وہ صحیح شکایت لگا رہی تھی اس کی کہ وہ اسے مار دے گا۔
اس کی کمر اس نے ناخون گاڑے برداشت جو ختم ہو گئی تھی۔

اس کے بے جان ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی محسوس کرتے وہ ہلکا سا دور ہوا۔
دونوں کا تنفس بری طرح سے پھول چکا تھا۔دونوں ہی گہرے گہرے سانس لے رہی تھے۔

اس نے جھک کر کشف کے کندھے پر سر رکھ دیا۔
" تم۔۔۔غضب ہو۔۔۔ڈاکٹرنی" اس کے کندھے ہر سر رکھے ہوئے بولا۔

" میں۔۔۔۔نے۔۔۔کہا تھا۔۔۔نا۔۔۔تم۔۔۔۔مار۔۔۔دینے۔۔۔پر تل۔۔۔جاتے ہو۔۔۔میں۔۔۔مر جاتی۔۔۔۔پھر ! " اس کی کمر پر ناخن کھباتے وہ گہری سانسوں کے درمیان بولی۔اس کے منہ میں اپنے ہی ہونٹوں کے خون کا ذائقہ گھل رہا تھا۔
اور وہ اس کے ناخنوں کو تیز درد برداشت کرتا اس کے کندھے پر سر رکھے ہنسنے لگا۔

" ایک منٹ۔۔۔یہ میرا کمرہ ہے۔۔۔او مائی گاڈ۔۔۔ہٹو۔۔۔ہٹووووو " اس کو پوری جان سے دھکا دیا۔

" کیا اب ! " اس کی غصے سے رگیں پھولی دیکھ کر وہ بولا۔

" تم میرے کمرے میں۔۔۔یہ۔۔۔اوففففف۔۔۔۔میں نیچے انکل کو کہہ کر آئی تھی کہ میں چینج کر کے آتی یوں۔۔۔۔اور تم۔۔۔۔ تممم نے مجھے۔۔۔۔"

" زور سا کس کیا " اس کی جھنجھلائی حالت پر وہ مسخرہ کرنے سے باز نا آیا اور کھلکلا کر قہقہہ لگا گیا۔ وہ اس غصے میں بھی سرخ ہو گئ تھی۔

" ابراہیم نیچے جاؤ۔۔۔ابھی۔۔۔سب کے ساتھ۔۔۔ایڈیٹ۔۔۔ہماری بات پکی ہونی تھی آج " وہ اپنا ماتھا مسلتے ہوئے پریشانی سے بولی۔اسے علم بھی نہیں تھا کہ وہ کتنے دیر سے اس کمرے میں تھے۔

" مسز ابراھیم۔۔۔آپ کی اطلاع کے لیے۔۔۔ہماری بات پکی کیا۔۔۔ہمارے دن بھی ڈل گئے ہیں " اس کی کمر پر دوبارہ ہاتھ رکھتے وہ بڑے سکون سے بمب پھوڑ گیا تھا۔

" کیاااا۔۔۔کب ! " اس کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔

" نیکسٹ فرائیڈے مائی لو " اس کے گال کو تھپتھپاتے کہا۔

" نوووووو۔۔۔وے۔۔۔اتنی جلدی " اس کی تو صدمے سے آواز ہی اٹک گئ۔

" واٹ جلدی۔۔یہ دیر لگا رہے ہیں سب۔۔۔میں تو تمہیں اسی وقت اٹھا کر رخصت کروا لوں۔۔۔ جمعہ تو بہت دور ہے " اس کی طرف غصے سے دیکھتے کہا۔

" ابراھیم۔۔۔بندے کی ایک ہی دفعہ شادی ہونی ہوتی ہے۔۔۔اور کئی ارمان ہوتے ہیں۔۔۔ میرے بھی اتنےےےےےے سارے ارمان ہیں " اس کے حصار میں ہی وہ بازوؤں کو کھولے بولی اور ابراھیم کو اس کا یہ انداز بے حد پیارا لگا۔

" اچھا۔۔جیسا کہ ! " اس کی کمر پر انگلیوں سے ٹیپ کرتے پوچھا۔

" مجھے پہلے ڈیڑھ ساری شاپنگ کرنی ہے جو ولیمے تک جاری رہے۔۔۔پھر مجھے سلون بک کروانا ہے ۔۔۔پھر مجھے بہترین مہندی آرٹسٹ چاہیے جو اتنی حسین مہندی لگائے جو آج تک کسی برائیڈ نے نا لگائی ہو۔۔پھر میں نے۔۔۔بے حد حسین لگنا ہے۔۔۔اپنی فرینڈز کو بلانا ہے۔۔۔اپنی مہندی پر میں نے فیمس بینڈ کو بلانا ہے۔۔۔مجھے قوالی نائٹ رکھنی ہے۔۔۔اور .... " اس کے حصار میں کھڑے پٹر پٹر بولنا وہ شروع ہو چکی تھی۔
جس کو بند کرنے کا ابراھیم کے پاس ایک ہی حل تھا۔

خاموش تالا۔💋🔒

For more visit (exponovels.com)

وہ اس کی بولتی بند کروا گیا تھا مگر نرمی سے۔

" جانِ ابراھیم سب ہو گا۔۔۔مگر ابھی۔۔۔اپنی پٹر پٹر چلتی زبان کو بند کریں۔۔۔پانچ منٹ میں نیچے آئیں " اس کے سرخ کندھاری گالوں پر انگلی پھیرتے پیار سے کہا اور تھوڑا دور ہوا۔

" تم۔۔۔بہت بدتمیز ہو۔۔۔ابراھیم " اپنی انگلیوں کو چٹخاتے منمنائی۔

" مجھے علم ہے۔۔۔تمہارے معاملے میں ہمیشہ تھوں گا۔۔۔سی یو " اس کی طرف فلائنگ کس اچھالی اور کھڑکی کی طرف بڑھا جہاں سے اندر آیا تھا۔

" اب جاؤ بھی " اسے بندروں کی طرح کھڑکی سے لٹکے پا کر وہ بولی۔

" میرا فلائنگ کس ریٹرن کرو۔۔۔لوو کے مینرز ہی نہیں پتہ تمہیں " آنکھوں کو سکیڑتے حکم بھی دیا اور طنز بھی۔

For more visit (exponovels.com)

" بائے ڈارلنگ " آنکھ ونک کرتے بڑے مزے سے وہ ڈریسنگ میں گھس گئی۔کہاں لکھا تھا کہ ابراھیم کو سیدھی طرح ملے گی کشف !

وہ ہنس دیا اس کے انداز پر۔

" ہمیں اکٹھا کر کے حیدر کہاں ہے ؟ کیا بات کرنی اس نے ؟ " مجتبیٰ نے چائے کا سپ لیتے کہا۔

" کہہ رہا تھا کہ وہ آٹھ بجے تک آ جائے گا " نوین مجتبیٰ نے چائے کا کپ پکڑتے کہا۔

اس وقت لاؤنج میں سب بیٹھے ہوئے تھے۔ مجتبیٰ شکیل نوین فزا۔

البتہ زینیہ اپنے کمرے میں تھی جو حیدر کے آنے کے انتظار میں تھی۔اس بات کا تو اسے بھی علم نہیں تھا کہ کیا بات کرنے کے لیے اس نے سب کو اکھٹا کیا ہے۔
تبھی بایر دروازہ ناک ہوا۔ملازمہ نے دروازہ کھولا تو سامنے وحید سکندر کو پایا۔ملازمہ نے تو پہچانا نہیں تھا البتہ وحید سکندر نے اپنا تعارف کروایا۔

" بی بی جی بایر کوئی وحید سکندر نام کا شخص آیا ہے " ملازمہ نے آ کر پیغام دیا تو سب کو ایک دم اچھو لگا۔
سب ہونق بنے ملازمہ کو دیکھ رہے تھے کہ کیا سچ میں وہ وحید سکندر کا نام لے رہی تھی۔

" تم مزاق کر رہی ہو ! " نوین مجتبیٰ کی پھنسی سے آواز گلے سے نکلی۔
" جی بی بی جی۔۔۔یہی نام بتایا انہوں نے " ملازمہ نے دوبارہ سے کہا۔
شکیل اور مجتبیٰ فورا اپنی جگہ سے اٹھے تا کہ باہر وحید سکندر سے مل سکیں جو نجانے کہاں چھپ گئے تھے ابراھیم کی پیدائش کے بعد سے۔۔اب تو یقیناً ان کا بیٹا بھی بڑا ہو گیا تھا۔
نوین اور فزا بھی تیزی سے دروازے کی طرف بڑھیں۔

" وحید ! " دروازے پر پہنچتے مجتبیٰ نے آواز دی تو وہ جو رخ مورے مین گیٹ کے پاس کھڑے تھے کہ پلٹے۔
مجتبیٰ اور شکیل خوشی سے ان کی طرف بڑھے اور بار بار گلے ملے۔وحید سکندر بھی پورے جوش سے ان سے ملے۔

" بھائی " تبھی نوین تیزی سے ان کی طرف بڑھی تو وحید سکندر نے ان کو اپنے سینے سے لگا لیا۔اتنے سالوں بعد اپنی بہن کا لمس پا رہے تھے۔

" کہاں چلے گئے تھے آپ ! " وہ ان کے سینے سے روتی ہوئی شکوہ کر رہی تھیں جبکہ وحید سکندر ہلکی مسکراہٹ سے ان کا سر بار بار چوم رہے تھے۔

" چلو اندر وحید۔۔۔"شکیل نے اندر کی طرف بلایا تو سب اندر کی طرف بڑھ گئے۔
ابھی سب بھول گئے تھے کہ حیدر نے سب کو کسی مقصد کے لیے اکھٹا کیا تھا یہ تو اتفاق تھا کہ وحید سکندر بھی موقعے پر موجود تھے

" میں زینیہ کی رخصتی چاہتا ہوں "

حیدر نے گویا سب پر اچانک ہی بمب پھوڑا تھا۔یہ سط کے لیے شاکڈ بات تھی جو حیدر کے منہ سے ادا ہوئی تھی۔سب اس اشتیاق میں اس کی طرف متوجہ تھے کہ وہ کوئی اہم بات کرنے والا تھا لیکن وہ بات یہ ہو گی یہ سب کو شاکڈ سے کم نہیں لگی۔

" کیا ! .. کیوں ! ... کیا ہوا ہے ! اچانک یہ فیصلہ کیوں لیا تم نے ! " مجتبیٰ نے اچھنبے سے پوچھا۔

حیدر مے سامنے نظر اٹھا کر وحید سکندر کو دیکھا جو بے تاثر نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

" بتاؤ حیدر۔۔۔کیا وجہ بنی ہے۔۔۔۔تم ایسے اچانک رخصتی کی بات کیوں کر رہے ہو ! " شکیل نے بھی الجھن سے پوچھا۔

" آپ کریں گے کوئی بات ! " حیدر نے وحید سکندر کی طرف دیکھتے کہا۔

" بات ہی کرنے آیا تھا۔۔۔مگر مجھے نہیں لگتا کہ۔۔۔یہاں کوئی بھی اس بات کو جانتا ہے " وحید سکندر نے گہرا سانس لیتے سپاٹ چہرے سے کہا۔

لاؤنج میں عجیب سی ٹینشن پھیل گئی تھی۔خنک سے محسوس ہو رہی تھی۔
نوین اور فزا نے ایک دوسرے کو نا سمجھی سے دیکھا۔

" کیا مطلب ! ... کھل کر بات کرو " مجتبیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔

" کیوں شکیل۔۔۔کچھ یاد نہیں کہ ہمارے درمیان کیا بات ہوئی تھی ! " وحید سکندر نے شکیل کو مخاطب کیا۔

سب کی نظریں شکیل کیطرف اٹھیں۔

شکیل گڑبڑا گئے۔ان کو تو کوئی ایسی بات یاد نہیں تھی جس کے لیے یہاں ایسے اکٹھا ہوا جائے۔

" کونسی بات۔۔۔۔ کھل کر بات کرو وحید۔۔۔مجھے نہیں علم زرا بھی کہ تم کا بارے میں بات کر رہے ہو " شکیل نے پریشانی سے پوچھا۔

" ہاں مجھے علم تھا کہ تمہیں یاد نہیں ہو گا۔۔۔مجھے ہی یاد کروانا پڑے گا " وحید سکندر اپنی جگہ ٹیک چھوڑ کر بیٹھے۔
سب کے ماتھے پر تناؤ کی شکنیں تھیں۔

" مجھے اچھے سے یاد ہے کہ میں نے زینیہ کی پیدائش پر تم سے زینیہ اور زولقرنین کے رشتے کی بات کی تھی۔۔۔کیا یاد نہیں تمہیں ! " وحید سکندر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

سب نے اچھنبے سے شکیل کو دیکھا۔شکیل تو حیرت سے شاکڈ چہرے سے وحید کو دیکھ رہے تھے۔

"کیا ! ... شکیل کیا یہ سچ ہے ! " مجتبیٰ کی شاکڈ آواز لاؤنج میں ابھری۔

شکیل نے ہونق چہرے سے مجتبیٰ کو دیکھا۔انہیں یاد ہی نہیں آ رہا تھا کہ کب یہ بات ہوئی تھی۔

" بتائیے شکیل۔۔۔ایسا کچھ۔۔۔۔ہوا تھا ! بولیں ! " فزا نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔یہ چھوٹی بات نہیں تھی۔

" یہ۔۔۔کب بات ہوئی۔۔ہماری۔۔۔مجھے یاد ہی نہیں آ رہا " شکیل نے اپنے دماغ کے جھگڑوں سے الجھتے ہوئے کہا۔

حیدر اس وقت خاموش بیٹھا تھا۔اندر کی اصل بات اسے بھی نہیں پتہ تھی۔

" ہم شکار پر گئے تھے۔۔۔۔میں نے بہت چاہ سے تم سے کہا تھا کہ مجھے زینیہ۔۔۔اپنے زولقرنین کے لیے چاہیے۔۔۔تم نے ہاں کہا تھا میری بات کا مان رکھا تھا۔"وحید سکندر نے مزید الفاظ ادا کیے۔

ایک دفعہ پھر سب کے سروں پر بمب گرا تھا۔سب نے ایک دفعہ پھر شکیل کو دیکھا۔یہ کون سا انکشاف تھا .

" شکار ! " شکیل نے نا سمجھی سے وحید سکندر کو دیکھا۔

تبھی شکیل کے اپنے دماغ پر مسلسل زور ڈالنے پر انہیں کئی سالوں پہلے کی بات یاد آئی۔انہیں وہ شکار کا وقت یاد آیا جب ان دونوں میں سرسری سی بات ہوئی تھی لیکن شکیل جو تو علم بھی نہیں ت کہ ان کے دماغ سے نکل جائے گا اور وحید سکندر اس بات کو بھولیں گے نہیں۔

" اووو ہووووو " شکیل نے اپنا سر ہاتھوں میں گرا لیا۔ان کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس بات کو کیسے ہینڈل کریں۔

" یاد آیا کچھ ! " وحید سکندر نے کہا تو شکیل نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا ۔

" یار وہ تو ایک۔۔۔عام سی ہم دونوں میں بات تھی۔۔۔تم نے اپنی خواہش سامنے رکھی تھی اور مجھے کوئی اعتراض بھی نہیں تھا تمہاری خواہش پر۔۔۔۔لیکن وہ کوئی حتمی بات نہیں تھی وحید " شکیل پریشانی سے بول رہے تھے۔انہیں تو یہ بات سلجھانی ہی نہیں آ رہی تھی۔

" آپ نے ہمیں کیوں نہیں بتایا ! " مجتبیٰ نے شکیل سے کہا۔

" میں کیا بات کرتا مجتبیٰ۔۔۔وہاں ایک عام سی بات ہوئی تھی۔۔۔ سرسری سی خواہش کا زکر کیا تھا ۔۔۔اگر یہ کوئی حتمی بات ہوتی تو میرے دماغ میں رہتی۔۔۔میری بیٹی زینیہ۔۔۔میں اس کی زندگی کے س ساتھ مزاق کروں گا ! میرے تو دماغ سے بلکل یہ بات نکل گئی تھی " شکیل نے صفائی پیش کی جو ضروری بھی تھی۔

حیدر فلحال خاموش تھا۔ساری بات اسے سمجھ آ گئی تھی لیکن معاملہ پھر بھی بگڑ گیا تھا۔

" میں سیریس تھا شکیل اس وقت " وحید سکندر نے سنجیدگی سے جواب دیا. ان کے بیٹے کا معاملہ تھا وہ ایسے معاملہ ٹلنے نہیں دے سکتے تھے۔

" بھائی صاحب۔۔۔آپ اگر ایسا کوئی زہن رکھتے تھے تو گھر ہمارے سامنے بات کرتے۔۔۔یہ تو آپ دونوں کی ملی بھگت ہے۔۔۔بچے اس میں پس رہے ہیں " فزا شکیل نے افسردگی سے انہیں دیکھتے کہا۔

" یہ بات بھولنے والی ہے بھلا ! ۔۔میں نے شکیل سے بات کی تھی جس کا صاف معنی ہے میں ایسا زہن رکھتا ہوں۔۔۔اسے بھی چاہیے تھا کہ یہ اس بات کو کم سے کم آپ سب سے شئیر کرتا۔۔۔یہ کیس بھول گیا " وحید سکندر کا لہجہ تلخ ہو چکا تھا۔

" میں معزرت کرتا ہوں اپنی اس غلطی کی کہ مجھے یہ بلکل عام بات لگی میرے زہن میں نہیں رہا ۔۔۔اور آج بھی تمہارے یاد کروانے سے آیا ہے۔۔۔تم اس بات کو سیریس لے رہے تھے تو بتاتے تو " شکیل نے دوبارہ الجھ کر وحید سکندر سے کہا۔

" وحید تم خود کی طرف بھی تو دیکھو۔۔بھابھی کے انتقال کے بعد تم بچوں کو لے کر نجانے کہاں چلے گئے۔۔۔کوئی رابطہ ہی نہیں تھا۔۔کوئی زریعہ نہیں تھا کہ تم سے رابطہ کرتے۔۔ایسی صورتِ حال میں ہمیں اگر علم بھی ہوتا اس بات کا تو ہم کیسے تمہارا انتظار کرتے۔۔۔کیسے ہم یقین کر کے بیٹھ جاتے کہ تم واپس آؤ گے کسی دن ! " مجتبیٰ نے بھی اہم بات کہی جس پر سب کا اتفاق کر رہے تھے۔

" مانتا ہوں میں کہ مجھے جانا پڑا اچانک اپنی جاب کی وجہ سے۔۔۔۔لیکن مجھے لوٹنا تھا۔۔۔میں تو اس بات کو بھولا ہی نہیں جو میں نے شکیل سے کی۔۔۔اور وہی بات میں نے زولقرنین کے دماغ میں بھی ڈالی۔۔۔اس کے دماغ میں بھی بلکل بٹھا دیا کہ زینیہ ہی اس کی دولہن ہو گی۔۔۔اور اب یہ سب۔۔۔ اتنا بگڑا ہوا ہے " وحید سکندر نے سب کو دیکھتے ہوئے کہا۔ان کی آنکھوں کے سامنے بس زولقرنین کا چہرہ بار بار آ رہا تھا۔

" دیکھیں میری بات سنیں " اب حیدر بولا تھا۔

سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

" جو کچھ بھی ہوا اس میں نا میرا کسور تھا با زینیہ کا نا ہی زولقرنین کا۔۔۔آپ بڑوں کے درمیان فیصلہ ہوا تھا جو بھی ہوا۔۔۔ہمارا نکاح بھی آپ سب کی رضامندی سے ہی ہوا۔۔لیکن اب جو ہم یہاں بیٹھے ہیں اس کا حل کیا ہے ! اب اس بات کا آپ سب کیا حل نکالتے ہیں ! " حیدر نے تحمل سے سب بڑوں کو دیکھتے پوچھا۔معاملہ اب سلجھ جانا چاہیے تھا۔

" میری غلطی یہ ہے کہ میں بھول گیا میں نے سیریس نہیں لی بات۔۔۔اب ہم نے بچوں کا نکاح بھی کر دیا ہے۔۔۔اب مجھے نہیں علم کے اس کا حل کیا ہو گا۔۔وحید بتا دے جو اسے ٹھیک لگے " شکیل نے سر جھکاتے شرمندگی سے کہا۔
حیدر نے انہیں دیکھا .

" مجھ سے اب آپ سب کیا پوچھ رہے ہیں ! میرے بیٹے کو تو تکلیف پہنچی ہے بہت۔۔۔میں اسے کیسے سنبھالوں گا ! ۔۔اب کیا میں یہ کہوں کہ حیدر اور زینیہ کا نکاح توڑو اور میرے بیٹے سے زینیہ کا کر دو ! " وحید سکندر نے سرف لہجے میں سب کو دیکھتے کہا۔
حیدر نے سر جھکا لیا۔

" واٹ۔۔۔کبھی نہیں " تبھی سب کی توجہ دروازے پر کھڑی زینیہ کی طرف گئ جو ابھی آئی تھی اور اس کے کانوں میں وحید سکندر کے آخری الفاظ اس کے کانوں میں پڑے تھے اور اس کے پیڑوں تلے زمین نکل گئ تھی۔

" زینی " حیدر نے اس کو روکنا چاہا لیکن اس کی وارن کرتی آنکھوں کے سامنے وہ وہیں رک گیا۔ زینیہ نے کسی انسان کو نہیں دیکھا بس اس کی نظر سامنے اپنے باپ پر تھی ج ہوں نے وحید سکندر کے حوالے فیصلہ دیا تھا۔
وہ تیز قدموں سے ان تک پہنچی اور گھٹنوں کے بل ان کے سامنت بیٹھی۔

" بابا۔۔۔میری بات سنیں۔۔نکاح کوئی کھلونہ نہیں ہے۔۔یہ نکاح آپ سب کی رضا مندی سے ہوا تھا ۔۔۔میں نے حیدر کے علاوہ کسی کو نہیں سوچا آج تک۔۔۔میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے آپ سب ۔۔۔اگر میرے ساتھ ایسا کیا نا۔۔۔تو بھاگ جاؤں۔۔۔بہت دور اتنی دور کہ میرا سایہ بھی نہیں ملے گا۔۔۔میں سچ کہہ رہی ہوں " ان کی آنکھوں میں دیکھتی بولی۔وہ کہیں سے بھی نارمل نہیں لگ رہی تھی۔اس کو جو ڈر تھا وہ جیسے ہونے کو تیار تھا۔

اپنی کہہ کر وہ فوراً اٹھی اس کو انتظار ہی نہیں تھا کہ وہ ان کا جواب سنتی۔فوراً سے اٹھی اور واپس تیزی سے دروازے کی طرف مڑی کہ قدموں کو یک دم بریک لگی .

زولقرنین اس سے چند قدم دور کھڑا تھا۔وہ تو ابھی آیا تھا اور اتفا دیکھو اس کے کانوں میں زینیہ کے سب الفاظ پڑے تھے جس نے زولقرنین کو اپنی جگہ ساکت کر دیا تھا۔

" مجھے۔۔۔حیدر کے علاوہ کسی نے آنکھ بھر کر دیکھا نہیں۔۔۔میں کسی اور کو ایسا کرنے بھی نہیں دوں گی " اس کی طرف انگلی کرتے پورے تعیش سے بولی۔
زولقرنین تو بس اس کا جنونی روپ دیکھ رہا تھا۔وہ کیسے یہ سوچ بیٹھا کہ زینیہ اس سے محبت کرے گی جبکہ وہ سر تا پیر صرف حیدر کے نام کی تھی۔

" زینی " حیدر نے اسے پکارا۔
اس کی آواز پر اس نے رخ موڑا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

" میں نے تم سے کہا تھا نا۔۔۔بڑوں کا فیصلہ یہی ہو گا تمہیں مجھ سے دور کر دینے کا۔۔۔لیکن میں نہیں مانوں گی۔۔۔اتنا ظرف نہیں مجھ میں " م آنکھوں سے وہ بولتی تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔

" زینیہ ... جاؤ اسے دیکھو " شکیل نے فزا کو کہا تو وہ فوراً اس کے پیچھے کمرے میں گئیں۔

" بابا۔۔۔پلیز۔۔۔ایسا کوئی فیصلہ نا کریں جو اس گھر کے ہر ممبر کو تکلیف دے۔۔۔ان کو تکلیف دے کر ہم بھی خوش نہیں رہ پائیں گے " وحید سکندر کے ہاس آتے زولقرنین نے سنجیدگی سے کہا۔
وحید سکندر تو اسے دیکھتے رہ گئے کتنا بڑا دل کر کے اس نے یہ بات کہی تھی۔

زولقرنین نے حیدر کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

" اگر تمہارا دل مانے اور میری بات سمجھ آ جائے تو بس میرے گھر آ کر میرے گلے لگ جانا " حیدر کے الفاظ اسے یاد آئے تو وہ مسکراتا حیدر کے سینے سے لگ گیا. حیدر نے بھی مسکرا کر اسے سینے سے لگایا۔

" یہ زولقرنین ہے ! " نوین مجتبیٰ کی خوشی سے آواز بھر آئی۔
زولقرنین ان کی طرف بڑھا اور انہیں اپنے سینے سے لگا لیا۔ان کا بیٹا تھا۔ماں تھیں اس کی۔ان کی کیفیت وہ سمجھ رہا تھا۔

" دیکھو تو سہی۔۔۔یہ تو بلکل حیدر لگ رہا " مجتبیٰ نے اس کو اوپر سے نیچے تک دیکھتے کہا تو وہ ہنستا ان کے سینے سے بھی لگ گیا۔

" اب تم سارے شکوے گلے بھلا دو وحید " شکیل نے وحید کی طرف بڑھتے کہا تو وہ بھی مسکرا کر ان کے سینے سے لگ گئے۔

متھے تے چمکن وال میرے بنرے تے
متھے تے چمکن وال میرے بنرے تے

لاؤ نی لاؤ اینو شگناں دی مہندی
مہندی کرے ہتھ لال میرے بندے تے

متھے تے چمکن وال میرے بنرے تے
متھے تے چمکن وال میرے بنرے تے

اس وقت پورا ہال مہندی کے تھیم سے جگمگا رہا تھا۔ ہر طرف مہندی کے رنگوں سے لت پت روش مہمان تھے۔

اور حیدر اور زینیہ کو بڑے سے سٹیج پر پالکی میں بٹھایا ہوا تھا۔ پالکی بس بیٹھنے والی تھی باقی وہ پوری اوپر سے اوپن تھی۔

جہاں زینیہ پیلے اور اورنگ کنٹراس کے لہنگے میں بیٹھی حسین لگ رہی تھی وہیں حیدر اوف وائٹ کرتا شلوار میں ہلکی مسکراہٹ سے محفل کی جان لگ رہا تھا۔

دور سیدھ میں وہ اپنا بیگ کندھوں پر پہنے سر پر کیپ پہنے بڑے انہماک سے زینیہ کو دیکھ رہا تھا۔اس کی ہنسی اس کی آنکھوں کی چمک کتنی حسین تھی لیکن افسوس یہ تھا کہ اس کے لیے نہیں تھی۔
حیدر کی نظر اس پر گئ جو دور کھڑا انہیں دیکھ رہاتھا وہ اس وقت بلیک تھیم میں موجود تھا جو بتا رہا تھا کہ وہ جا رہا ہے۔

" حیدر۔۔۔کیا تم اسے کہو گے نہیں رکنے کو ! " زینیہ نے حیدر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے پوچھا

" نہیں۔۔۔وہ یہاں رکے گا تو۔۔زیادہ تکلیف میں رہے گا " اس کی آنکھوں کے کرب کو محسوس کرتے حیدر نے سنجیدگی سے کہا۔

" حیدر۔۔ایسے تو پھر کبھی نہیں کچھ بھی ٹھیک ہو گا ! " زینیہ نے پریشانی سے حیدر سے کہا۔

" جب وہ لوٹے گا نا۔۔تب ٹھیک ہو گا " زینیہ کی طرف پیار سے دیکھتے کہا تو وہ مسکرا دی۔

" بھائی۔۔۔آپ رکو گے نہیں ! " ابراھیم نے زولقرنین کے ساتھ کھڑے ہوتے کہا۔
زولقرنین مسکرا دیا۔

" یہاں رکوں گا تو۔۔زیادہ تکلیف ہو گی۔۔۔میرا جانا صحیح ہے " ابراھیم کے گلے لگتے کہا اور فوراً سے باہر کی طرف قدم لے لیے۔

اپنی محبت کو چھوڑنا اتنا بھی آسان نہیں ہوتا جتنا انسان سمجھنے یا دیکھنے سے لگا لیتا ہے۔

🔥🔥🔥🔥🔥🔥🔥🔥

" سو فائنلی مسز حیدر۔۔۔وہ رات بھی آگئی جب مجھے آپ سے بے شمار بدلے لینے ہے " اس کے سامنے بیڈ پر لیٹے پر شوق نگاہوں سے اسے دیکھتے کہا۔

" اچھا جی۔۔۔آپ زینیہ حیدر سے بدلے لیں گے ! " اس کی آنکھوں میں جھانکتے پوچھا۔

" بلکل " اس کی گردن سے چہرہ کھینچ کر اپنے مقابل کیا۔

" ہائے اللہ۔۔کتنے زور سے میری گردن پکڑی ہے۔۔۔پیار سے نہیں پکڑ سکتے تھے " اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے دو انچ کے فاصلے پر وہ حیدر کو آنکھیں دکھا رہی تھی۔

یہ ان کی ویڈنگ نائٹ تھی جس میں حیدر توقع کر رہا تھا کہ آج تو شرمائے گی لازمی لیکن یہ تو اسے آنکھیں نکال رہی تھی۔

" کتنی ان رومینٹک لڑکی ہو تم۔۔میرے اقر تمہارے درمیان صرف دو انچ کا فاصلہ ہے اور تم شرمانے کی بجائے مجھے آنکھیں دکھا رہی ہو ! " اس کے چہرے پر انگلیوں سے ڈزائن بناتے حیدر نے بھی آنکھیں نکالی۔

" تم مجھے چیلنج کر رہے ہو ! کہ میں رومینٹک نہیں ہو سکتی ! " اس کے سینے پر دونوں بازو رکھتے آنکھیں پٹپٹا کر پوچھا۔

۔اس کا انداز ہی اتنا فداونہ تھا۔

" یہ چیلنج پھر کسی دن " اس پر گھٹا کی طرح سایہ کرتے گھمگھیر آواز میں کہا۔

" مسٹر ہزبینڈ کیا چاہتے ہیں آپ ! میری سانس بند ہو جائے ! " اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے فاصلہ بناتے پوچھا۔

"کیوں ! " حیدر نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

" یار تم۔۔۔اتنا بری طرح کس کرتے ہو کہ ہٹنا بھول جاتے ہو۔۔۔ تمہیں مجھ میں ایک عدد انسان کی مہک نہیں آتی ! " اس کو چھوٹی آنکھیں سے دیکھتے کہا۔

حیدر تو اس کی گوہر فشانی پر بس شاکڈ رہ گیا۔

" صبح اگر تم میری آنکھوں میں دیکھنے کی قابل رہ گئ تو میرا نام حیدر نہیں " اس کے دونوں ہاتھوں کو جکڑتے اوپر بیڈ سے لگاتے وہ چیلنجنگ انداز سے بولا۔

" حیدر " زینیہ کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔

" جانِ حیدر۔۔شادی مبارک " دلفریبی سے کہا۔

" اب کہو۔۔کہ حیدر یہ چیپ حرکتیں نا کرو " اس کی پھیل سرخی کو اپنے انگوٹھے سے سکیٹتے کہا۔
وہ اپنی سانس بحال کرتے اس کی گردن میں اپنے بازو دے گئ۔
" اگر میں نے۔۔۔تمہاری آرمی کو۔۔۔بتا دیا نا۔۔کہ کیسے آپ اتنے رومینٹک ہیں۔۔ تمہیں آرمی سے نکال دیں گے " سرخ کندھاری ہوئے وہ شرارت سے بولی۔

" مسز حیدر۔۔۔وہ تو کہیں گے۔۔۔ڈو مور۔۔اٹس یور ٹیلنٹ "

" مسٹر۔۔۔ہزبنڈ۔۔۔۔نیور لیٹ می ڈاؤن۔۔۔نیور سٹاپ لونگ می۔۔نیور سٹاپ کسنگ می ان ٹل آ ول اِن ایٹیز ائیرز " اس کے چہرے کو وارفتگی اے دیکھتے وہ حیدر کو سرشار کر گئ تھی۔

" نیور " اس کے ماتھے پر استحقاق بھرا لمس چھوڑتے کہا۔

" آپ دیکھ رہے ہیں نا اس کی حرکتیں ڈیڈ " سمیع تپ کر اپنے باپ سے بولا۔

" تایا جان میں۔۔یو ایس جانا چاہتی ہوں اپنی ہائیر سٹڈیز کے لیے " فلک نے معصوم انداز سے اپنے تایا حان سے کہا۔

" تو اس میں کیا ہرج ہے سمیع " انہوں نے سکون سے پوچھا۔

" پتہ تھا۔۔۔آپ کو تو کوئی مسئلہ لگے گا نہیں۔۔۔مجھ سے اب کوئی گھر کا فرد بات نا کرے " ڈائینگ ٹیبل سے اٹھتے وہ اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

" اب اس میں نجانے کیا بات تھی غصے والی " سمیع کی والدہ نے نا سمجھی سے کہا۔

" جائیں بیٹا آپ بات کریں " سمیع کے والد نے پیار سے فلک کو کہا تو وہ سر ہلا کر اس کے کمرے ہی طرف چلی گئی۔

" بیگم آپ کے بیٹے میں اتنا ظرف نہیں کہ بیوی کے بنا رہ سکے۔۔یہ غصہ اسے اسی لیے آ رہا ہے" سمیع کے والد نے گلاس منہ سے لگاتے کہا۔جبکہ وہ حیرت سے ان کی بات سن رہی تھیں۔

دروازے پر رکی اور اس کے غصے کو سوچا تو جھرجھری لی۔

گہرا سانس لیتی وہ دروازہ کھولتے اندر بڑھی۔
وہ سامنے ہی کھولتے دماغ سے بیڈ پر بیٹھا تھا۔وہ چلتی ہوئی اس کے پاس بیٹھ گئ۔ تبھی اس کی نظر اس کے ہاتھ پر گئی جس میں سے بلڈ نکل رہا تھا اور سامنے زمین پر گلاس ٹوٹا ہوا تھا۔یعنی کہ اپنا قہر اس گلاس پر نکال چکا تھا۔

" سمیع۔۔۔یہ کیا حرکت ہے " وہ اس کا ہاتھ پکڑتے غصے سے بولی۔

" تمہیں کیا پرواہ۔۔جاؤ اپنے یو ایس " اس کا ہاتھ جھٹکتا اسی تپے ہوئے انداز سے بولا۔

" اب اگر تم بے میرا ہاتھ جھٹکا نا تو میں بتا رہی ہوں انہی کانچ کٹ ٹکڑوں سے میں نے اپنا ہاتھ زخمی کر لینا ہے " اس کی طرف انگلی کرتے وارن کیا۔

" تمہیں تو بس اپنی پڑی ہے۔۔تمہیں کیا لگے میری چوٹ سے " سر ادھر ادھر مارتے منہ پھلایا ہوا تھا۔

فلک نے اسے دیکھا کیوٹ بچہ بھی اس کے سامنے ماند پڑ سکتا تھا جتنا اس وقت سمیع راجپوت کیوٹ لگ رہا تھا۔

اس کا ہاتھ پکڑا مگر وہ بولا کچھ نہیں۔
اس کے سائیڈ ٹیبل سے فرسٹ ایڈ کٹ نکالی اور اس نرمی سے اسکا ہاتھ صاف کرنے لگی.
وہ ضبط سے بیٹھا تھا۔دوسرے ہاتھ کی مٹھی بند تھی۔
اچھے سے صاف کیا اور اس کے ہاتھ پر بینڈج لگائی۔

اس کا غصے کو دیکھتے وہ اٹھی اور فرسٹ ایڈ کٹ کو دراز میں رکھا۔واشروم سے ہاتھ دھوئے اور اسے دیکھا جو مسلسل غصے سے اپنی ٹانگ ہلا رہا تھا۔

وہ مسکراتی اس کی طرف آئی اور اس کے بازو ہٹائے اس سے پہلے وہ مزاحمت کرتا یا غصہ کرتا وہ بیٹھ چکی تھی۔
کہیں وہ گر نا جائے بے اختیار سمیع نے اس کی کمر کے گرد بازو کیے اور سخت نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

" کونگریچولیشنز " اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیتے کہا۔

" کس بات کے لیے " غصے سے ہی جواب دیا۔

" میرا ایک دفعہ پھر تم پر دل آ گیا۔۔آ لو یو " کے جی ایف کے سین کو کاپی کرتے اس کی آنکھوں پر بوسہ دیا۔

" میں تمہیں جان سے مار دوں گا اگر مجھ سے تم نے دور جانے کا سوچا زرا بھی۔

" یار کیا ہو گیا ہے۔۔۔تمہاری بیوی ہوں میں۔۔۔۔تمہارے ساتھ ہوں میں "

"جو بھی ہے۔۔بس میرے پاس رہو۔۔دور جانے کی بات نا کرو۔۔۔بیت زہر لگتی ہو " وہ کوئی ضدی بچہ لگا تھا۔

" اچھا تم بچوں کی طرح بات کر رہے ہو مجھے نہیں لگتا ہمیں بچوں کی ضرورت پڑے گی " اس کے بالوں میں انگلیوں کو چلاتے وہ ہنس کر بولی۔

" او یس۔۔۔مجھے اپنے بچے بہت یاد آ رہے مسز۔۔آؤ لے آئیں انہیں " ایک دم سے ٹون بدل کر بولا۔

" نہیں نہیں نہیں سمیع۔۔۔نو۔۔"اس کے حصار میں پھڑپھڑاتے بولی۔

" جی سمیع کی جان" اس کی گردن پر بوسہ دیتے خماری سے کہا۔

" سمیع "

اور وہ اس کی مزاحمت بھی سب سلب کر گیا۔

کس نے کہا تھا اس موڈ میں اس کے پاس بیٹھو جب کہ جانتی تھی کہ وہ تو موقعہ ڈھونڈتا تھا اس میں گم ہونے کا .

اور زولقرنین مصروف تھا اپنے مشن پر. اس کا دل اس صورتِ حال میں نہیں تکہ وہ رک کر زینیہ کو کسی اور کے ساتھ دیکھے بے شک اسے حیدر کی ہی رہنے دینے کا فیصلہ اس کا تھا لیکن اتنا بھی وہ بڑے دل کا مالک نہیں تھا کہ سب اپنی آنکھوں سے برداشت کرتا۔
شائد جب وہ دوبارہ لوٹے اپنے گھر والوں میں تو ایک نئ داستان جنم لے۔

جن راتوں میں نیند اڑ جاتی ہے کیا قہر کی راتیں ہوتی ہیں
دروازوں سے ٹکرا جاتے ہیں دیواروں سے باتیں ہوتی ہیں

آشوب جدائی کیا کہیے ان ہونی باتیں ہوتی ہیں
آنکھوں میں اندھیرا چھاتا ہے جب اجالی راتیں ہوتی ہیں

جب وہ نہیں ہوتے پہلو میں اور لمبی راتیں ہوتی ہیں
یاد آ کے ستاتی رہتی ہے اور دل سے باتیں ہوتی ہیں

گھر گھر کے بادل آتے ہیں اور بے برسے کھل جاتے ہیں
امیدوں کی جھوٹی دنیا میں سوکھی برساتیں ہوتی ہیں

امید کا سورج ڈوبا ہے آنکھوں میں اندھیرا چھایا ہے
دنیائے فراق میں دن کیسا راتیں ہی راتیں ہوتی ہیں

طے کرنا ہیں جھگڑے جینے کے جس طرح بنے کہتے سنتے
بہروں سے بھی پالا پڑتا ہے گونگوں سے بھی باتیں ہوتی ہیں

آنکھوں میں کہاں رس کی بوندیں کچھ ہے تو لہو کی لالی ہے
اس بدلی ہوئی رت میں اب تو خونیں برساتیں ہوتی ہیں

قسمت جاگے تو ہم سوئیں قسمت سوئے تو ہم جاگیں
دونوں ہی کو نیند آئے جس میں کب ایسی راتیں ہوتی ہیں

For more visit (exponovels.com)

جو کان لگا کر سنتے ہیں کیا جانیں رموز محبت کے
اب ہونٹ نہیں ملنے پاتے اور پہروں باتیں ہوتی ہیں
جو ناز ہے وہ اپناتا ہے جو غمزہ ہے وہ لبھاتا ہے
ان رنگ برنگی پردوں میں گھاتوں پر گھاتیں ہوتی ہیں
ہنسنے میں جو آنسو آتے ہیں نیرنگ جہاں بتلاتے ہیں
ہر روز جنازے جاتے ہیں ہر روز براتیں ہوتی ہیں
جو کچھ بھی خوشی سے ہوتا ہے یہ دل کا بوجھ نہ بن جائے
پیمان وفا بھی رہنے دو سب جھوٹی باتیں ہوتی ہیں
جب تک ہے دلوں میں سچائی سب ناز و نیاز وہیں تک ہیں
جب خود غرضی آ جاتی ہے جل ہوتے ہیں گھاتیں ہوتی ہیں
ہمت کس کی ہے جو پوچھے یہ آرزوئے سودائی سے
کیوں صاحب آخر اکیلے میں یہ کس سے باتیں ہوتی ہیں

Th End

For more visit (exponovels.com)